اس کتاب میں دلائل و ثبوت کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ طاہر القادری کے خیالات اسلامی شریعت مطہرہ کے مختلف ہیں جو فقہاء و آئمہ اہلسنت کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں

پروفیسر طاہر القادری

ایک علمی و تحقیقی جائزہ

تالیف

شاہ مفتی غلام سرور

ادارہ مصباح القرآن پاکستان لاہور

https://t.me/faizanealahazrat

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پروفیسر طاہر القادری کا

علمی و تحقیقی جائزہ

حصّہ اوّل

تالیف

الشاہ مفتی غلام سرور قادری

رکن مرکزی زکوٰۃ کونسل و مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان و مہتمم جامعہ غوثیہ مین مارکیٹ لاہور

ناشر

مرکزی ادارہ اشاعت قرآن و سنت (جامعہ غوثیہ) مین مارکیٹ

گلبرگ لاہور

https://t.me/faizanealahazrat

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	پروفیسر طاہر القادری کا علمی و تحقیقی جائزہ
مصنف	الشاہ مفتی غلام سرور قادری
تاریخ طباعت	ماہِ رمضان ۱۴۰۸ھ ، ماہ اپریل ۱۹۸۸ء
ایڈیشن	اوّل
تعداد	گیارہ سو (۱,۱۰۰)
ہدیہ	
مطبع	
ملنے کا پتہ	مرکزی ادارہ اشاعت قرآن و سنت (دار العلوم غوثیہ) مین مارکیٹ گلبرگ لاہور

https://t.me/faizanealahazrat

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	انتساب	۶
۲	طاہر القادری علمائے دیوبند کی نظر میں	۷
۳	طاہر القادری علمائے اہلحدیث کی نظر میں	۱۱
۴	پیش لفظ	۱۸
۵	مرزا قادیانی والی چال	۲۲
۶	پروفیسر طاہر القادری کا فقہاء امت اور اہل سنت کو اپنا فریق قرار دینا اور ان کے فیصلوں کو سند تسلیم کرنے سے کھلا انکار	۲۴
۷	تمہید	۲۷
۸	توضیح الکتاب	۲۷
۹	تفسیر بالرأی کی ممانعت	۲۸
۱۰	مفسر کا علم	۳۰
۱۱	مفسر کون ہو سکتا ہے۔	۳۳
۱۲	عربی زبان پر عبور نہ رکھنے والوں کو قرآن کی تفسیر کرنے اور درس قرآن دینے کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے	۳۳
۱۳	حکومت کی ذمہ داری	۳۴
۱۴	تفسیر قرآن کیلئے کس قدر علم ضروری ہے	۳۴
۱۵	طاہر القادری مجتہد و مفسر تو بنتے ہیں مگر عربی صحیح پڑھنا نہیں آتی	۳۶
۱۶	سلسلہ تحریفات قرآن کریم	۳۹
۱۷	تحریف نمبر ۱ (کسی بھی لفظ کے ترجمہ یا معنی کا معیار)	۴۰
۱۸	تحریف نمبر ۲	۴۵
۱۹	تحریف نمبر ۳	۵۰
۲۰	تحریف نمبر ۴	۵۸
۲۱	تحریف نمبر ۵	۶۱
۲۲	تحریف نمبر ۶	۶۳
۲۳	تحریف نمبر ۷	۶۸

https://t.me/faizanealahazrat

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۴	تحریف نمبر ۸	۷۰
۲۵	تحریف نمبر ۹	۷۶
۲۶	تحریف نمبر ۱۰	۷۷
۲۷	تحریف نمبر ۱۱	۷۹
۲۸	تحریف نمبر ۱۲	۸۳
۲۹	تحریف نمبر ۱۳	۸۴
	(علم شعر کی نفی)	
۳۰	تحریف نمبر ۱۴ (گمراہ کن ترجمہ)	۸۷
۳۱	تحریف نمبر ۱۵۔	۸۹
	(دہابیوں والا ترجمہ)	
۳۲	تحریف نمبر ۱۶	۹۲
۳۳	تحریف نمبر ۱۷	۹۴
۳۴	تحریف نمبر ۱۸	۹۶
۳۵	تحریف نمبر ۱۹	۹۷
۳۶	تحریف نمبر ۲۰	۹۹
۳۷	تحریف نمبر ۲۱	۱۰۰
۳۸	تحریف نمبر ۲۲	۱۰۱
۳۹	تحریف نمبر ۲۳	۱۰۳
۴۰	تحریف نمبر ۲۴	۱۰۷
۴۱	تحریف نمبر ۲۵	۱۱۰
۴۲	تحریف نمبر ۲۶	۱۱۴
۴۳	تحریف نمبر ۲۷	۱۱۵
۴۴	تحریف نمبر ۲۸	۱۱۷
	(جناب طاہر القادری کا کفریہ قول)	
۴۵	تحریف نمبر ۲۹	۱۲۱
۴۶	تحریف نمبر ۳۰	۱۲۳
۴۷	تحریف ۳۱	۱۲۶
۴۸	لفظ شئی کی مضحکہ خیز تحقیق	۱۲۸
۴۹	طاہر القادری عربی لغت سے بے خبر	۱۲۸
۵۰	ادارہ منہاج القرآن جہالت کا منہاج ہے	۱۲۹
۵۱	سلسلہ تحریفات حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۳۲
۵۲	تحریف نمبر ۱	۱۳۴
۵۳	تحریف نمبر ۲	۱۳۶
۵۴	تحریف نمبر ۳	۱۴۱
۵۵	تحریف نمبر ۴	۱۴۷
۵۶	تحریف نمبر ۵	۱۵۸

https://t.me/faizanealahazrat

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۵۷	تحریف نمبر ۶	۱۶۲
۵۸	حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مذاق۔	۱۶۳
۵۹	تحریف نمبر ۷	۱۶۵
۶۰	ابو حذیفہ یا حذیفہ؟	۱۶۶
۶۱	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان اور علمِ حدیث سے جہالت	۱۶۷
۶۲	**توجہ** (تقوی کا غلط معنی)	۱۷۰ / ۱۷۰
۶۳	سلسلۂ تحریفاتِ اقوالِ بزرگانِ دین اور ان کے غلط معنی کرنا	۱۷۳
۶۴	کلامِ امام ابی یعلیٰ میں تحریف	۱۷۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۶۵	کلامِ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں تحریف	۱۷۶
۶۶	کلامِ امام اعظم ابو حنیفہ میں تحریف	۱۷۹
۶۷	امام راغب کے کلام میں تحریف	۱۸۱
۶۸	حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے کلام میں تحریف	۱۸۲
۶۹	امام ابو میری علیہ الرحمۃ کے کلام کے غلط معنی	۱۸۴
۷۰	حضرت امام بایزید بسطامی کے کلام میں تحریف	۱۸۶
۷۱	انبیاء سابقین کی نبوت کے بارے میں فلسفہ	۱۸۷
۷۲	حرفِ آخر	۱۹۱
۷۳	حکومت سے اپیل۔	۱۹۲

https://t.me/faizanealahazrat

انتساب

حضرت الحاج عبدالرشید قریشی چیف انجینیر (ریٹائرڈ) وستارۂ خدمت، صدر جامعہ غوثیہ مین مارکیٹ گلبرگ لاہور کے نام گرامی سے جن کی علمی لگن اور دینی ذوق و اشاعتِ مسلک حق اہل سنت و جماعت میں ممد و معاون ہے۔

اللہ تعالیٰ موصوف کی عمر و صحت اور نورِ ایمان و عمل میں برکتیں فرمائے۔ آمین۔

نیز ادارہ ہذا اشاعتِ دینِ متین میں حضرت موصوف کے علاوہ الحاج میاں ذکاء الرحمٰن، الحاج میاں محمد شریف چیئرمین اتفاق گروپ و الحاج محمد جاوید شفیع ڈائریکٹر اتفاق فونڈریز لاہور الحاج ملک رحمۃ اللہ، الحاج چوہدری محمد حیات و الحاج چوہدری عید محمد و الحاج نور محمد مرحوم کے صاحبزادوں و بریگیڈیر (ریٹائرڈ) عبدالقیوم و الحاج سردار احمد علی و محمد رفیع خان سیٹھ حبیب احمد و محمد سرور خان و جملہ احباب انجمن تہذیب الاسلام کی سرپرستی پر متفخر و متشکر ہے۔

ناظم ادارہ ھذا

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر القادری علماء دیوبند کی نظر میں

علماء دیوبند کے دارالعلوم جامعہ خیر المدارس ملتان سے نکلنے والے ماہنامہ الخیر ماہِ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ بمطابق ماہِ دسمبر ۱۹۸۷ء کے صفحہ ۱۴، ۱۵، ۱۶ پر جناب سید سلیمان احمد عباسی امروہی خطیب جامع مسجد مرکزی ٹوبہ ٹیک سنگھ کا مضمون ملاحظہ فرمائیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

ڈاکٹر علامہ طاہر القادری کا مبلغ علم

سید سلمان احمد عباسی امروہی، خطیب جامع مسجد مرکزی ـــــ ٹوبہ ٹیک سنگھ

کچھ عرصہ سے بعض ڈاکٹر اور پروفیسر قسم کے نئے نئے محققین و مفتیین نے اُمت کے مسلمہ کچھ مسائل کو متنازع بنا کر اخبارات و جرائد میں ان پر بحث و گفتگو کا مکروہ شغل شروع کر رکھا ہے جس سے اظہار علمیت کے ساتھ ساتھ بظاہر یہ تاثر دینا بھی مقصود ہے کہ اسلاف کرام کا علم اس درجہ ناقص ہے کہ ان کے اجماعی فیصلے بھی ناقابلِ قبول یا کم از کم محلِ نظر ہیں۔

اسی سلسلہ میں ڈاکٹر علامہ طاہر القادری کا نام نامی و اسم گرامی بھی اخبارات کی زینت بنا۔ ڈاکٹر علامہ موصوف نے عورت کی نصف دیت کے مسلّم مسئلہ کو ہدفِ تنقید بنایا اور اس کے غلط ہونے پر دلائل کے انبار لگا دیئے۔ پھر اس کے جواب کا طولانی جواب الجواب پیش کیا۔ لیکن اسی جواب الجواب کا جواب ملنے پر علامہ صاحب نے چپ سادھ لینے میں خیریت سمجھی۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ علامہ موصوف نے اپنے مسلک سے رجوع کر کے امت کا مسلّم موقف تسلیم کر لیا یا نہیں؟ درحقیقت اپنی غلطی کا اعتراف اور قبول حق کا اعلان بہت ہی حوصلہ اور عالی ظرفی کی دلیل ہے جو ہر ایک کو نصیب نہیں۔

گزشتہ ایام میں علامہ موصوف نے ٹوبہ ٹیک سنگھ کو شرفِ قدوم بخشا اور یہاں موصوف نے عمومی و خصوصی اجتماعات سے خطاب فرمایا۔ احقر راقم الحروف ان کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکا۔ لیکن لوگوں سے ان کی فصاحت و بلاغت، برجستہ تقریر اور بظاہر دعوت اتحاد بین المسلمین مگر باطن خلافیات کو ہوا دینے کی بابت بہت کچھ سنا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک سوال کے جواب

https://t.me/faizanealahazrat

ہیں علامہ صاحب نے فوٹو کے جواز کا فتویٰ دیدیا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو ہزار ہا خیر عطا کرے کہ انھوں نے اُمت پر بڑا احسان کیا اور بہت بڑی تنگی دُور کر دی۔ اگرچہ پاک و ہند کے تمام بڑے بڑے علماء و مستند فقہیان کرام کا فوٹو کی حرمت اور عدم جواز پر اتفاق ہے اور اس مسئلہ میں دیوبندی بریلوی اور اہل حدیث سب ہی متفق ہیں۔ مگر علامہ صاحب کے علم کے سامنے ان سب کے علم کی کیا حیثیت ہے ؟ اللّٰھمّ زد فزد۔

لیکن اس مقام پر ڈاکٹر علامہ موصوف سے ایک سوال کرنے کو دل چاہتا ہے کہ اسلام میں مجسمہ سازی کی ممانعت اور تصویر کی حرمت کا منشاء کیا ہے ؟ اور کیا وہ منشاء فوٹو میں بدرجہ اتم نہیں پایا جاتا — ؟ یا علامہ صاحب کے نزدیک مجسمہ سازی اور ہر قسم کی تصویر کشی کی بھی اجازت ہے ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اشدُّ الناس عذاباً یوم القیامۃ المصوّرون (قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا) کے عموم سے فوٹو گرافی کی تخصیص کی دلیل کیا ہے ؟

آمدم برسرِ مطلب، ایک سفر میں علامہ موصوف کی کتاب "تسہیل القرآن" کی ورق گردانی کا شرف حاصل ہوا۔ اس کتاب کے صفحہ پر آپ لکھتے ہیں۔

"وھو یجیر ولا یجار علیہ (المومنون : ۸۸)	اور وہ اجرت عطا کرتا ہے اور خود اپنی کسی نعمت پر اُجرت نہیں لیتا

اس آیت کا مقتضا نہ ترجمہ پڑھ کر دماغ چکر کھا گیا اس عجیب و غریب مفہوم تک کسی صحابی کی رسائی ہو سکی نہ کسی امام و مجتہد کی نہ کسی محدث و مفسر قرآن کی۔ علامہ موصوف کے مقتدیٰ و پیشوا جناب احمد رضا خاں صاحب اس آیت کا یہ ترجمہ کرتے ہیں۔

"اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔"

علم صرف کا ابتدائی اور ادنیٰ طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ اجار، یجیر اور مجیر باب افعال کے صیغے ہیں ان کا مادہ جوار ہے اجر نہیں ہے۔ یجیر مضارع معروف مثبت ہے اس کے معنی ہیں پناہ دیتا ہے اور لا یجار مضارع مجہول منفی ہے اس کے معنی ہیں پناہ نہیں دیا جاتا۔ اسی سے یہ مشہور دعا ہے اللّٰھمّ اجرنی من النار (اے اللہ مجھے آگ سے

https://t.me/faizanealahazrat

پناہ لے) لیکن گرائمر کے قواعد کے برعکس علامہ صاحب نے اس کو اجرت دینے کے معنی میں لیا ہے اسی لئے مثال پر آپ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا اجیر و معطی ہونا اس حدیث سے کتنا واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انما انا قاسم واللہ یعطی" بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است۔ علامہ صاحب نے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں ایک اسم اجیراً کا اضافہ فرمادیا۔ اب تک تمام اہل لغت اجیر کو مزدور اور اجرت لینے والے کے معنی میں سمجھتے رہے۔ حدیث و فقہ کی تمام کتابوں میں ابواب الاجارہ میں اجیر بمعنی مزدور اور مستاجر اجرت پر رکھنے والے کے معنی میں مستعمل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ (مزدور کو پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دے دو) بخاری شریف میں ایک طویل حدیث منقول ہے جس کا جزو یہ ہے ورجل استاجر اجیرا فاستوفی منہ ولم یعطہ اجرہ۔ (اللہ تعالیٰ جن لوگوں کے خلاف خود مدعی ہوں گے ان میں سے ایک وہ شخص ہوگا جس نے مزدور سے پورا کام لیا لیکن اسے مزدوری نہ دی) معلوم نہیں پروفیسر، علامہ اور ڈاکٹر صاحبان کے لئے صرف و نحو سے مستغنی ہونا ضروری ہے یا ان حضرات کے نزدیک گرائمر اور لغت کے مفاہیم تبدیل ہوگئے ہیں۔

سفر میں میرے پاس علامہ موصوف کی کتاب کے مطالعہ کی گنجائش نہ تھی ورنہ شاید اس بحر علوم کی غواصی سے مزید درہائے شہوار برآمد ہوتے۔ اللھم احفظنا من کل غبی و غوی

---

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر القادری علمائے اہلحدیث کی نظر میں

جناب محمد رفیق اختر کاشمیری نے طاہر القادری پر ایک کتابچہ شائع کیا ہے جس کا نام ہے۔ "نابغۂ عصر، کا مبلغ علم"
اس کے صفحہ ۱، ۲، ۷، ۱۵، ۳۸، ۳۹ کے خاص اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

ملنے کا پتہ:۔ جامعہ تدریس القرآن والحدیث
جامع مسجد روڈ۔ راولپنڈی

https://t.me/faizanealahazrat

تقریب

حامداً ومصلیاً

پروفیسر طاہر القادری صاحب سے پہلا تعارُف اطاعتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ان کی تقریر کے مَوقع پر ہُوا۔ بریلوی انداز کے مغالات کے باوصف خطاب کا عمومی تاثر اچھا تھا۔ راقم الحروف بھی ان طلبۂ علم میں سے تھا جو ڈاکٹر صاحب موصُوف سے حُسنِ ظن رکھنے لگے تھے اور یہ سمجھنے لگے تھے کہ عام بریلوی عُلماء کے برعکس ڈاکٹر صاحب تحقیق کے میدان سے تعلق رکھتے ہیں۔

انہی دنوں موصوف نے عورت کی دیت کے مسئلہ پر جمہور اُمّت کے موقف سے علیحدہ راہ اختیار کی تو بریلوی مکتبِ فکر ہی کے ایک عالم مفتی غلام سرور قادری صاحب نے اس موضوع پر لکھے گئے ایک کتابچہ کے مقدّمہ میں انکشاف فرمایا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب قرآن وحدیث اور ان کے متعلقہ علوم میں غیر معمولی دسترس تو کیا رکھیں گے وہ تو عربی عبارت بھی نہیں پڑھ سکتے۔ راقم الحروف ایک عرصہ تک مفتی صاحب کے اِن الفاظ کو معاصرانہ کشمکش اور مولویانہ مبالغہ آمیزی پر مبنی سمجھتا رہا تاآنکہ "فہمُ القرآن" میں دورانِ خطاب مبالغہ عصر نے لفظِ قرآن کو عطشان اور غضبان کا ہم وزن قرار دیا۔ میرے حسنِ ظن کو دوسری بڑی ٹھوکر، بلکہ ضرب بھی ڈاکٹر صاحب

https://t.me/faizanealahazrat

نے اسی خطاب میں لگائی جب قرآنی الفاظ: وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ۔ (المؤمنون ۸۸) کا ترجمہ یوں کیا: "وہ سب کو اجر عطا فرماتا ہے کسی سے اُجرت نہیں مانگتا" حیران تھا کہ جو صاحب یجیر اور یجار کو جوار کی بجائے اجر سے مشتق سمجھتے ہیں ان کی تفسیر کا منہاج کیا ہوگا۔ یہ حیرانی پریشانی میں بدل گئی جب ۲۵ ستمبر کی شام پاکستان ٹیلی ویژن پر نشر ہونے والے خطاب بعنوان رحمت للعالمین میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے قرآنی آیت: رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا۔ (المومن ۷) میں وَسِعْتَ کو وَسِعَتْ پڑھا حالانکہ مصحف شریف ان کے سامنے تھا فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

www.Kitabistan.com

اپنی اس حیرت و پریشانی کا ذکر رفیقِ محترم حبِ مکرم مولانا محمد رفیق اختر کاشمیری سے کیا تو انہوں نے "تعمیرِ شخصیت" کے حوالہ سے مضحکات مبکیات کی نشاندہی کی۔ راقم نے شبان اہل حدیث کے ناظم سلسلہ مطبوعات ہونے کی حیثیت سے درخواست کی کہ وہ اپنے ملاحظات مرتب فرمادیں۔ جمعیت شبان اہل حدیث راولپنڈی اُن کی ممنون ہے کہ انہوں نے اس درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا اور یہ عجالہ سپردِ قلم فرمایا جس میں قرآن و حدیث کے متعلق ڈاکٹر صاحب موصوف کے مبلغ علم کا جائزہ لیا گیا ہے۔

امید ہے کہ وہ نابغہ عصر کی علوم عقلیہ میں مہارت تامہ سے عوام کو جلد مطلع فرمائیں گے

وَعِنْدَ اللّٰهِ فِي ذٰلِكَ الْجَزَاءُ رشید احمد۔ ناظم سلسلہ مطبوعات:

جمعیۃ شبان اہلحدیث راولپنڈی

اکتوبر ۱۹۸۷ء

https://t.me/faizanealahazrat

"نابغۂ عصر" کی قرآن فہمی

قرآنی علوم میں ڈاکٹر صاحب موصوف کے پندار کا عالم یہ ہے کہ منہاج القرآن کے نام سے تفسیر بھی تصنیف فرما رہے ہیں۔ مبتدی طالب علم بھی جانتے ہیں کہ علماء متقدمین و متاخرین مفسرِ قرآن کے لیے عربی زبان، قواعدِ نحو و صرف اور علومِ معانی و بیان کو بنیادی ضرورت قرار دیتے ہیں جب کہ ڈاکٹر صاحب کی علومِ قرآن میں مہارت کی حد یہ ہے کہ "غوث الاعظم" کی رُوحانی ہدایت اور شیخ طاہر علاؤالدین صاحب کی بے پایاں نوازشات اور توجہات کے باوجود قرآنی آیات کا ترجمہ بھی درست طور پر نہیں کر پاتے۔ چنانچہ :

۱ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۸۹ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ کا ترجمہ " مگر جب وہ ان کے پاس تشریف لے آتے تو ان کو نہ پہچانا (اور) ان سے منکر ہو بیٹھے" کیا ہے۔ (تعمیرِ شخصیت ص۲۳)

یہ اچھوتا ترجمہ ڈاکٹر صاحب کی لغتِ عربی اور دیگر علومِ قرآن میں مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اسی مہارت کی بنا پر ہی انھوں نے فاضل بریلوی اور پیر کرم شاہ صاحب کے ترجموں کو لائقِ اعتنا نہیں سمجھا۔ واضح رہے کہ فاضل

https://t.me/faizanealahazrat

ڈاکٹر صاحب کو اگر دُودھ کا کوئی مٹکا ملا ہے تو خالص دُودھ تقسیم فرمائیں۔ سُنے سُنائے جُملے۔ وضعی روایات اور جعلساز افراد سے لیا ہُوا زہر تریاق کے نام پر اس میں نہ ملائیں۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں :

"آج ہماری سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ قرآن اور اسلام کے داعی مبلغ اور مفکر بہت سے ایسے لوگ ہو گئے ہیں جو فنِ حدیث و روایت اور اس کی تفصیلات سے بالکل بے خبر ہیں۔" (تعمیرِ شخصیت ص۴۸)

ان کا یہ ارشاد بالکل بجا ہے اور اس افسوسناک حقیقت کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ ادارہ منہاج القرآن کا بانی، تفسیر منہاج القرآن کا مؤلف اور فہم القرآن کا پُرجوش اور مقبول عوام مُقرر فنّ حدیث و روایت کی تفصیلات تو درکنار مبادی سے بے بہرہ ہے۔ فنّ نقد حدیث کے لطیف و دقیق مباحث ایک طرف وہ تو احادیث کا صحیح ترجمہ کرنے سے عاجز ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

مسند احمد میں حضرت عرباضؓ بن ساریہ کی روایت کردہ حدیث تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ ملاحظہ ہو (۴ / ۱۲۷) البتہ حضرت ابوامامہؓ کی روایت قدرے مختصر ہے۔ وہ کہتے ہیں ؛

قلت یا نبی اللہ ما کان اول امرك قال دعوة ابراهیم وبشری عیسی ورأت امی انه یخرج منها نور اضاءت منها قصور الشام۔

ڈاکٹر صاحب نے من قوله سأخبرکم کا ترجمہ کرتے ہوئے من کا معنی تک کیا ہے۔ ان کا یہ نادر ترجمہ ہر پڑھنے والے طالب علم کو آمادۂ خندہ کر دے گا۔

آخر میں دوبارہ گذارش ہے کہ یہ سطور الدین النصیحۃ کے پیش نظر لکھی گئی ہیں۔ راقم اپنے متعلق کسی غلط فہمی کا شکار نہیں۔ اسے یقین ہے کہ جو طالب علم بھی ڈاکٹر صاحب کی تصنیف لطیف کا سرسری مطالعہ بھی کرے گا حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے گا اور اسے ان کے اس ارشاد سے اتفاق کرنا ہی پڑے گا کہ :

" ہماری سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ قرآن اور اسلام کے داعی مبلغ اور مفکر بہت سے ایسے لوگ ہو گئے ہیں جو فن حدیث و روایت

https://t.me/faizanealahazrat

اور اس کی تفصیلات سے بالکل بے خبر ہیں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ

اجمعین

https://t.me/faizanealahazrat

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ زندگی کے کسی بھی شعبہ میں کسی بھی ذمہ داری پر کوئی شخص اس وقت تک فائز نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اس متعلقہ شعبہ پر فائز ہونے کا اہل نہ ہو یعنی کسی بھی شعبہ کی ذمہ داری پر فائز ہونے کے لئے درحقیقت اہلیت شرط قطعی ہے لیکن یہ کس قدر افسوس ناک اور دکھ کی بات ہے کہ عوام کے نزدیک قوم کی دینی و مذہبی راہنمائی کے لئے کوئی شرط نہیں ہے اور نہ ہی کوئی معیار، جب کہ دنیوی معاملات کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی شخص وکالت کرنا چاہے تو اس کے لئے ایل ایل بی ہونا شرط ہے۔ علاج معالجہ کرنا چاہے تو ایم بی بی ایس کی ڈگری رکھنا یا طبیہ کالج کا سند یافتہ ہونا ضروری ہے اور اگر کوئی معالج باقاعدہ سند یافتہ نہ ہو اور اس نے کلینک یا مطب کھول رکھا ہو تو وہ مستحق سزا ہوتا ہے لیکن افسوس اور صد افسوس کہ ہمارا دین اور مذہب کس مپرسی کے عالم میں ہے۔ جس شخص کا جی چاہے وہ جذباتی قسم کی تقریریں شروع کر دے اور تقریر و خطابت کی مہارت پیدا کر لے تو وہ عوام کا دینی و مذہبی پیشوا بن جاتا ہے۔ جس شخص کا کوئی اپنا پیشہ نہ چل سکے مثلاً ڈاکٹر ہو اور اس کی ڈاکٹری نہ چل سکے، وکیل کی وکالت نہ چلے تو وہ ڈاکٹری اور وکالت کو چھوڑ کر خطابت و تقریر میں کچھ مہارت پیدا کر لے اور کچھ ایکٹنگ بھی کرنا جانتا ہو تو نہ صرف عوامی سطح پر اسے قبول عام حاصل ہو جاتا ہے۔ بلکہ حکومتی سطح پر اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ اس کی علمی صلاحیت کبھی نہیں دیکھی جاتی بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ اسے عوام کس قدر چاہتے ہیں۔ جیسے فلمی ایکٹر کے لئے محض اداکاری کا تجربہ اور گانے والوں کی آواز

https://t.me/faizanealahazrat

کی موزونیت کو مدنظر رکھا جاتا، ایسے ہی پاکستان میں قوم کی دینی و مذہبی راہنمائی کرنے، نابغۂ عصر اور مفسرِ قرآن کہلانے کے لئے صرف تقریر کا فن ہی معیار ہو کر رہ گیا ہے۔ اس کے بعد وہ مذہبی تنظیم بھی بنا سکتا ہے۔ مذہبی راہنما اور رُوحانی پیشوا بھی کہلا سکتا ہے چاہے تو قرآن کی تفسیر کرنا شروع کر دے یا حدیث کی تشریح فرمانے لگے اور چاہے تو فتوے بھی صادر کرنے لگ جائے یا مسلمہ و اجماعی مسائل کے خلاف اجتہاد کر کے اُمتِ مسلمہ کے مجتمع شیرازے کو بکھیرنا شروع کر دے۔ اسے نہ کسی کی پرواہ ہے اور نہ ہی کسی قسم کی بازپرس کا کوئی اندیشہ۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان فکری انتشار کا مرکز اور طرح طرح کے متضاد افکار کی آماجگاہ بن کر رہ گیا ہے۔ جب کہ یہ صورت کسی بھی طرح لائقِ درگزر نہیں۔ اس کا سدِباب کرنا اور اس کی حوصلہ شکنی کرنا اہلِ علم حضرات کے فرائض کا ایک اہم حصّہ ہے۔

اس سلسلے میں بطورِ مثال ڈاکٹر اسرار احمد صاحب لاہور، ڈاکٹر کیپٹن مسعود عثمانی صاحب کراچی اور پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب لاہور، جیسی شخصیتیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

قادری صاحب تو بنیادی طور پر وکیل (ایل ایل بی) تھے جھنگ میں ایک عرصہ تک وکالت کرتے رہے اور کچھ نہ کچھ عربی بھی سیکھ لی تھی۔ پھر وکالت چھوڑ کر لاء کالج لاہور میں لیکچرر مقرر ہوئے۔ انہوں نے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو دیکھا کہ وہ اپنا اصلی پیشہ چھوڑ کر مصنفی اور غیر حقیقی طور پر علماء کی صف میں شامل ہو گئے تھے اور ٹی وی پر درس دینے لگے ہیں اور شہرت حاصل کر لی ہے تو طاہر صاحب کو بھی شوق چرایا اور شہرت حاصل کرنے کا جذبہ تو پہلے ہی سے ودیعت تھا تو یہ صاحب بھی اپنا اصلی پیشہ چھوڑ کر محض فنِ تقریر اور زورِ خطابت کے بل بوتے پر علماء کی صف میں آ کھڑے ہوئے اور ڈاکٹر اسرار صاحب کی جگہ لینے کی جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ ان کی طرح ایک تنظیم بھی بنا لی۔ لیکن ڈاکٹر اسرار صاحب عورتوں، شیعہ مسلک اور حکومت کی مخالفت کی وجہ سے پس منظر میں چلے گئے۔ لہٰذا طاہر القادری صاحب نے اس کے برعکس عورتوں کی حمایت کرنے کا فیصلہ کر لیا تاکہ ان کی ہمدردیاں حاصل کر سکیں اور

https://t.me/faizanealahazrat

ان میں ہر دلعزیز ہوں۔ اور شیعہ حضرات کو ساتھ ملانے کے لئے انہوں نے ایران کا بھی دورہ کیا۔ آخر عقیدہ و مسلک کا تشخص ہی سرے سے ختم کر ڈالا تاکہ دوسرے تمام مکاتبِ فکر کے لوگ بھی ان کی تحریک میں شمولیت اختیار کریں اور ممبر شپ فیس میں اضافہ کا باعث ہوں۔

چنانچہ وہ بہ صد افتخار فرماتے ہیں

"ہمارے ممبران میں دیوبندی، اہلِ حدیث اور شیعہ حضرات کی تعداد بیسیوں تک پہنچتی ہے۔" (روزنامہ نوائے وقت میگزین ۱۹ ستمبر ۱۹۸۶ء)

نیز فرماتے ہیں

"ہمارے ادارے میں جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی رُکن بن سکتے ہیں۔ اہلِ حدیث، شیعہ، دیوبندی اور مختلف مسالک کے لوگ منہاج القرآن کے رُکن ہیں۔"

(روزنامہ جنگ جمعہ میگزین ۲۷ فروری تا ۵ مارچ ۱۹۸۸ء)

بہر حال ہی میں موصوف کا جو انٹرویو سیالکوٹ سے شائع ہوا اور اسے موصوف کی طرف سے مفت تقسیم بھی کیا گیا اس کے ساتھ مولانا تقدس علی خان کا مراسلہ و جواب بھی منسلک ہے اس میں فرماتے ہیں۔

سوال :- آپ کے ادارہ منہاج القرآن میں اہلِ حدیث، دیوبندی، بریلوی اور شیعہ وغیرہ تمام مکاتبِ فکر کے افراد کی شمولیت ممکن ہے۔ آپ نے اپنی دعوت کا دائرہ اس قدر وسیع کیوں رکھا جب کہ اکثر دینی جماعتیں مسلکی تشخص کو قائم رکھتی ہیں (مسلکی تشخص ان کے مخصوص عقائد کی اشاعت و تبلیغ ہے)

جواب :- (از طاہر صاحب) گذارش یہ ہے کہ جہاں تک دینی اور مذہبی جماعتوں اور ان کے طریقِ کار یعنی مسلکی تشخص کی بنیاد پر دینی کام کا تعلق ہے

https://t.me/faizanealahazrat

میں نے ان پر کبھی اعتراض نہیں کیا۔ (پھر فرماتے ہیں) ہمارا طریقہ کسی کے کام پر تنقید کرنا نہیں ہے اور اللہ کا فضل ہے کہ ہم اپنے دل میں بھی کسی جماعت کے کام پر تنقید کا خیال تک نہیں لاتے۔" (اہم انٹرویو صفحہ ۳)

اس سلسلے میں راقم اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے ہی فتویٰ کو نقل کرنا کافی سمجھتا ہے امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"خود مصنف اقرار کرتا ہے کہ اسے کسی فریق (کسی مکتب فکر) سے مخالفت نہیں یہ بات لامذہب بے دین ہی کی ہو سکتی ہے۔ جسے دین و مذہب سے کچھ غرض نہیں۔" الفضل الموہبی صفحہ ۵۱)

لہٰذا ضرورت پڑی بلکہ اسے راقم نے اپنا فرض دینی سمجھا کہ طاہر القادری صاحب کی شخصیت اور اس کے ادارہ منہاج القرآن کے ذریعے قرآن و سنت اور اسلام کی تعلیمات کو جو اسلاف و آئمہ دین مجتہدین کے ذریعے ہم تک پہنچیں۔ جو نقصان پہنچا ہے یا پہنچ رہا ہے اس سے عوام و خواص برادرانِ اسلام کو مدلل طور پر آگاہ کروں ؎

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی
اپنا بیان حسنِ طبیعت نہیں مجھے

دُعاگو
غلام سرور قادری
گلبرگ لاہور

https://t.me/faizanealahazrat

مرزا غلام احمد قادیانی کی سی چال

طاہر صاحب نے بالکل اسی طرح کی چال چلی ہے جس طرح کی چال مرزا غلام احمد قادیانی نے چلی تھی۔ اس نے پہلے ہی سے یکدم نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا بلکہ پہلے تو "ملہم" ہونے کا دعویٰ کیا کہ اس پر الہام ہوتا ہے، پھر وحی کے نزول کا دعویٰ کر دیا۔ پھر آخر کار نبوت کا مدعی بن بیٹھا۔ بعینہٖ یہی محترم طاہر القادری کا حال ہے کہ آپ نے حسبِ ترتیب اور یکے بعد دیگرے درج ذیل ارتقائی اعلانات فرمائے اور دعوے کئے۔

۱۔ نابغۂ عصر میں فرمایا کہ آپ اجتہاد کرنے کا شوق رکھتے ہیں اور تقلیدِ جامد کے قائل نہیں ہیں۔ یہ تقلیدِ جامد کی اصطلاح جو منکرینِ اتباعِ آئمہ کرام کی وضع کردہ ہے اختیار کر کے لوگوں کے دلوں سے آئمہ کی اتباع کے جذبہ کو مٹانا شروع کیا۔

۲۔ پھر عمرہ ادا کرنے گئے تو غارِ حرا تک پہنچنے کے لئے میاں نواز شریف اور اختر رسول صاحبان جیسے ملکی سطح بلکہ بین الاقوامی شہرت کے مالک حضرات کے کندھوں کی سواری فرمائی اور واپس آ کر اتفاق مسجد کے خطبۂ جمعہ میں اس کا ڈھنڈورا پیٹا۔ تاکہ اس سے دنیا والوں کے ذہنوں میں کم از کم یہ تصور آ ہی جائے کہ طاہر القادری کس قدر اونچی اور علمی شخصیت کے مالک ہوں گے جنہیں ایسے ایسے لوگ بھی کندھوں پر اٹھانا فخر محسوس کرتے ہیں۔

۳۔ پھر منہاج القرآن سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی طرف اس بشارت کو منسوب کیا کہ آپ نے موصوف کو منہاج القرآن کے نام سے ادارہ بنانے کا حکم فرمایا۔ موصوف نے اس سے عوام و خواص کے ذہنوں کو اپنی طرف ایک بار پھر متوجہ کر دیا اور اپنی عظمت کو جانے کا اظہار

https://t.me/faizanealahazrat

۴۔ پھر غارِ حرا میں فرشتہ کے نزول کا دعویٰ کیا اگر عوام شور نہ مچاتے اور کچھ لوگ سڑکوں پر نکل کر قادری صاحب کے پتلے کو نہ جلاتے تو شاید قادری صاحب اس کی تاویل و توجیہہ کرنے کی زحمت گوارا ہی نہ فرماتے کہ ان کی مراد فی الواقع فرشتہ نہ تھا بلکہ ایک انسان تھا جس نے وہاں ان کی خبر گیری کی تھی۔

۵۔ اس کے بعد جناب نے فروعی مسائل میں اجتہاد کی ضرورت پر زور دینا شروع کر دیا۔ چنانچہ وہ اپنے ایک رسالہ "اجتہاد کا دائرہ کار" میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم آئمہ اربعہ کے وضع کردہ اصولِ اجتہاد کی روشنی میں اجتہاد کریں گے یہ الگ بات ہے کہ کہیں نتیجتاً ہماری فقہی رائے آئمہ اربعہ (میں سے جس کی ہم تقلید کرتے ہیں یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ) کی رائے سے مختلف و متصادم ہو جائے اس سے تقلید میں فرق نہیں آئیگا کیونکہ اصول میں ہم ان کی ہی پیروی کرتے ہیں۔ اصول انہی کے ہیں ہمارے نہیں، ہم ان کے اصولوں سے نہیں ہٹیں گے۔ یعنی ہم اپنے اصول نہیں بنا سکتے کیونکہ اس سے امت میں فتنہ کے اُٹھنے کا اندیشہ ہے" (از ص۱۹ تا ۲۰)

۶۔ اجتہاد کے دعویٰ کے ساتھ حضرت الحاج میاں محمد شریف صاحب مدظلہ کی کوٹھی پر عورت کی نصف اور پوری دیت کے سلسلے میں ۸ ستمبر ۸۴ء کو منعقد کئے گئے مذاکرہ میں طاہر صاحب نے فقہاء آئمۂ اہلسنت کو بڑی جسارت کے ساتھ اپنا فریق قرار دے کر ان کے حوالوں کو سند کے طور پر تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اس طرح صحابہ و تابعین و اتباع تابعین و فقہاء اور آئمہ کے اجماعی مسئلہ کا انکار کر کے اجماع کے ہی منکر ہو گئے۔ ان کے ٹیپ شدہ الفاظ اب بھی بے شمار لوگوں کے پاس موجود ہیں، خصوصاً راقم کے ہاں، جامعہ نعیمیہ، جامعہ نظامیہ، شاہ تراب الحق (کراچی) اور دیگر بہت سے احباب کے ہاں یہ کیسٹ موجود ہے۔ ان کے اپنے الفاظ بلا کم و کاست ملاحظہ فرمائیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

پروفیسر طاہر القادری کا فقہاء اُمت اور ائمہ اہل سنت کو اپنا فریق (مدمقابل) قرار دینا اور ان کے فیصلوں کو سند تسلیم کرنے سے کھلا انکار کرنا

پروفیسر موصوف نے اس مذاکرہ میں درج ذیل خیال کا اظہار کیا۔ ان کے اپنے الفاظ انہی کی آواز میں۔

"نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ حضرات! تمام مشائخ کرام۔ اس سلسلے میں عورت کی دیت کے بارے میں فقہاء و علماء کی اکثریت کا فیصلہ نصف دیت کے بارے میں موجود ہے اب چونکہ ایک طرف علماء و فقہا حضرات کا موقف موجود ہے دوسری طرف میں نے ایک طالب علم کی حیثیت سے اختلافی نقطۂ نظر عرض کیا ہے لہٰذا سب سے پہلے میں عرض کروں گا کہ اس نزاع کو رفع کرنے کا شرعی اسلوب کیا ہے؟ اس کے مطابق میں نے اس مسئلہ کو سوچا اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں۔ اسلوب عرض کر رہا ہوں۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا کہ یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا أَطِیْعُوا اللّٰهَ وَأَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْأَمْرِ مِنْکُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ اس میں تین اطاعتوں کا ذکر ہے۔ اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو۔ اور تم میں سے

https://t.me/faizanealahazrat

جو اولی الامر ہیں۔ اطیعوا اللہ سے مراد کتاب کا حجت ہونا ہے، اطیعوا الرسول سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے اور اولی الامر یعنے صاحبان امر میں بلاشک وشبہ ہمارے آئمہ و مجتہدین آتے ہیں۔ اب آئمہ و مجتہدین کہ تابع ہیں کتاب وسنت کے لہٰذا ان سے، نہ کتاب وسنت سے اختلاف کا کسی کو حق ہے۔ لیکن آئمہ و مجتہدین سے اختلاف کرنے کا ہر کسی کو از روئے شرع حق حاصل ہے۔ اگر ایسی صورت کوئی پیدا ہو جائے تو فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول۔ تنازع ہو جائے کسی مسئلہ پر تو اس کو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹایا جائے۔ اس لئے اس مسئلے کو سوچنے کا رُخ میں نے یہ اپنایا کہ بجائے اس کے علماء وفقہاء کی عبارات وتصریحات وفقہ کی کتابوں میں مندرج فیصلوں کو سند مان کر بات کی جائے اس کیس دیت کے مسئلہ، میں وہ ایک فریق ہیں۔ اس مسئلہ میں وہ ایک فریق ہیں۔ ان کا ادب ان کا احترام ان کے پاؤں کی خاک بھی میری آنکھوں کا سرمہ ہے وہ اپنی اپنی جگہ قائم ہے اور ہم روحانی اعتبار سے ان کی اولاد ہیں اولاد سے بھی کم درجہ کے لوگ ہیں وہ اپنی جگہ قائم ہے چونکہ اس کیس میں وہ فریق ہیں۔ لہٰذا میں اس میں ان کے حوالہ جات تصریحات اور فیصلوں کو سند تسلیم نہیں کرتا۔ سند کتاب وسنت کو تسلیم کیا جائے گا۔"

(یہ الفاظ حضرت کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سنائے گئے تھے تب انہوں نے طاہر القادری کے رد میں "اسلام میں عورت کی دیت" کتاب لکھی جس میں لکھا کہ نصف دیت پر صحابہ کا اجماع ہے اور تمام مجتہدین آئمہ اہل سنت کا بھی۔ اس کا منکر گمراہ ہے۔) (تصدیق کرنے والے علماء کرام)

طاہر القادری کی اس کیسٹ کو میں نے خود سنا اس کی آواز ہے۔ یہی الفاظ من وعن اسی کے

https://t.me/faizanealahazrat

میں نے اپنے کانوں سے سُننے میں تصدیق کرتا ہوں۔ ۱۔ مولانا خلیل اشرف قادری بہاولنگر۔ ۲۔ مولانا اللہ یار اشرفی بہاولنگر ۳۔ مفتی عبدالقیوم ہزاروی لاہور۔ ۴ مولانا محمد رشید نقشبندی لاہور۔ ۵ مولانا حافظ عبدالستار لاہور ۶۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی لاہور، ۷۔ مولانا مفتی محمد حسین قادری سکھر، ۸۔ مولانا ابوالاعجاز قادری لاہور۔ ۹۔ پروفیسر ظہیرالدین بابر لاہور۔ ۱۰۔ مولانا محفوظ الحق لاہور۔ ۱۱۔ مولانا محمد یار قادری لاہور۔ ۱۲۔ مولانا محمد صدیق ہزاروی لاہور وغیرہم ان سب کے دستخط ہیں۔ جناب طاہر نے اپنے انٹرویو میں جسے انہوں نے ریاض حسین چوہدری کے نام سے "سنٹر اسلامک سٹڈیز سیالکوٹ ۳۳/۴ رنگ پورہ روڈ سیالکوٹ" شائع کرایا ہے۔ اس میں "مقابل" کے لفظ سے سوال کیا گیا ہے جبکہ موصوف نے آئمہ مجتہدین اہل سنت کے بارے میں لفظ "فریق" استعمال کیا اور لفظ فریق کے معنی "مقابل" کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتے۔ بلکہ آئمہ اہلسنت کو فریق کہنا نہ صرف گمراہی بلکہ دین و ایمان سے بھی ہاتھ دھونا ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

تمہید

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے محبوب ترین پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب اور تا قیامت آنے والے مسلمان اتقیا پر بے شمار درود و سلام کے بعد، برادرانِ اسلام کی خدمت میں گذارش ہے کہ ہم کس قدر خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت سے بنایا۔ پھر صحیح العقیدہ اہلِ سنت میں سے کر کے ہم پر مزید احسانِ عظیم فرمایا کہ اپنے حبیبِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے وہ کتاب عطا فرمائی جس کا نام اس نے خود ہی قرآنِ کریم، فرقان اور الکتاب یعنی کتابِ کامل رکھا ایسی کتاب جس کی شانِ اعجازی کا یہ عالم کہ اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے برابر بھی منکرین فصیح و بلیغ اور قادر الکلام ہونے کے باوجود نہ لا سکے۔

توضیح الکتاب

اس میں شک نہیں کہ احکام اسلام و ہدایات اسلام کا سرچشمہ قرآنِ کریم ہے۔ جس کی توضیح و تشریح کی ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سونپی اور آپ نے حسبِ فرمانِ الٰہی اس کی تفسیر و توضیح بھی فرما دی۔ پھر مسلمانوں کو حکم عام دیا گیا کہ

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (انبیاء، آیت ۷) تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

https://t.me/faizanealahazrat

یعنی اس کے باوجود اگر تمہیں قرآن و سنت سے متعلق کوئی بات دریافت کرنا ہو تو ائمہ مجتہدین کی طرف رجوع کرو جو اپنی علمی و اجتہادی فکر اور تحقیقی قوت و صلاحیت و بصیرت سے قرآنِ کریم کا صحیح ادراک و فہم رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ائمہ دین سے سوال کرنے کا حکم صادر فرما کر قرآنِ کریم میں رائے زنی کا راستہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا۔

تفسیر بالرأی کی ممانعت

اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے محض اپنی رائے کے ساتھ اور من گھڑت طریقے سے قرآن کریم کی تفسیر کرنے سے نہ صرف منع فرمایا۔ بلکہ ایسے شخص کو دوزخی قرار دیا جو قرآن کی تفسیر و تشریح یا اس کے معانی اپنی رائے سے کرے اور جو تفسیر منقول و ماثور چلی آرہی ہے۔ اس کو ترجیح نہ دے بلکہ اس کے مقابلہ میں اپنی رائے سے کی گئی تفسیر و تشریح کو ہی ترجیح دے اور اپنے من گھڑت معنوں کو ہی فروغ دے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

من قال فی القرآن برأیہ فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ (مشکوٰۃ از ترمذی)

جس نے قرآنِ کریم کے معنوں میں اپنی رائے سے کوئی بات کہی اسے چاہیئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں سمجھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جس نے قرآن کے معنوں میں اپنی رائے سے کچھ کہا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں سمجھے۔

شیخ المحققین علی بن سلطان القاری علیہ رحمۃ الباری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ

"جس نے قرآن کے معنوں یا اس کی قرأت کے بارے میں اہلِ لغت اہلِ عربیت میں سے ائمہ کرام کے اقوال جو قواعد شرعیہ کے مطابق ہیں کی اتباع

https://t.me/faizanealahazrat

کئے بغیر اپنی طرف سے اپنی عقل و فکر کے تقاضا کے مطابق کچھ کہا تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں سمجھے کیونکہ قرآن کی تشریح و تفسیر اور اس کے معانی میں انسان کی ذاتی رائے کا کوئی دخل نہیں۔ بلکہ اس کا تعلق نقل سے ہے جو اسلاف سے ہم تک پہنچی۔ پس معلوم ہوا کہ علم تفسیر نقل سے حاصل ہوتا ہے یا ائمہ کے اقوال سے یا عربی گرامر کے قواعد سے یا ان اصولی قواعد سے جن کی بحث اصولِ فقہ میں یا اصول دین میں کی جاتی ہے۔ امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ وعید کی حقدار اہلِ بدعت و گمراہوں کی تفسیریں ہیں جنہوں نے قرآن کریم کے لفظ کے مدلول و مراد کو ہی اڑا دیا یا معنی کے اثبات اور نفی دونوں امروں میں اسے غیر مدلول اور غیر مراد پر محمول کیا۔ پس وہ دلیل اور مدلول دونوں میں خطا کار ہیں۔ جیسے عبدالرحمٰن بن کیسان الاصم و جبائی و عبدالجبار و رمانی اور زمخشری وغیرہم ایسے لوگوں کی تفسیریں ہیں۔ ان میں سے کچھ اپنے سنجیدہ کلام میں تفاسیرِ باطلہ اور بدعتوں کو داخل کرتے ہیں۔ پس ان کو اکثر اہل سنت پر رواج دیتے ہیں۔ جیسے صاحبِ کشاف اور ان لوگوں کے قریب قریب ابنِ عطیہ کی تفسیر ہے بلکہ امام ابن عرفہ مالکی اس کی بڑی مذمت فرماتے تھے اور فرماتے کہ ابنِ عطیہ صاحبِ کشاف سے بدتر ہے کیونکہ صاحبِ کشاف کے اعتزال کو ہر شخص جانتا ہے تو اس سے بچتا ہے۔ ابن عطیہ کے برعکس کیونکہ یہ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالتا ہے کہ وہ اہلِ سنت سے ہے۔" (مرقاۃ ج ۱ ص ۴۳۸/۴۳۹)

اور حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

من قال فی القرآن برأیہ فاصاب فقد اخطأ (ترمذی)	جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا پھر اس کا کہا اتفاق سے ٹھیک نکلا جب

https://t.me/faizanealahazrat

بھی اس نے خطا کی۔

مفسر کا علم

یعنی اس نے شریعت کی رو سے خطا کی اور گنہگار ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بیان کرنے کے لئے مفسر کو کچھ شرائط کا جامع ہونا چاہیئے اور وہ یہ کہ قرآن کی تفسیر کرنے والے کو پندرہ علوم پر عبور حاصل ہونا چاہیئے۔ لغت[1]، نحو[2]، صرف[3] اور اشتقاق[4] کا علم ہونا چاہیئے۔ کیونکہ کسی اسم کا اشتقاق جب دو مادوں سے ہو تو دو مختلف مادوں کے اختلاف کی وجہ سے معنی بھی مختلف ہو جائیں گے۔ مثلاً لفظِ مسیح کو لے لیجئے۔ اس میں احتمال ہے کہ یہ سیاحت سے ہو جس کے معنی سیر کرنے اور چلنے کے ہیں۔ ایسی صورت میں مسیح اسم مفعول کا صیغہ ہوگا۔ بمعنی اسم فاعل، یعنی سیر کرنے اور چلنے والا اور یہ احتمال بھی ہے کہ یہ مَسْح سے مشتق ہو جس کے معنی کسی شئی پر ہاتھ پھیرنے کے ہیں تاکہ اس کا اثر اس شئی تک پہنچے۔ یا اس شئی کا اثر ہاتھ تک پہنچے۔ اور مَسَحَ فِی الْاَرْضِ سے ماخوذ ہو تو اس کے معنی زمین پر چلنے کے بھی ہیں۔ غرضیکہ ایک لفظ ہے۔ لیکن تعدد مادہ کے احتمال سے اس کے معنی بھی متعدد ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح مفسر کے لئے ضروری ہے کہ اسے علم معانی، بیان، بدیع قرأت، اصول فقہ، اصولِ حدیث، اسبابِ نزول، قصص، (تاریخ)، ناسخ و منسوخ، فقہ، کلام (عقائد) اور احادیثِ مبینہ، احادیثِ مجملہ کے علم پر عبور ہونا چاہیے۔ لیکن جناب طاہر القادری صاحب کی کتابیں پڑھنے اور اس کی تقریروں کی کیسٹیں سننے سے اہلِ علم و تحقیق جو درسِ نظامی پر عبور رکھتے ہیں پر واضح ہو جائے گا کہ موصوف ان علوم میں سے کسی ایک علم پر بھی عبور نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ قرآنِ کریم و حدیث شریف وغیرہما کے معانی و تراجم میں جگہ جگہ ٹھوکریں کھاتے اور جو اپنی فکرِ ناقص میں آتا ہے کہتے چلے جاتے ہیں یہ تک معلوم کرنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ جو معنی وہ کہے جا رہے ہیں اسلاف سے منقول

https://t.me/faizanealahazrat

بھی ہیں یا نہیں۔ ہمیں تو ائمہ تفسیر نے یہی تعلیم دی ہے اور انہوں نے خود بھی اسی احتیاط کو ملحوظ رکھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم قرآن وسنت میں مرادِ الٰہی اور مرادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کچھ کہہ جائیں اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افترا کرنے والے ٹھہریں اور دوزخی قرار پائیں۔ چنانچہ علامہ امام محمود آلوسی تفسیر روح المعانی میں سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۵۵ میں لفظ " وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ " کے متعدد معانی کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تم اس بات کو دیکھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس سوال کو پورا کر دیا جو تم نے اس سے حصول رؤیت (دیدار) کے بارے میں کیا تھا اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

لکن ھذا الوجہ غیر منقول فلا اجسر علی القول بہ وان کان اللفظ یحتملہ

لیکن یہ معنی اسلاف سے منقول نہیں ہے لہٰذا میں اس کا یہ معنی کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا اگرچہ لفظ اس معنی کا احتمال رکھتا ہے۔

(تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۲۶۲)

سبحان اللہ! قارئین! غور فرمائیے ہمیں بزرگوں سے تعلیم یہ ملی ہے اور گذشتہ حدیثوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے معنی میں انتہائی احتیاط کی جائے اس کے ایک ایک لفظ کے معنی میں بار بار غور کیا جائے۔ اسلاف کے تراجم و تفاسیر پر غور کیا جائے عجلت اور جلد بازی نہ کی جائے۔ اگر خدانخواستہ ایک غلطی بھی ہو گئی تو آنے والی بے شمار نسلیں اس غلطی میں مبتلا ہو کر، اس غلط ترجمے کرنے والے صاحب کے لئے خدا تعالےٰ کے ہاں زبردست بوجھ اور زبردست گرفت و عذاب کا باعث ہوں گی۔

https://t.me/faizanealahazrat

جناب طاہر القادری کی تفسیرات تو

اغلاط وخرافات سے پر ہیں ہی۔ مگر افسوس کہ دیگر نئے تراجم وتفاسیر بھی جو حال ہی میں پچھلے چند سالوں سے مارکیٹ میں آئے ہیں بے شمار معنوی وتحقیقی اغلاط پر مشتمل اور مخالفین اہلِ سنت کے تراجم وتفاسیر سے استفادات پر مبنی ہیں اور ان کو قرآن کا جمال اور قرآن کی ضیا کا نام دیا جارہا ہے اور چونکہ نام سنیوں کا ہے اس لئے سنی حضرات ان نئی تفاسیر تراجم پر انحصار کررہے ہیں۔ جس کا نتیجہ علمی واعتقادی مغالطوں کی صورت میں برآمد ہوگا۔ کیونکہ ان تراجم میں نہ تو مسلکِ حق کا حسن وجمال ہے اور نہ ہی نور وضیا۔ بلکہ ظلمت وتاریکی کا زیادہ امکان ہے۔ فاعتبروا یا أولی الابصار۔ اور یہ ڈاکٹرز حضرات آج کے دور میں قرآن وسنت کی تعلیم کا جس طرح حلیہ بگاڑ رہے ہیں (خدا کی پناہ) اس کا اندازہ آپ کو ڈاکٹر پروفیسر طاہر القادری کی ان تحریفات سے ہوگا جو ہم قارئین کے لئے پیش کررہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے اور دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس سادہ لوح قوم اور خصوصاً بھولے بھالے سُنیوں کو ان کی دین اور قرآن کے نام پر کی گئی فریب کاریوں سے محفوظ رکھے اور حق وباطل میں تمیز کرنے والی بصیرت عطا فرمائے۔ آمین۔

https://t.me/faizanealahazrat

مُفسّرِ قرآن کون ہو سکتا ہے؟

کس قدر تعجب بلکہ افسوس کا مقام ہے کہ ایک شخص کی علمی صلاحیت و استعداد اس حد تک کمزور ہو کہ وہ "لَمَا" اور "لَمَّا" کے الفاظ اور ان کے معنوں کے درمیان تفریق و تمیز تک نہیں کر سکتا۔ پھر وہ دنیا بھر میں درسِ قرآن دیتا پھر رہا ہے اور قوم آنکھیں بند کر کے اس پر اپنی دولت بے دریغ ضائع کر رہی ہے۔ حالانکہ قرآنِ کریم کی تفسیر کرنے اور اس کے درس دینے کا اسی شخص کو حق حاصل ہے جو علمِ حدیث پر عبور رکھتا ہو اور ناسخ و منسوخ سے آگاہ ہو اور جسے لغاتِ عرب پر بھی عبور ہو۔ چنانچہ امام محمود آلوسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ

فَمَنْ لَّمْ يَكُنْ عَالِمًا بِلُغَاتِ الْعَرَبِ لَا يَحِلُّ لَهُ التَّفْسِيرُ كَمَا قَالَهُ مُجَاهِدٌ وَيُنَكَّلُ كَمَا قَالَهُ مَالِكٌ وَهٰذَا مِمَّا لَا شُبْهَةَ فِيهِ۔

(روح المعانی ج ۱ ص ۵)

جو شخص عرب کی لغات پر عبور نہ رکھتا ہو اس کے لئے قرآن کی تفسیر کرنا حلال نہیں جیسا کہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور ایسے شخص کو سزا دی جائے گی جیسا کہ امام مالک نے فرمایا اور اس کے حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

عربی زبان پر عبور نہ رکھنے والوں کو قرآن کی تفسیر کرنے اور درس دینے کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے

امام مجاہد رضی اللہ عنہ کا ارشادِ گرامی سب مسلمانوں کو دل کے کانوں سے سننا پھر یاد رکھنا چاہیئے کہ جو شخص عربی زبان پر عبور

https://t.me/faizanealahazrat

نہیں رکھتا اسے قرآنِ کریم کی تفسیر کرنا ناجائز و حرام ہے اور حرام کا ارتکاب گناہِ کبیرہ ہے اور گناہِ کبیرہ کی اجازت کسی بھی اسلامی ریاست میں نہیں دی جاسکتی۔ لہٰذا امام مالک رضی اللہ عنہ کے ارشادِ گرامی کی روشنی میں پروفیسر طاہر القادری صاحب، ڈاکٹر اسرار احمد اور اسی قسم کے لوگ جو بنیادی طور پر میڈیکل ڈاکٹر یا وکیل یا کچھ اور تھے مگر انہوں نے اپنے پیشے کو چھوڑ کر قرآن کے علوم سے کھیلنا شروع کر دیا۔ انہیں ہرگز ہرگز اس بات کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے کہ محض فنِ تقریر و زورِ خطابت کی بنا پر دین اور ملک و قوم میں فتنے برپا کرتے پھریں۔

حکومت کی ذمّہ داری

حکومتِ پاکستان جو اسلامی ریاست ہونے کا دعویٰ کرتی ہے اس پر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فرض ہے۔ "قرآنِ کریم اور حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہِ اسلامی" کو ایسے وکیلوں، پروفیسروں اور ڈاکٹروں سے تحفظ دے۔ اور اس کا بہترین طریقِ کار یہ ہے کہ حکومت ایسے علمائے دین کا ایک بورڈ بنا دے جو پاکستان کے مشہور و معروف دینی مدارس میں حدیث و تفسیر اور فقہ کی کامل مہارت رکھتے اور کم از کم بیس سالہ ان علوم کا تجربۂ تدریس رکھتے ہوں اور ان علوم کو تا حال پڑھاتے چلے آرہے ہوں۔ وہ بورڈ تمام دینی و مذہبی نوعیت کی طبع ہونے والی کتابوں کا مطالعہ کرے اور جائزہ لے اور مستقل طور پر اس کا کام ہی یہی ہو۔ جو کتاب یا لٹریچر آئمہ دین و مجتہدینِ اہلسنت جن کی شخصیتیں مسلمہ ہیں کی اجماعی آراء کے خلاف مواد پر مشتمل ہو اس کے خلاف کارروائی کی جائے اور آئندہ مصنف کی تصنیف و تالیف کی طباعت ممنوع قرار دے دی جائے۔

https://t.me/faizanealahazrat

تفسیرِ قرآن کے لئے کس قدر علم ضروری ہے

علامہ آلوسی
علیہ الرحمۃ تفسیر

روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ " جب تک کسی کو عربی لغات ، علم معانی ، بیان ، بدیع ، اُصولِ حدیث و اصولِ فقہ ، عقائد و کلام ، قراۃ و تجوید ، صرف و نحو اور فقہ پر عبور نہ ہو ۔ اس وقت تک اسے قرآن کی تفسیر اور حدیث کی تشریح و تعبیر کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ، اگر کرے گا تو خود بھی ہلاکت میں پڑے گا اور دوسروں کو بھی ڈالے گا "

(رُوح المعانی ج ۱ ص ۶/۵)

اور پروفیسر صاحب کی کتابیں درسائل دیکھنے اور ان کا براہِ راست ، خطاب شریف سننے اور سمجھنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ان مذکورہ علوم پر انہیں عبور ہونا تو بڑی بات ہے وہ ان علوم سے ضروری تک بھی واقف نہیں ہیں پھر مفکرِ اسلام و مفسرِ قرآن ہونے کا دعویٰ ۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ قرآنِ کریم کی تحریف معنوی کرنے والے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ و افترا باندھتے ہیں جو گناہِ کبیرہ اور جرمِ عظیم و گمراہی ہے جس کی سزا یہ ہے کہ ایسے مفتری لوگ کبھی بھی عذابِ الیم سے نہیں بچ سکیں گے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :۔

" اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ

(یُونس آیۃ ، النحل آیت ۱۱۶)

ترجمہ :۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ و افترا باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے ۔

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر القادری مجتہد بنتے ہیں مگر عربی صحیح پڑھنا نہیں آتی

طاہر القادری مجتہد تو بنتے ہیں مگر مبلغ علم کا یہ حال ہے کہ عربی صحیح پڑھنا نہیں آتی اور عربی گرامر تک سے واقف نہیں۔

جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا۔ طاہر القادری صاحب بنیادی طور پر ایک وکیل ہیں۔ علوم عربیہ سے ناواقف ہیں اور وہ بے جا ایک عالم دین کا رُوپ اختیار کر کے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں ان کی کتابیں تضادات اور اغلاط کا مجموعہ ہیں۔ بعض اوقات وہ کفریہ الفاظ تک بول جاتے ہیں۔ اس کا ثبوت آگے چل کر ہم خود ان کی کتابوں سے پیش کریں گے۔ سرِدست ہم یہ ثبوت پیش کرنے لگے ہیں کہ علوم عربیہ سے ناواقف ہیں اور اس سوال کرنے میں ہم حق بجانب ہیں کہ جس شخص کو صحیح عربی پڑھنا نہ آئے وہ مجتہد کیسے ہو سکتا ہے اور اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وصلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم دین کی ذمہ داری کیسے سونپ سکتے ہیں؟

طاہر القادری صاحب کو صحیح عربی پڑھنی بھی نہیں آتی اور نہ ہی ان میں قرآن کریم کا صحیح ترجمہ کرنے کی صلاحیت ہے یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جس کا ناقابل تردید ثبوت کیسٹ کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ جامعہ نعیمیہ اور جامعہ نظامیہ میں بھی موجود ہے۔ ۸ ستمبر ۱۹۸۴ء کے مذاکرہ میں پروفیسر و مجتہد صاحب نے درج ذیل عبارتیں غلط پڑھیں۔

۱۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الاکلیل کے صفحہ ۷۹ میں سے ایک عبارت میں لفظ "سَوَاءٌ" کو پیش کے ساتھ پڑھا جو کہ غلط ہے۔ اسے "سَوَاءٍ" زبر کے ساتھ پڑھنا چاہیئے تھا۔

۲۔ امام جصاص کی کتاب احکام القرآن کی عبارت "وقد کان تحمل الدیات" میں لفظ "تحمل" کو تُحَمَّلُ "پڑھا، پھر اٹک

https://t.me/faizanealahazrat

گئے اور دوبارہ میم کی شد کے ساتھ یعنی "تُحَمَّلُ" پڑھا، یعنی اس لفظ کو دوبار پڑھا اور دونوں بار غلط پڑھا۔ جب کہ صحیح تلفظ "تَحَمُّلٌ" ہے اور یہ مصدر ہے مگر مجتہد صاحب نے اس کو بصیغۂ فعل مضارع مجہول پڑھا۔ کیسٹ سُن لیجئے۔ نیز اسی کیسٹ میں علامہ صاحب نے یہ جھوٹ بالا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل عورت کی دیت عرب کے رواج میں سو اونٹ تھی حالانکہ تاریخ عرب میں لکھا ہے کہ پچاس اونٹ تھی۔

(ملاحظہ ہو المفصل فی تاریخ ماقبل الاسلام ج ۵ ص ۵۹۳)

۳۔ اس کے بعد پروفیسر صاحب نے احکام القرآن کی ایک اور عبارت پڑھی۔ "وکان ذلك مما یعد من جمیل" اس میں لفظ "یعد" کو "یَعُدَّ" پڑھا جو غلط ہے جب کہ اس کا صحیح تلفظ "یُعَدُّ" ہے

۴۔ پھر موصوف نے یہ عبارت پڑھی اور اس میں ایک ہی لائن میں دو فحش غلطیاں کیں جو عربی کے عام طالب علم بھی نہیں کریں گے وہ عبارت یہ ہے "واطلاق اسم الدیۃ انما یقع علی المتعارف المعتاد" یہاں خطِ کشیدہ الفاظ میں سے لفظ "یقع" کو انہوں نے قاف کی کسرہ یعنی زیر کے ساتھ پڑھا۔ حالانکہ صحیح تلفظ قاف کی فتح یعنی زبر کے ساتھ ہے یعنی یَقَعُ نہیں بلکہ یَقَعُ ہے۔ لیکن پروفیسر صاحب نے اس کو غلط پڑھنے کا ریکارڈ قائم فرمایا۔ پھر جناب "المعتاد" کو "المُتْعَاد" پڑھتے رہے۔ یعنی صحیح تلفظ میں عین پہلے ہے اور تا بعد میں مگر مجتہد صاحب نے اسے اُلٹ کر دیا اور ستم یہ کہ ترجمہ میں بھی اس کا تلفظ غلط کرتے رہے یعنی معتاد کی بجائے متعاد کہتے رہے۔

کیسٹ اور پروفیسر صاحب کی آواز خود ہی سن لیجئے۔ اگر ہم ذرہ بھر بھی غلط کہتے ہیں تو

https://t.me/faizanealahazrat

اہلِ علم حضرات جو چاہیں ہماری سزا تجویز کریں ہمیں منظور ہوگی اور اگر یہ کیسٹ حقیقت پر مبنی ہو تو ایسے نااہل شخص کو اس کے جھوٹے دعووں سے علانیہ توبہ کرائیں۔ اور حکومت نا صرف اس کے ٹی وی کے پروگرام بند کردے بلکہ اس کو دی گئی ایک سو ساٹھ کنال اراضی بھی واپس لے لے اور اس کی تحریک منہاج القرآن پر پابندی لگا دے۔ کیونکہ اس قسم کی تحریکیں جن کے بانی صحیح العقیدہ اور صحیح عالمِ دین نہ ہوں لوگوں کی گمراہی کا باعث بنتی ہیں نیز اس کی کتابیں اور رسالے جو حکومتِ پنجاب نے سکولوں، کالجوں یونیورسٹیوں کی لائبریریوں کے لئے منظور کیا ہوا ہے اس آرڈر کو واپس لے۔

۵۔ پھر جناب نے سید سابق کی کتاب فقہ السنۃ میں عربی عبارت پڑھی تو اس میں واقع اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کے ساتھ لفظ سبحانہٗ کو نون کی کسر یعنی زیر کے ساتھ پڑھتے رہے۔ یعنی سبحانہٖ وتعالیٰ۔ جب کہ صحیح تلفظ نون کی زبر کے ساتھ ہے یعنی سبحانہَ وتعالیٰ، مگر مجتہد صاحب نے خدا تعالیٰ کے نام کا غلط تلفظ کر کے دنیا میں پہلا ریکارڈ قائم کیا۔

۶۔ پھر موصوف نے سنن نسائی شریف کی حدیث شریف پڑھی۔ اس میں واقع عبارت "ان شئت ان تؤدی مایۃ من الابل" کو غلط پڑھا۔ اس میں حدیث کی خط کشیدہ عبارت کو "اَن قُوَدّیٰ" پڑھا جو غلط ہے پھر راقم نے اصلاح کر کے مجتہد صاحب کو کم از کم حدیث کی عبارت صحیح پڑھنے پر مجبور کر دیا اور گزارش کی کہ اسے "اَن تُؤَدِّیَ" پڑھئے۔ تب مجتہد صاحب نے اسے دوبارہ صحیح پڑھا اور راقم سے معذرت بھی چاہی۔ یہ ریکارڈ پر موجود ہے۔ ٹھنڈے دل سے سوچئے کہ مجتہد صاحب نے اس رات کو جو عبارتیں پڑھیں سب کا یہی حال تھا یہ نمونہ کے طور پر چھ ثبوت عرض کئے ہیں اور اس کے علاوہ جھوٹ بولے جس کی ایک مثال ابھی گزری ہے کہ عرب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے عورت کی دیت سو اونٹ تھی حالانکہ عرب کی تاریخ میں پچاس اونٹ لکھی ہے جس کا حوالہ ابھی گزرا۔

https://t.me/faizanealahazrat

سلسلۂ
تحریفاتِ قرآن

قارئین! اب سلسلۂ تحریفات وخرافات کو ملاحظہ فرمائیں جو جناب طاہر القادری نے قرآن وسنت وفقہاءِ امت اور ائمہ اہلسنت کی عبارات وارشادات میں روا رکھا۔ یہ سلسلۂ تحریفات ہی نہیں، بلکہ قرآن وسنت اور اسلام کے ساتھ بدترین مذاق ہے۔ جس کی مثال آپ کو زمانہ ماضی میں کہیں بھی نہیں ملے گی۔ اگر ملک میں اسلامی نظام نافذ ہوتا تو یقین فرمائیے کہ ایسے شخص کو اسلامی عدالت میں سب سے بڑے مجرم کی حیثیت سے پیش کیا جاتا۔ کیونکہ قرآن وسنت کے ساتھ ایسا مذاق سب سے بڑا جرم ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

تحریف نمبر ۱ :- پروفیسر صاحب اپنی کتاب "سورۂ فاتحہ اور تعمیرِ شخصیت" کے صفحہ ۲۱۲ پر سورۂ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ، کا آخری حصہ "اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ط" کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے" حالانکہ اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے۔ "بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔" (کنز الایمان اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)۔ کیونکہ "تَوَّاب" "فَعَّال" کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس کا معنی ہے "بہت توبہ قبول کرنے والا"۔ اسم مبالغہ وہ اسم ہے۔ جس میں معنی وصفی کی کثرت اور زیادتی پائی جاتی ہے۔ جیسے رَازِقٌ (رزق دینے والا) یہ اسم فاعل ہے اور اسی سے رَزَّاقٌ مبالغہ ہے جس کے معنی ہیں "بہت رزق دینے والا"۔

کسی بھی لفظ کے ترجمہ یا معنی کا معیار

اس میں شک نہیں کہ کسی بھی لفظ کے ترجمہ یا معنی کے

https://t.me/faizanealahazrat

صحیح یا غلط ہونے کا معیار عربی زبان کے قواعد وضوابط ہی ہو سکتے ہیں۔ یعنی اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ فلاں لفظ کا جو ترجمہ یا معنی کیا گیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط، تو عربی گرامر کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ آئیے۔ "تَوَّاب" کا معنی بھی عربی گرامر کی روشنی میں دیکھئے کہ آیا اس کا معنی "توبہ قبول کرنے والا" جو پروفیسر صاحب نے کیا ہے صحیح ہے یا "بہت توبہ قبول کرنے والا" جو اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے وہ صحیح ہے۔ اس سلسلے میں عربی گرامر کی مشہور کتاب "مراح الارواح" جو ہم طالب علموں کو پڑھاتے ہیں اور وہ سالہا سال سے درس نظامی میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس میں لکھتے ہیں۔

"یَجِیْءُ لِلْمُبَالَغَۃِ نَحْوُ صَبَّارٌ" یعنی اسم فاعل مبالغہ کے لئے آتا ہے جیسے "صَبَّار" (مراح الارواح صـ۲۵)

بہت صبر کرنے والا، تو، "تَوَّاب اور صَبَّارٌ" دونوں کا ایک ہی وزن ہے۔ مصنف نے "صَبَّار" کا لفظ بول کر ایک قاعدہ بتا دیا کہ اس وزن پر آنے والا اسم فاعل مبالغہ کے ہی معنی دیا کرتا ہے۔

اس کی شرح میں امام شمس الدین احمد بن سلیمان، عُرف علامہ ابن کمال باشا علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں "صَبَّارٌ" ای کثیر الصبر۔ یعنی صَبَّار کے معنی ہیں "بہت صبر کرنے والا" (الحنیفہ شرح مراح الارواح صـ۱۳۰)

اور الفلاح شرح مراح الارواح میں مزید واضح کر کے لکھتے ہیں

فیجیئ علی وزن فَعَّال، بفتح الفاء وتشدید العین نحو صَبَّار ای کثیر الصبر (الفلاح صـ۱۰۹)

یعنی اسم فاعل "فعّال" کے وزن پر ف کی زبر اور عین کی شد کے ساتھ، مبالغہ کے لئے آتا ہے۔ جیسے صَبَّار، فَعَّال کے وزن پر، بہت صبر کرنے والا۔

https://t.me/faizanealahazrat

لہٰذا "تَوَّاب" بھی اسم فاعل، مبالغہ کے لئے ہے، جس کے معنی ہیں "بہت توبہ قبول کرنے والا"۔ امام قاضی بیضاوی اپنی تفسیر میں جو "تفسیر بیضاوی" کے نام سے مشہور ہے اور درس نظامی میں شامل ہے لکھتے ہیں۔

"اَلتَّوَّابُ" الرجّاع علی عِبادِہٖ بالمغفرۃ او الّذی یکثر اعانتھم علی التوبۃ"

"یعنی "تَوَّاب" کے معنی ہیں، اپنے بندوں پر بخشش کے ساتھ بہت رجوع کرنے والا یا وہ ذات جو توبہ پر بندوں کی بہت مدد کرے"۔

(بیضاوی ج ۱ صـ۵ مع القرآن)

نیز تفسیر بیضاوی کے شارح علامہ امام شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

قال الامام: المراد من وصف اللہ تعالیٰ بالتوبۃ بالتوّاب، المبالغۃ فی التوبۃ"

یعنی امام صاحب نے فرمایا کہ یہ جو لفظ تَوَّاب کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کی صفت کی جاتی ہے اس سے مُراد توبہ (قبول کرنے) میں مبالغہ ہے۔

(شیخ زادہ شرح بیضاوی ج ۱ صـ۲۷۱)

لیجئے، مفسرین کرام بھی یہی فرما رہے ہیں کہ "تَوَّاب" کے معنی میں مبالغہ ہے۔ اس لئے اس کا معنی ہوگا۔ "بہت توبہ قبول کرنے والا"، نہ کہ "توبہ قبول کرنے والا"۔ لہٰذا دلائل کی روشنی میں "تَوَّاب" کے معنی "بہت توبہ قبول کرنے والا" ہوئے۔ اس کے برعکس اس کا معنی "توبہ قبول کرنے والا" کرنا، قرآن کریم کے معنوں میں کمی یا تحریف کرنا ہے۔" جس کا پروفیسر صاحب نے ارتکاب کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر طاہر القادری صاحب، صَرف و نحو (عربی گرامر) سے ضرورت کی حد تک بھی واقف نہیں ہیں۔ اس کے باوجود جناب کا یہ دعویٰ کہ میں نے درس نظامی مکمل پڑھا ہے اور یہ دعویٰ بھی کہ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، دین کی خدمت کرنے کا حکم دیا ہے"

https://t.me/faizanealahazrat

سچائی پر مبنی معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے پاک ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے شخص کو دین کی خدمت سونپیں اور قرآن وسنت کی تعلیم و تشریح کا حکم دیں جو عربی زبان کے قواعد تک سے صحیح طور پر شناسا نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک پیش گوئی:۔

اس موقع پر مجھے صحابیٔ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک پیش گوئی یاد آئی ہے جسے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا۔

سَتَجِدُوْنَ اَقْوَامًا یزعمون انھم یدعونکم الی کتاب اللہ وقد نبذوہ وراء ظھورھم۔ الخ	تم آنے والے زمانہ میں کچھ لوگوں کو پاؤ گے جن کا دعویٰ ہوگا کہ وہ انہیں اللہ کی کتاب (قرآن) کی طرف بلاتے ہیں حالانکہ انہوں نے اسے اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا ہوگا۔
(سنن الدارمی ج ۱ ص ۵۰)	(سنن دارمی ج ۱ ص ۵۰)

یعنی وہ خود قرآن کے علوم سے ناواقف اور روحِ عمل سے دور ہوں گے لیکن وہ تمہارے سامنے اپنے آپ کو قرآن کا عالم ومفسر ظاہر کریں گے۔

جناب محمود الحسن صاحب دیوبندی کی معنوی تحریفِ قرآن

قارئین! اگرچہ راقم کا مقصد صرف جناب پروفیسر طاہر القادری کی معنوی تحریف قرآن کی نشان دہی کرنا ہے۔ تاہم ضمنی طور پر یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اسی قسم کی معنوی تحریفیں کچھ اور لوگوں نے بھی کی ہیں۔ ان میں سے علماء دیوبند کے بزرگ جناب محمود الحسن صاحب دیوبندی بھی ہیں، ان کا ترجمۂ قرآن بھی اس قسم کی تحریفوں پر مشتمل ہے۔ محمود الحسن صاحب

https://t.me/faizanealahazrat

"اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا" کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں "بے شک وہ معاف کرنے والا ہے" محمود الحسن صاحب نے غلطی یا معنوی تحریف یہ فرمائی ہے کہ "تَوَّاب" کا معنی "معاف کرنے والا" کر ڈالا۔ یعنی توبہ کا معنی معافی سے کر گئے اور یہ بات عربی کی معمولی سی سمجھ رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ لفظ "تَوَّاب" توبہ سے ہے اور معاف کرنے والا، "عفو" سے ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام "عَفُوٌّ" آتا ہے۔ اور "عَفُوٌّ" کے معنی "درگذر کرنے اور معاف کر دینے کے ہیں۔ توبہ اور عفو میں فرق یہ ہے کہ توبہ کے معنی رجوع کرنے کے ہیں اور تواب اس کو کہیں گے جو رجوع لانے والے بندے کے رجوع (توبہ) کو بہت ہی قبول کرنے والا ہو۔ اس کے معنی میں بندے کا رجوع لانا شامل ہے۔ "عفو" کے معنی درگذر کرنے اور معافی دے دینے کے ہیں۔ خواہ بندے کے رجوع لانے کے بعد یا رجوع لانے سے پہلے ہی از خود معاف کر دے۔ مثلاً کئی ایک گنہ گار توبہ کے بغیر مر جاتے ہیں اس کے باوجود ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے۔ تو یہ اس کی شانِ عفو کا مظاہرہ ہوگا۔ لیکن اس کی شانِ تواب کا مظاہرہ اس وقت ہوگا جب کوئی بندہ دنیا میں ہی اپنی غلطی پر نادم ہو اور آئندہ غلطی نہ کرنے کا عہد کرتے ہوئے معافی کا خواستگار ہو اور اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے۔ جب دونوں یعنی تواب اور عَفُوٌّ کے معنی ایک دوسرے سے مختلف قرار پائے تو ان میں سے کسی بھی ایک کے معنی کی جگہ دوسرے کے معنی کو رکھ دینا غلط اور تحریفِ معنوی ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

تحریف نمبر ۲

پروفیسر طاہر القادری کی، تحریفِ قرآن کریم کی ایک اور بدترین بلکہ بدترین سے بھی بدترین مثال ملاحظہ فرمائیے۔ موصوف اپنی اسی کتاب "سورۂ فاتحہ اور تعمیرِ شخصیت" کے صفحہ ۲۳ پر سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۹ کا ایک حصہ لکھتے ہیں اور ساتھ ہی اس کا ترجمہ بھی فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

وَكَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ۔ (بقرہ ۸۹)

(ترجمہ) اور اس سے پہلے وہ اسی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے کافروں پر فتح طلب کرتے تھے مگر جب وہ ان کے پاس تشریف لے آئے تو ان کو نہ پہچانا اور ان کے منکر ہو بیٹھے۔

اس ترجمہ کو غور سے ملاحظہ فرمائیے اور پروفیسر صاحب کا یہ دعویٰ بھی مدِنظر رکھیے۔

"منہاج القرآن نے تہیہ کیا ہوا ہے کہ عہدِ حاضر کے جدید تقاضوں کے مطابق کتاب وسنت کی تعلیمات کی ایسی توجیہہ اور تشریح وتعبیر کی جائے جو قدیم سے مطابقت رکھتے ہوئے آج کے مسائل کا قابلِ عمل حل اُمتِ مسلمہ کے سامنے رکھ دے۔"

(ماہ نامہ منہاج القرآن ماہِ اپریل ۱۹۸۷ء ۱۱ صفحہ ۴)

لیجیے قرآن وسنت کی جدید تعبیر کا نمونہ دیکھیے اور اس دور کے مفسرِ قرآن پر قوم جو لاکھوں روپے نثار کر رہی ہے اس کا نیک ثمرہ بھی پائیے۔ سبحان اللہ! کیا ہی ترجمہ فرمایا "مگر جب وہ ان کے پاس تشریف لے آئے تو ان کو نہ پہچانا اور ان سے منکر

https://t.me/faizanealahazrat

ہو بیٹھے۔" اس میں "نہ پہچانا اور" دو غلطیوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے تحریفِ قرآن کریم کی بدسے بدترین مثال ہے۔ ایک تو ترجمہ اُلٹا کیا گیا ہے کیونکہ مثبت کو منفی بنا دیا گیا ہے۔ جب کہ اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے۔

"تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا (نبی و رسُول)، اس سے منکر ہو بیٹھے۔" (کنز الایمان، اعلیٰ حضرت)

حقیقت حال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اہلِ کتاب آپ سے متعلق اپنی اپنی کتابوں میں بہت کچھ پڑھ چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصافِ کریمہ، سابقہ کتابوں میں مذکور تھیں اور اس قدر تفصیل سے مذکور تھیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے قبل اچھی طرح جانتے پہچانتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے فتح و نصرت کی دعا کرتے تھے اور خود قرآن کریم میں ایک اور جگہ یوں ارشاد فرمایا گیا ہے

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ (بقرہ ۱۴۶)

"جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں۔ جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔"

(بقرہ ۱۴۶) (کنز الایمان اعلیٰ حضرت)

اس آیت سے واضح ہے کہ اہلِ کتاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے تھے اور اس جان پہچان کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہو بیٹھے۔ لیکن پروفیسر صاحب نے پہلی آیت کا ترجمہ اُلٹا کر کے کلامِ الٰہی کو آپس میں ٹکرا دیا۔ جس سے لازم آتا ہے کہ یہ کلامِ الٰہی نہ ہو۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

کیونکہ خود قرآنِ کریم فرما رہا ہے کہ

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ

اور اگر وہ (قرآن) غیرِ خدا کے پاس

https://t.me/faizanealahazrat

عَنۡدِ اللّٰہِ لَوَجَدُوۡا فِیۡہِ اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا۔ (النساء ۸۲) سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

یعنی اگر یہ غیر خدا کا کلام ہوتا تو اس میں ٹکراؤ ہوتا، لیکن اس میں کوئی ٹکراؤ نہیں لہٰذا یقیناً یہ خدا تعالیٰ کا ہی کلام ہے۔ مگر پروفیسر صاحب کلام الٰہی کا من گھڑت ترجمہ کر کے، اس کے درمیان ٹکراؤ پیدا کر رہے ہیں۔ تاکہ دشمنانِ اسلام ایک عرصہ کے بعد ان کے متضاد ترجمہ کے ذریعے قرآنِ کریم کی آیتوں کے درمیان تضاد و ٹکراؤ کا ثبوت پیش کر سکیں۔ ذرا غور تو فرمائیں کہ کس جسارت سے یہ ترجمہ فرما رہے ہیں۔

"جب وہ ان کے پاس تشریف لے آئے تو ان کو نہ پہچانا اور ان سے منکر ہو بیٹھے"

اس میں ایک تو مثبت کا ترجمہ منفی سے کر ڈالا۔ پھر اس میں لفظ "اور" اپنی طرف سے بڑھا دیا۔ جب کہ قرآن کریم تو اہلِ کتاب کو اس بات پر زیادہ ہی مجرم قرار دے رہا ہے کہ وہ ایک جانے پہچانے نبی کے منکر ہو بیٹھے۔ مگر پروفیسر صاحب "ان کو نہ پہچانا اور ان سے منکر ہو بیٹھے" ترجمہ کر کے نہ صرف خدا تعالیٰ کے ارشاد کو جھٹلا رہے ہیں۔ بلکہ اہلِ کتاب کی صفائی پیش کر کے، ان کے وکیلِ صفائی بن گئے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

پروفیسر طاہر القادری ما موصولہ اور ما نافیہ کا فرق تک نہیں جانتے

اس سے واضح ہو گیا کہ پروفیسر طاہر القادری صاحب عربی گرامر سے اس حد تک ناواقف ہیں کہ "ما" موصولہ اور "ما" نافیہ کا فرق تک نہیں جانتے۔ کیونکہ انہوں نے کلامِ خداوندی میں واقع عبارت "مَا عَرَفُوۡا" میں "ما" کو نفی کا سمجھ لیا۔ پھر

https://t.me/faizanealahazrat

دیکھا کہ اس سے ترجمہ ناقابلِ فہم بن جاتا ہے، لہٰذا اسے قابلِ فہم بنانے کے لئے ایک اور معنوی تحریف کر ڈالی کہ اس میں لفظ "اور" کا اضافہ کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حالانکہ یہ "ما" موصولہ ہے۔ نافیہ نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو۔ امام نسفی فرماتے ہیں۔

"ما" موصولة" (تفسیر مدارک ج ۱ صفحہ ۶۱)۔

یعنی لفظ "ما" موصولہ ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ما موصولة، فاعل جَآءَ، والآية محذوف، اى ما عرفوه، يعنى محمدا صلى الله عليه وسلم عرفوه بنعته فى التوراة۔	ما موصولہ ہے۔ جَآءَ فعل کا فاعل ہے اور آیت میں حذف ہے۔ یعنی جسے وہ پہچانتے تھے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ وہ آپ کی توراۃ میں واقع تعریف سے آپ کو پہچانتے تھے۔

(تفسیر مظہری ج ۱ صفحہ ۹۵)

امام علاء الدین خازن اپنی تفسیر خازن میں فرماتے ہیں کہ

ما عرفوا اى الذى عرفوه يعنى محمدا صلى الله عليه وسلم۔ عرفوا نعته وصفته وانه من غير بنى اسرائيل۔	ان کے پاس وہ آگیا جسے وہ پہچانتے تھے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، وہ آپ کی تعریف و توصیف کو (توراۃ کے ذریعے) جانتے تھے۔ اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ آپ بنی اسرائیل سے نہ ہوں گے۔

(خازن ج ۱ صفحہ ۸۲)

اسی طرح دیگر تفاسیر میں ہے۔ ملاحظہ ہو۔ تفسیر ابی السعود ج ۱ صفحہ ۱۲۵ و تفسیر روح المعانی ج ۱ صفحہ ۳۲۔ لیکن دورِ جدید کے مفسر کو ان تفاسیر سے کیا واسطہ وہ تو علماء

https://t.me/faizanealahazrat

محققین وائمہ مجتہدین کو اپنا فریق مخالف قرار دے کر ان کے حوالوں کو سند ماننے سے کھلا انکار کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو پروفیسر طاہر القادری صاحب کا وہ خطاب جو انہوں نے ۸ ستمبر ۸۴ء کو میاں محمد شریف صاحب کی کوٹھی واقع ماڈل ٹاؤن میں علماء کے اجتماع میں ارشاد فرمایا۔ اس کی کیسٹ جامعہ نظامیہ، جامعہ نعیمیہ وجامعہ غوثیہ لاہور میں موجود ہے۔

www.KitaboSunnat.com

جناب طاہر القادری کی کیا بات ہے۔ یہ تو ائمہ دین، مجتہدین وفقہاء دین متین کی کرامت ہے کہ جو شخص ان کے راستہ کو چھوڑتا ہے۔ خدا تعالیٰ اسے ذلت کے گڑھے میں پھینکے بغیر نہیں چھوڑتا۔ لہٰذا عورت کی دیت اور شہادت وغیرہ ایسے اجماعی مسائل کا انکار اور کلام الٰہی کی معنوی تحریف کرنے کے بعد پروفیسر صاحب اور آنکھیں بند کر کے ان کا ساتھ دینے والے حضرات خدا کے حضور کیا جواب دیں گے؟

جب سر محشر وہ پوچھیں گے بُلا کے سامنے
کیا جواب جرم دو گے خدا کے سامنے

(نوٹ) راقم نے طاہر القادری کی جس کتاب "سورۂ فاتحہ اور تعمیر شخصیت" سے یہ حوالے نقل کئے ہیں اس کا یہ تیسرا ایڈیشن ہے جو ماہ فروری ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا جس کی پروف ریڈنگ ان کے منہاج القرآن کے مفتی وصدر مدرس جناب مولانا حافظ محمد خاں نے فرمائی راقم نے جناب طاہر کے بہت ساتھیوں کو یہ حوالہ دکھایا اور ان سے گزارش کی کہ آپ لوگ ایسے شخص کا ساتھ دے کر بڑی غلطی کر رہے ہیں جو قرآن کا صحیح ترجمہ تک نہیں جانتا۔ عربی گرامر تک سے ناواقف ہے اور اس لئے قرآن وسنت اور اسلام کی تعلیمات کو مسخ کر رہا ہے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے طاہر صاحب کو یہ حوالہ دکھایا۔ جس پر انہوں نے کہا اچھا ہم تصحیح کر کے دوبارہ چھاپتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اسے ایک اور نئے ایڈیشن کے ساتھ صحیح کر کے شائع کیا ہے۔ مگر اس طرح کرنے سے طاہر صاحب کی علمی کمزوریوں کا ازالہ تو نہیں ہوگا۔

https://t.me/faizanealahazrat

تحریفِ قرآنِ کریم نمبر ۳

ایک اور بدترین مثال

جناب طاہر القادری نے قرآنِ کریم کی جو معنوی تحریف کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس کی ایک اور بدترین مثال ملاحظہ فرمائیں۔ درج ذیل آیت پھر اس کا جو ترجمہ فرماتے ہیں۔

وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ۔ (ترجمہ) اور وہ اُجرت عطا کرتا ہے اور خود اپنی کسی نعمت پر اجرت نہیں لیتا۔

(سورۃ المومنون : ۸۸)

(تسمیۃ القرآن صفحہ ۱۰۱)

طاہر القادری صاحب اس تسمیۃ القرآن کے آغاز میں لکھتے ہیں۔

"میں اپنی زیرِ تالیف تفسیر "منہاج القرآن" کا ایک ایک حرف اور ایک ایک جزو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں کوئی بھی ہدیہ پیش کرنے والا کسی طرح کا ہدیہ پیش کرے تو عقیدت و محبت اور اس بارگاہ کی عظمت و جلالت کی نسبت سے ذمہ داری کا تقاضا یہ ہے کہ وہ وہی ہدیہ پیش کرے جس کے پیش کرنے کی اس میں اہلیت اور لیاقت ہو۔ ورنہ وہ ہدیہ پیش کرنا نہ ہوگا بلکہ اسے بے باکی اور جسارت بے جا بلکہ اس بارگاہِ بے کس پناہ کے حضور، سوءِ ادبی اور گستاخی متصور ہوگی۔

اور جناب طاہر القادری کا اس کتاب کا ایک ایک حرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرنا جب کہ وہ اس کی اہلیت اور لیاقت نہیں رکھتے بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سوءِ ادبی اور گستاخی کا ارتکاب قرار پاتا ہے۔ اور نہ صرف

https://t.me/faizanealahazrat

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں، بلکہ اللہ تعالیٰ جس کا یہ کلام مقدس ہے۔ اس کی شان میں اور خود کتابِ مقدس قرآنِ کریم کی شان میں بھی گستاخی قرار پاتا ہے اور میرے خیال میں اس گناہ میں وہ تمام سرمایہ دار بھی شامل ہیں جو اپنے سرمایہ کو اس نااہل کے اشاروں پر پانی کی طرح بہاتے پھر رہے ہیں ان سے بھی اس کا مواخذہ ہوگا۔

کس قدر غضب کی بات ہے کہ یہ شخص قرآن کے نام پر لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے اور ان تک قرآنی تعلیمات کو مسخ کر کے پہنچا رہا ہے۔ یہ ترجمہ؟

وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ۔ اور وہ اُجرت عطا کرتا ہے اور خود اپنی کسی نعمت پر اُجرت نہیں لیتا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ ترجمہ، خدا تعالیٰ پر بہتان اور اسی کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بہتان اور قرآنِ کریم کی بدترین تحریف ہے یہ ترجمہ پڑھ کر صاحبِ علم کا دماغ چکرا جائے۔ یہ عجیب و غریب معنی و مفہوم نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہ وہاں تک کسی صحابی کے ذہن کی رسائی ہوئی اور نہ ہی آئمہ مجتہدین و محدثین و مفسرین کی سمجھ شریف میں یہ معنی آئے جو نام نہاد منہاج القرآن کے نام نہاد مفکر و مجتہد کی عقل عیار میں سمائے۔

آئیے! امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا ترجمہ شریف بھی ملاحظہ فرمائیے۔

"اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا"۔

(کنز الایمان اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ)

علمِ صرف کا ایک ادنیٰ اور مبتدی درجہ کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ آیتِ کریمہ میں لفظ "یجیر" فعل مضارع معروف مثبت ہے اور یہ بابِ افعال سے ہے۔ اس کا ماضی "اَجَارَ" یعنی اس نے پناہ دی اور اس کا مضارع ہے "یُجِیرُ" یعنی وہ پناہ دیتا ہے یا دے گا۔ اور اس کا مضارع منفی معروف

https://t.me/faizanealahazrat

"لَا یُجِیْرُ" ہے یعنی وہ پناہ نہیں دیتا یا نہیں دے سکتا۔ اور اس کا مجہول "لَا یُجَارُ" ہے یعنی وہ پناہ نہیں دیا جاتا۔ لیکن جب اس کے بعد اس کا صلہ لفظ "عَلٰی" آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی کے خلاف پناہ دینا۔ لہٰذا "وَھُوَ یُجِیْرُ" کے معنی ہیں اور وہ پناہ دیتا ہے اور "وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ" کے معنی ہیں اور اس کے خلاف کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا یا اس کے خلاف کسی کو پناہ نہیں دی جا سکتی" اور اس کا اسم فاعل "مُجِیْرٌ" آتا ہے۔ یعنی پناہ دینے والا اور اس کا فعل امر "اَجِرْ" ہے یعنی پناہ دو۔

اور اس کا مادہ جوار ہے یعنی یہ اجوف واوی ہے" اَجِرْ" مہموز الفاء نہیں ہے لیکن قربان جائیے پروفیسر علامہ اور ڈاکٹر کہلانے والے جناب طاہر القادری پر جو قادری کیا ہیں قادریت کے دامن پر ایک بدنما داغ ہی ہیں۔ ان کے تراجم آیاتِ قرآنیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تفاسیر قرآن تو درکنار ترجمۂ قرآنِ کریم بھی نہیں پڑھا۔ اور جو تراجم احادیث اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ موصوف علمِ حدیث سے بھی سو فیصد کورے ہیں۔ موصوف کی دوسری غلطیوں کے جوابات لگے ہوئے ہیں ان سے قطع نظر یہی ایک غلطی ان کے سرپرستوں، معاونین اور رفقاء کی آنکھیں کھولنے کو کافی ہے اگر انہیں اس شخص سے محض دین کی وجہ سے تعلق ہے تو اس اتمامِ حجت کے بعد جو راقم کی طرف سے کی جا رہی ہے اس شخص کا تعاون نہ صرف چھوڑ کر الگ ہو جانا چاہیئے بلکہ نام نہاد منہاج القرآن کے لئے ۱۶۲ کنال قطعہ اراضی بھی اس نااہل سے واپس لے لینا چاہیئے۔ بلکہ جملہ مراعات جو علم کے نام پر اسے دے رکھی ہیں بلا تاخیر واپس لے لینی چاہئیں۔ تاکہ قرآن وسنت کی تحریف اور دین کی تعلیمات کو مسخ کرانے کے گناہ میں وہ شامل نہ ہوں اور مجھے امید ہے کہ میری اس بے لاگ تحقیق وتبصرہ سے اربابِ انصاف حقائق کو نظر انداز نہیں کریں گے ؎

https://t.me/faizanealahazrat

زمانہ جانبِ انصاف ڈھل ہی جائے گا
اُمید واثق ہے حال کھل ہی جائے گا

آمدم برسرِ مطلب، جناب طاہر نے قرآنِ کریم کے لفظ "یُجِیْرُ" کو "اجر" سے ماخوذ سمجھ لیا۔ اس لئے اسی کتاب "تسمیۃ القرآن" کے صفحہ ۱۰۲ پر لکھتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ کا اجیر و معطی ہونا اس حدیث سے کتنا واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ "

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے!

جناب نے اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں ایک "اَجِیْرُ" نئے نام کا اضافہ فرما دیا۔ یہ ادارہ منہاج القرآن کی نئی دریافت اور مفکرِ اسلام کی اجتہادی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ چودہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ کے ایک نئے نام "اَجِیْرُ" کو ڈھونڈ نکالا۔ اب تک تو تمام اہلِ اسلام "اَجِیْر" کے معنی اجرت لینے والے اور مزدور کے سمجھتے رہے۔ لیکن اب یہ اللہ تعالیٰ کا نام بھی قرار پا گیا۔ جبکہ یہ صاحب اس کی پہلے نفی کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی سے اُجرت لے پھر اب یہ اس کا نام بھی قرار پا گیا

لاحول ولاقوۃ الاباللہ

جناب طاہر کا قرآنِ کریم کی آیت "وَھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ" کا ترجمہ، اس طرح کرنا "اور وہ اُجرت عطا کرتا ہے اور خود اپنی کسی نعمت پر اُجرت نہیں لیتا۔" "اَجِیْر" جس کے معنی مزدوری لینے والے اور مزدور کے ہیں، کو اللہ تعالیٰ کے اسماءِ گرامی میں شامل کرنا اور اسے "مُعْطِی" کا مترادف ٹھہرانا، بدترین جہالت بھی ہے اور جناب کے قرآن و حدیث سے قطعاً ناواقف ہونے کا لاجواب ثبوت بھی۔ کیونکہ یہ لفظ قرآنِ کریم میں متعدد مقامات پر آیا ہے۔ ملاحظہ ہو قرآنِ کریم سے ثبوت :-

۱۔ یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ ترجمہ (ایمان لاؤ) کہ وہ تمہارے

https://t.me/faizanealahazrat

وَيُجِرْكُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (سورۃ احقاف آیت ۳۱) — گناہ بخش دے اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے۔

اس میں لفظ "یُجِرْ" دراصل "یُجْیِرُ" تھا۔ جواب امر میں فعل مضارع واقع ہو تو اس پر جزم آتی ہے۔ لہٰذا التقائے ساکنین ہوا جس کے نتیجے میں "یا" گر گئی۔ "یُجِرْ" اور "یُجْیِرُ" کا ایک ہی معنی ہے یعنی بچالے گا اور پناہ دیگا

۲۔ وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ۔ (سورۃ المومنون ۸۸) — اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف پناہ نہیں دی جاسکتی۔

۳۔ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ (سورۃ الملک ۲۸) — پس کافروں کو دردناک عذاب سے کون پناہ دے سکتا ہے۔

جناب طاہر صاحب کے ادارہ منہاج القرآن کے فیضان کی روشنی میں شاید اس کا ترجمہ یوں ہو گا۔ "پس کافروں کو دردناک عذاب سے کون اُجرت دے سکتا ہے"

۴۔ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ۔ (سورۃ الجن ۲۲) — کہہ دیجئے مجھے اللہ سے ہرگز کوئی نہیں بچا سکتا (یا کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔

۵۔ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ۔ (سورہ توبہ ۶) — اور اگر کوئی مشرک تجھ سے پناہ کا طالب ہو تو اسے پناہ دیجئے۔ (حتیٰ کہ وہ اللہ کے کلام کو سُنے)

اس میں "اَجِرْ" کے معنی ہیں "پناہ دے"

یہ پانچ مثالیں قرآن کریم سے عرض کی ہیں جن سے واضح ہے کہ "یُجِیْرُ" کے معنی اُجرت دینے کے نہیں، پناہ دینے کے ہیں۔ لیکن طاہر صاحب کے حافظہ میں یہ آیتیں نہیں تھیں۔ کیونکہ انہوں نے ترجمۂ قرآن پڑھا ہی نہیں ورنہ ایسی غلطی

https://t.me/faizanealahazrat

ممکن ہی نہ تھی۔

احادیثِ مبارکہ سے ثبوت

۱۔ صحیح بخاری میں حضرت عمار بن یاسر حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مناقب میں ہے۔

أَلَيْسَ فِيكُمُ الَّذِي أَجَارَهُ اللهُ مِنَ الشَّيْطَانِ يعني على لسان نبيه صلى عليه وآله وسلم۔

(ترجمہ) کیا تم میں وہ شخص (عمار بن یاسر) نہیں ہے جسے اللہ نے شیطان سے پناہ دی یعنی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس پر۔

(صحیح البخاری ج ۱ صفحہ ۵۲۹)

اس حدیث میں لفظ "اجار" "یُجِیْرُ" کی ماضی ہے، جس کے معنی پناہ دینے کے ہیں اجرت دینے کے نہیں لیکن جناب طاہر القادری کی تحقیق جدید کی رو سے اس کا معنی ہوگا "جسے اللہ نے شیطان سے اُجرت دی" لاحول ولاقوۃ۔

۲۔ اور یہی لفظ "یُجِیْرُ" جو قرآنِ کریم میں آیا ہے، حدیثوں میں بکثرت وارد ہوا۔ اس کے معنی کہیں بھی اجرت دینے کے نہیں آتے ہیں۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ شریف میں ہے۔

وَيُجِيرُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَدْنَاهُمْ وَيَرُدُّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَقْصَاهُمْ الخ

(سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۹۷ الایات)

اور مسلمانوں میں سے کمتر درجہ کا شخص ان کے خلاف پناہ دے سکتا ہے اور ان کا بعید ترین شخص ان پر مالِ غنیمت کو لوٹاتا ہے۔

اس حدیث میں لفظ "یُجِیْرُ" وارد ہوا جس کے معنی پناہ دینے کے ہیں لیکن طاہر صاحب اس سے کورے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی جناب کو اجتہاد کرنے

https://t.me/faizanealahazrat

کا شوق بے چین کئے ہوئے ہے۔

۳۔ اور صحیح ترمذی میں ہے۔

وَیُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ (صحیح ترمذی ج ۱ صہ ۱۹۹) اور شہید کو قبر کے عذاب سے پناہ دی جاتی ہے۔

لیکن منہاج القرآن کے نام نہاد مجتہد و مفکر کے نزدیک تو اس حدیث کے معنی یوں ہوں گے " اور شہید کو قبر کے عذاب سے اجرت دی جاتی ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ دیدہ دانستہ قرآنِ کریم کے ایک حرف کا غلط معنی کرنے پر بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت ناراض ہوتے ہیں اور جو شخص قرآنِ کریم کا ایک لفظ ہی نہیں۔ ایک آیت کا ہی نہیں بلکہ متعدد آیات کے ترجمے غلط کر کے دنیا کو اپنا مفسرِ قرآن ہونا باور کرائے اور ان کتابوں کی لاکھوں روپے آمدنی بتائی جاتی ہو۔ وہ کتنا بڑا مجرم ہوگا۔ ایسا شخص تو امداد و اعانت کا نہیں کوڑوں کا مستحق ہے۔

سنا ہے کہ ان کے ایک دوست نے جو خیر سے ان کی طرح ڈاکٹر مگر علمِ دین سے نرے کورے ہیں اس کے باوجود انہیں پیر طریقت کہلانے کا شرف بھی حاصل ہے انہیں خوشخبری سنائی ہے جسے منہاج القرآن نے جناب طاہر صاحب کی مدح سرائی میں چھاپ بھی دیا ہے کہ انہیں مدینہ شریف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے کہ تم منہاج القرآن جاؤ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ بقول حضرت علامہ ۱۱۰۶ مدظلہ العالی " ایک ڈاکٹر کے دوسرے ڈاکٹر سے دُنیوی مفادات وابستہ ہیں بالخصوص رائے ونڈ روڈ کے کنارے پر واقع قطعۂ اراضی کا معاملہ، جس کے مقدمات ڈاکٹر صاحب کے خلاف عدالت میں زیرِ سماعت ہیں۔ آخر ان سے جان چھڑانے پھر لاکھوں سے کروڑوں کمانے کے لئے انہیں ڈاکٹر طاہر قادری کے ذریعے اقتدارِ اعلیٰ جو جناب

https://t.me/faizanealahazrat

کے اشارے اور سفارش پر گھومتا ہی نہیں، ان کی گاڑی کا دروازہ بھی اپنے دستِ اعلیٰ سے کھولتا ہے، تک رسائی اور سفارشِ خاص کی ضرورت ہے۔"

قارئین! پریشان نہ ہوں۔ ابھی تو ڈاکٹر صاحب کو ڈاکٹر طاہر صاحب کے حق میں محدود پیش گوئی پہنچی ہے جب ان کے کام نکلنا شروع ہوتے۔ اس وقت خدا جانے خوشخبریوں کا سلسلہ کہاں تک پہنچے گا ؎

ابھی سے اہلِ دانش کیوں پریشانِ تکلّم ہیں
ابھی شرحِ جنوں کی بات ہے عنوان تک

جیسے ڈاکٹر طاہر قادری کے قرآن وسنت کے معنوں میں تحریفات اور فقہی مسائل میں غلط بیانات کے واقعات خود ڈاکٹر طاہر قادری کی بشارتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ یوں ہی دوسرے ڈاکٹر صاحب کے بیانات کی بھی تکذیب وتغلیط کرتے ہیں۔

اب دونوں ڈاکٹر صاحبان کے بارے میں دانشمندانِ اہلسنت کا تأثر اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے؟

جنوں زائل ہوا، ہوش آگیا، صحت ہوئی ہم کو
بڑے عیّار ہو تم اب تو ہم اتنا سمجھتے ہیں

https://t.me/faizanealahazrat

تحریف نمبر ۴

پروفیسر صاحب اسی کتاب "سورۃ فاتحہ اور تعمیرِ شخصیت" کے صفحہ ۲۹ پر قرآن کی سورۃ انفال کی آیت ۲۴ لکھتے اور ترجمہ فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ط	(ترجمہ) اے ایمان والو جب تمہیں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پکاریں تو تم فوراً جواب دیا کرو۔

(الانفال ۲۴)

پروفیسر صاحب نے اس آیت میں بیک وقت دو غلطیاں کر ڈالیں ایک تو یہ کہ " لِمَا يُحْيِيكُمْ " کا ترجمہ چھوڑ دیا، شاید موصوف اسے سمجھ ہی نہیں سکے۔ اور دوسری تحریف یہ فرمائی کہ آیت کریمہ میں واقع لفظ " دعا " کو تثنیہ کا صیغہ سمجھ کر اس کا ترجمہ تثنیہ والا کر لیا۔ اور غالباً ، الف کی وجہ سے دھوکہ کھا گئے کیونکہ تثنیہ کے آخر میں بھی الف ہوتا ہے لیکن جناب نے چونکہ علمِ صَرف (عربی گرامر) پڑھی ہی نہیں اس لئے انہیں یہ معلوم ہی نہیں کہ باب دعا، یدعو، ناقص واوی ہے اور اس کے ماضی کا تثنیہ دعا نہیں، " دَعَوَا " آتا ہے اور یہ باتیں تو اساتذہ کرام دینی مدرسوں کے تمہیدی طلبہ کو زبانی یاد کراتے ہیں۔ چنانچہ صَرف کی مشہور کتاب علم الصیغہ کے صفحہ ۵۲ پر گردان یوں لکھی ہے۔ دَعَا، دَعَوَا، دَعَوْا، تا آخر چونکہ پروفیسر صاحب نے " دعا " کو تثنیہ کا صیغہ سمجھ کر زبردست غلطی کھائی۔ اس لئے ترجمہ بھی غلط کر ڈالا کہ " جب تمہیں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پکاریں۔ " لاحول ولا قوۃ۔ حالانکہ " دعا " صیغہ واحد مذکر ہے اور اس میں " هُوَ " ضمیر مرفوع متصل، فاعل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹتی ہے۔ چنانچہ مفسرین بھی یہی لکھ رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو، علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

(اِذَا دَعَاکُمْ) ای الرسول
(روح المعانی ج ۹ صفحہ ۱۹۹)

ترجمہ: جب تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلائیں۔

اور امام ابن جوزی فرماتے ہیں

"اذا دعاکم" ای الرسول۔ صلی اللہ علیہ وسلم
(تفسیر زاد المسیر ج ۳ صفحہ ۳۳۸)

(ترجمہ) جب تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلائیں۔

اور امام قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں کہ

(اذا دعاکم) الرسول
افرد الضمیر لما ذکرنا ولان دعوۃ اللہ یسمع من الرسول۔ صلی اللہ علیہ وسلم
(تفسیر مظہری ج ۴ صفحہ ۴۶)

اس کا معنی یہ ہے کہ جب تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلائیں۔ ضمیر کو مفرد کیا اس کی وجہ ہم ذکر کر چکے ہیں اور اس لئے کہ خدا تعالیٰ کا بُلاوا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی سُنا جاتا ہے

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام اہل سنت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں جو گرامر کے تقاضوں کو صحیح طور پر پورا کرتا ہے۔

"جب رسول تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے۔"
(کنز الایمان ترجمہ اعلیٰ حضرت)

ناظرین، اس بات کو بھی ساتھ ساتھ ذہن شریف میں رکھیں کہ پروفیسر صاحب نے قومی ڈائجسٹ ماہ نومبر ۸۶ء کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ "خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادارہ منہاج القرآن کے قائم کرنے اور دین، امت، سنت کی خدمت اور اسلام کی سربلندی کے لئے کام کرنے کا مجھے حکم فرمایا اور اس کی ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈال دی"۔ اس کے ساتھ ساتھ پروفیسر صاحب کی عربی دانی اور قرآن فہمی کا جائزہ

https://t.me/faizanealahazrat

بھی لیتے چلئے کہ جناب نے قرآن کریم کی عبارت میں واقع لفظ "دعا" کو کچھ سے کچھ سمجھ لیا اور اس کا معنی بھی کچھ سے کچھ کر ڈالا۔ اس کے بعد انصاف سے کہیئے کہ کیا ان کی بشارتیں اور ان کے دعوے صداقت پر مبنی ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات سے پاک ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے شخص کو وہ ذمہ داری سونپیں جس کا وہ اہل نہیں ہے۔

لہذا طاہر صاحب کا یہ دعویٰ، دعویٰ نامعقول ہے جسے کوئی عقلمند تسلیم کرنے کو تیار نہ ہوگا ؎

کُفر سے دعویٰ اسلام کی سازش کیسی
اے فلک! کیا یہ ترا رنگ یہ گردش کیسی

https://t.me/faizanealahazrat

تحریفِ قرآن نمبر ۵

پروفیسر طاہر القادری صاحب نے قرآنِ کریم کی معنوی تحریف کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اسی سلسلے کی ایک اور کڑی ملاحظہ ہو۔ موصوف نے اپنی اسی کتاب "سورۃ فاتحہ اور تعمیرِ شخصیت" کے صفحہ ۱۰۱ پر سورۃ "والعصر" کے درج ذیل حصے :-

"وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ" کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

" ترجمہ " اور جنہوں نے حق بات کی یا حق کا ساتھ دیا اور پھر اس پر صبر کے ساتھ قائم رہے "

پروفیسر صاحب نے اس میں تین تحریفیں کی ہیں۔

نمبر ۱ :- " وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ " کا ترجمہ غلط کیا۔ جب کہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے " اور انہوں نے ایک دوسرے کو حق کی تاکید یا وصیت کی "

نمبر ۲ - ترجمہ میں اردو کے لفظ " پھر " کا بلاوجہ اضافہ کیا اور نہ سمجھے کہ لفظ " پھر " دو چیزوں کے درمیان ترتیب مع تاخیر کے لئے آتا ہے اور یہاں " واؤ " ہے جو نہ ترتیب کے لئے ہے اور نہ ہی تاخیر کے لئے۔ پروفیسر صاحب نے منشاء و مرادِ الٰہی کے برعکس ترجمہ کر کے قرآنِ کریم کی بدترین تحریفِ معنوی کر ڈالی۔

نمبر ۳ :- " وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ " کا ترجمہ بھی غلط کیا جب کہ اس کا صحیح معنی یہ ہے " اور انہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت فرمائی "

صحیح ترجمہ :-

اور اس آیت کا صحیح ترجمہ یوں ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ نے فرمایا

" اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی " (ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی)

قارئین ! اس آیت میں لفظ " تَوَاصَوْا " فعل ماضی ہے اور اس کا مصدر " تَوَاصِیْ "

https://t.me/faizanealahazrat

باب تفاعل ہے۔ عربی گرامر کے اعتبار سے "باب تفاعل" میں دو شخص مل کر کسی کام کو کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک فاعل بھی ہوتا ہے اور مفعول بھی۔ مثلاً "تضارب زیدٌ وعمرو" زید اور عمرو نے ایک دوسرے کو مارا اور تقاتل شریفٌ وخالدٌ، شریف اور خالد آپس میں یا ایک دوسرے سے لڑے اور صاحب لسان العرب اسی لفظ کے معنی عربی لغت کی رو سے لکھتے ہیں ملاحظہ ہو۔

"وتواصی القوم ای اوصی بعضھم بعضاً"

(لسان العرب ج ۱۵ ص۳۹۴)

"قوم نے تواصی کی" یعنی انہوں نے ایک دوسرے کو وصیت کی۔

(لسان العرب ج ۱۵ ص۳۹۴)

اور تفسیر روح المعانی میں ہے۔

ای وصی بعضھم بعضا

(ج ۳۰ ص۲۲۹)

یعنی انہوں نے ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تاکید وصیت کی۔

قارئین، آپ نے دیکھا کہ آیت کریمہ میں واقع لفظ "تواصوا" فعل ماضی ہے اور ماضی مصدر سے بنتا ہے لہٰذا ماضی میں اس کے مصدری معنی ضرور موجود ہوتے ہیں۔ لہٰذا صاحب لسان العرب نے "تواصوا" کا مصدر "تواصی" لکھ کر اس کے معنی کی خصوصیت کو بیان فرما دیا کہ اس کے معنی ہیں۔ قوم کا یا لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیت کرنا یعنی وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ، وصیت کے فعل میں شریک ہیں۔ سب نے ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تاکید وصیت کی۔ لیکن طاہر القادری صاحب عربی گرامر سے کما حقہ واقف نہ ہونے کی وجہ سے اس معنوی خصوصیت سے بے خبر رہے اور ایسا ترجمہ کیا جس سے آیت کریمہ میں واقع لفظ "تواصوا" کی وہ معنوی خصوصیت ہی باقی نہیں رہی جو باب "تفاعل" کی روح تھی یعنی دو شخصوں کی ایک فعل میں مذکورہ طریقے سے شرکت۔ اس طرح موصوف آیت مذکورہ کا غلط ترجمہ کر کے تحریف قرآن کے مرتکب ٹھہرے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

https://t.me/faizanealahazrat

تحریف قرآن نمبر۶

پروفیسر طاہر القادری کی معنوی تحریفِ قرآن کے سلسلے کی ایک اور کڑی ملاحظہ ہو وہ اپنی اسی کتاب "سورۃ فاتحہ اور تعمیرِ شخصیت" کے صفحہ ۳۲ پر سورۂ بقرہ کی ایک آیت اور اس کا ترجمہ لکھتے ہیں۔

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ط (البقرہ ۳۸)

(ترجمہ) پس جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آجائے تو تم میں سے جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا اسے دنیا و آخرت میں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم۔

اِنْ کا ترجمہ اِذَا سے کر ڈالا۔

پروفیسر صاحب نے اس آیت میں "ان" شرطیہ کا ترجمہ "اذا" سے کر ڈالا۔ کیونکہ "جب" "اِذَا" کا ترجمہ بنتا ہے۔ "اِن" کا نہیں۔ لیکن پروفیسر صاحب نے ترجمہ میں "اگر" کی بجائے "جب" استعمال کر کے قرآنِ کریم کے نازل کرنے والے خدائے قدوس کی مراد و منشا کو ہی بدل ڈالا۔ اسی کا نام قرآن کی تحریفِ معنوی ہے۔ یعنی کلامِ الٰہی کا معنی یا تفسیر اس کی منشا کے خلاف کرنا۔

جب کہ اس کا صحیح ترجمہ "پس اگر یا پھر اگر" ہے۔ امام اہلِ سنت کا ترجمہ ملاحظہ ہو "پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے۔"

(کنز الایمان، اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

باقی تراجم بھی دیکھ لیجئے، کہ ان میں، "پس جب" ہے یا "پس اگر" اور پھر اگر؟ بہر صورت "جب" کا ترجمہ غلط اور قرآن کے معنی کی تحریف ہے۔ کیونکہ "جب" لفظ "اِذَا" کا ترجمہ ہے۔ اِنْ اور اِذَا کے معنوں میں بڑا فرق ہے۔ مختصر المعانی میں ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

فان واذا تشترکان فی الاستقبال بخلاف لو وتفترقان بالجزم بالوقوع وعدم الجزم بہ۔ (مختصر المعانی صفحہ ۱۴۱)

(ترجمہ) پس اِنْ اور اِذَا استقبال میں مشترک ہیں، لو، کے خلاف اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں وقوع شرط کے یقینی اور غیر یقینی ہونے کے اعتبار سے۔

اور کلام الٰہی کا معاملہ تو اس قدر اہم اور نازک تر ہے کہ معمولی سی غلطی یا کمی بیشی بھی معنی کو کچھ سے کچھ بنا دیتی ہے اس لئے اس کا ترجمہ کرتے وقت ایک ایک لفظ کے لانے میں انتہائی احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر امت کے خود ساختہ مفسر کو یہ توفیق کہاں؟ انہیں تو لیڈ لے جانے اور سستی شہرت کمانے کے شوق نے سراپا اضطراب بنا دیا ہے۔ خود ساختہ علامہ، قرآن پاک کی تفسیر کی بنیادی کتاب تک سے بے خبر ہیں جو اساتذہ کرام درس نظامی کے طالب علموں کو عام طور پر پڑھاتے ہیں۔ یہ تفسیر، تفسیر جلالین ہے جو درس نظامی کے نصاب میں سالہا سال سے شامل ہے اور باقاعدہ پڑھائی جاتی ہے۔ جس نے یہ تفسیر پڑھی ہوگی وہ ایسا غلط ترجمہ ہرگز نہ کرے گا۔ خود ساختہ علامہ و مفسر اس قدر بھی نہیں جانتے کہ لفظ "فَاِمَّا" دراصل کیا تھا۔ اگر جانتے ہوتے تو تحریف قرآن کریم کے مرتکب نہ ہوتے۔ تفسیر جلالین میں لکھتے ہیں۔

"فَاِمَّا" فیہ ادغام نون اِنِ الشرطیۃ فی ما الزائدۃ۔

"فَاِمَّا" میں، ما زائد کے اندر ان شرطیہ کے نون کا ادغام ہے۔

(تفسیر جلالین (طبع لبنان) صفحہ ۱)

صاحب تفسیر جلالین یہ بتا رہے ہیں کہ اصل عبارت یوں تھی۔ "فَاِنْ ما" "فا" کے بعد "اِنْ" شرطیہ ہے اور لفظ "ما" زائدہ ہے۔ اِن شرطیہ کو "مَا" زائدہ میں مدغم کیا گیا تو "فَاِمَّا" ہو گیا۔ لیکن معنی کرتے ہوئے حرف مدغم "اِنْ" شرطیہ

https://t.me/faizanealahazrat

ضرور ملحوظ رکھا جائے گا۔ لیکن خود ساختہ مفسر نے یہ کتاب پڑھی ہی نہیں اس لئے انہوں نے ترجمۂ قرآن غلط کر کے اس کی معنوی تحریف کر ڈالی۔ (معاذ اللہ)

تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں

(اِمَّا) مرکبۃ من ان الشرطیہ و (ما) الزائدۃ للتاکید (روح المعانی ج ۱ ص ۲۳۸)

(اِمَّا) اِنْ شرطیہ اور (ما) زائدہ برائے تاکید سے مرکب ہے۔

اسی طرح تمام تفاسیر میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں اور قرآنِ کریم کے اردو ترجموں میں بھی اِنْ شرطیہ کا معنی ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اور علامہ آلوسی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس مقام میں "اِنْ" شرطیہ جس کے معنی اگر کے ہیں کے استعمال میں نکتہ یہ ہے۔ کہ جس بات کو شرطیہ یعنی "اگر" کے لفظ سے بیان کیا جائے اس کا عمل میں آنا وجوبی و ضروری نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں شک ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ کہہ کر "اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے" اس حقیقت کا اظہار فرما دیا کہ بندوں کو عقل و شعور کی نعمت عطا کرنے کے بعد ان کے لئے آسمانی ہدایت بھیجے گا تو یہ اس کا فضلِ محض ہو گا۔ (ملاحظہ ہو روح المعانی ج ۱ ص ۲۳۹)

جب ترجمہ میں لفظ "اگر" استعمال نہ ہو گا تو یہ نکتہ حاصل نہ ہو گا۔ مگر خود ساختہ مفسر کو علمی نکات کی ہوا تک نہیں لگی۔ انہیں تو ماشاء اللہ اس دور کا سب سے بڑا مفکر و مصنف بننے کا شوق ہے۔ اس لئے صحیح یا غلط دھڑا دھڑ کتابیں لکھے جا رہے ہیں۔

تفسیر بیضاوی میں ہے۔

والمعنی ان یاتینکم منی ھدی الخ۔

اور معنی یہ ہے کہ اگر میری طرف سے تمہارے پاس کوئی ہدایت آئے۔

(تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۵)

https://t.me/faizanealahazrat

لیجئے۔ امام قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ نے حرف "أَنْ" کا صراحت و وضاحت کے ساتھ ذکر فرما کر پروفیسر طاہر القادری صاحب کے کئے ہوئے ترجمہ کی جعلیت اور تحریف کو واضح ڈالا۔

مزید ایک حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

بیضاوی کی شرح شیخ زادہ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں (بخوف طوالت اس کے اُردو مفہوم پر اکتفاء کیا جاتا ہے)

امام بیضاوی علیہ الرحمۃ کی مراد یہ ہے کہ بظاہر یہ مقام "إِذَا" کا ہے جس کے معنی "جب" کے بنتے ہیں۔ "إِنْ" شرطیہ کا مقام نہیں جس کے معنی "اگر" کے ہیں۔ کیونکہ "إِنْ" (شرط) کا قاعدہ یہ ہے کہ یہ احتمالی اور مشکوک معنوں میں استعمال ہو اور "إِذَا" ظرفیہ جس کے معنی "جب" کے ہیں کا قاعدہ یہ ہے کہ یہ قطعی اور یقینی وقوع پذیر معنوں میں استعمال ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا آنا اگرچہ ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں۔ اس بنا پر کہ اللہ تعالےٰ پر کوئی چیز واجب نہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہدایت کا آنا یقینی وقوع پذیر امور میں سے ہے اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمالیا اور اسے مقدر فرما دیا اور اس کا وعدہ خلاف نہ ہوگا اور اس کی تقدیر خطا نہ ہوگی۔ تو یہ مقام "إِذَا" کا تھا۔ جس کے معنے "جب" کے ہوتے ہیں پھر کلام شک "إِنْ" کو کیوں لایا گیا جس کے معنی "اگر" کے ہیں؟ تو قاضی بیضاوی نے اس سوال کا جواب دے دیا کہ کلمہ شرط "إِنْ" لانے کا قاعدہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہدایت کا آنا فی ذاتہ احتمالی اور مشکوک عقل کی رو سے اللہ تعالےٰ پر واجب نہ تھا کہ وہ ہدایت بھیجے۔ لیکن اس کا ہدایت کے بھیجنے کی بندوں

https://t.me/faizanealahazrat

کو اُمید دلانا ،اس کے فضلِ محض پر مبنی ہے ۔

(بیضاوی و شیخ زادہ ج ۱ صفحہ ۲۷۳)

ناظرین کرام ! آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ مفسرین قرآنِ کریم کے ایک ایک لفظ بلکہ ایک ایک حرف پر کس قدر غور فرماتے ،اور علومِ قرآن میں غوطے لگا کر کس قدر قیمتی جواہر نکال لیتے ہیں اس کا نام فہمِ قرآن ہے ۔ وہ فہمِ قرآن نہیں جس کے پروفیسر صاحب مدعی بنے ہوئے ہیں بلکہ پروفیسر صاحب کا فہمِ قرآن دراصل تحریفِ قرآن کے سوا کچھ نہیں ہے ۔ ؎

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

https://t.me/faizanealahazrat

تحریف نمبر ۷

پروفیسر صاحب نے قرآن کریم کی جو معنوی تحریفیں کی ہیں۔ اس سلسلے کی ایک اور کڑی ملاحظہ ہو۔ موصوف نے اپنی کتاب مذکور کے صفحہ ۱۱۹ پر سورۃ حج کی آیت ۵۶ لکھ کر اس کا ترجمہ کیا۔

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ (الحج ۵۶)

(ترجمہ) آج کے دن بادشاہی صرف اللہ کی ہے وہی تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔

اس میں موصوف نے دو تحریفیں کی ہیں۔

۱۔ "يَوْمَئِذٍ" کا معنی "آج کے دن" سے کیا جو بالکل غلط اور قرآن کی معنوی تحریف ہے۔ جب کہ اس کے معنی "اُس دن" کے ہیں "آج کے دن" کے لئے عربی میں "اَلْيَوْمَ" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جسے عربی زبان پر معمولی سی واقفیت بھی ہو وہ بھی ایسی فحش غلطی نہیں کرے گا۔

۲۔ دوسری تحریف یہ فرمائی کہ "بَيْنَهُمْ" کا معنی "تمہارے درمیان" سے کیا حالانکہ عربی کی معمولی سی سُوجھ بُوجھ رکھنے والے بھی جانتے ہیں کہ "بَيْنَهُمْ" میں "هُمْ" غائب کی ضمیر ہے، حاضر کی نہیں، حاضر کے لئے ہوتا تو "بَيْنَكُمْ" ہوتا جس کے معنی "تمہارے درمیان" کے ہیں۔ موصوف نے "بَيْنَهُمْ" کا معنی "بینکم" سے کر کے قرآن کریم کا نہ صرف جاہلانہ معنی کیا ہے بلکہ اس کلام مقدس کے تقدس کا بھی مذاق اڑایا اور اس کی تحریف معنوی کر ڈالی۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ

سچ ہے اللہ تعالیٰ آئمہ دین کو اپنا فریق ٹھہرانے اور ان کے حوالوں کو سند نہ ماننے والوں کے سینے میں علوم قرآن کے انوار روشن نہیں فرماتا۔ یاد رہے کہ پروفیسر صاحب "عورت کی دیت" کے مسئلہ پر ایک مذاکرہ کے دوران واضح فرما چکے ہیں کہ "فقہاء کرام و آئمہ

https://t.me/faizanealahazrat

اہلسنت میرے فریق ہیں میں ان کے حوالوں کو سند تسلیم نہیں کرتا۔"
(مذاکرہ ۸ ستمبر ۱۹۸۲ء کیسٹ موجود ہے۔

جو شخص عربی زبان سے کما حقہ واقف نہ ہو، علوم قرآن وسنت اور فقہ کی روح سے بے خبر ہو، اس کا قرآن کی تفسیر کرنا اور حدیث وفقہ کی تشریح وتحقیق کرنا۔ قیامت کو دعوت دینے کے مترادف ہے ؎

مَنْ لَّمْ یَکُنْ لِلْوِصَالِ اَھْلاً
فَکُلُّ طَاعَاتِہٖ ذُنُوْبٌ

(ترجمہ) جو شخص قرب ووصال کی اہلیت نہ رکھتا ہو
اس کی تمام نیکیاں گناہ ہیں۔

اس آیت کا صحیح ترجمہ یوں ہے۔
"بادشاہی اُس دن اللہ ہی کی ہے وہ ان میں فیصلہ کر دے گا"
(اعلیٰ حضرت بریلویؒ)

https://t.me/faizanealahazrat

تحریفِ قرآن نمبر ۸

پروفیسر صاحب کی تحریفات کے سلسلے کی ایک اور کڑی ملاحظہ ہو۔ موصوف اپنے رسالہ "حصولِ مقصد کی جدوجہد میں نتیجہ خیزی کی ضمانت" کے صفحہ ۵ پر سورۃ حجر کی ایک آیت اور اس کا ترجمہ لکھتے ہیں

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (الحجر ۱۵-۹۹)

(ترجمہ) اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے معروضی کامیابی اور نتیجہ خیزی میسّر آجائے۔

پروفیسر صاحب نے آیت کریمہ کے نہایت ہی واضح اور روشن و مسلّم معنوں کو ایسے بھنور میں ڈال دیا کہ اسے شاید وہ خود بھی نہ سمجھے ہوں گے ؎

بک گیا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ سمجھے خدا کرے کوئی

"اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے معروضی کامیابی اور نتیجہ خیزی کی ضمانت میسّر آجائے"۔

پروفیسر صاحب کی تمام تقریریں اور تحریریں ابوالکلام آزاد، غلام احمد پرویز، مودودی صاحب اور ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کی تقریروں اور تحریروں کے اقتباسات ہیں اور بعض اوقات تو اپنے استاذوں کے ہی رٹے ہوئے الفاظ من وعن لاکر سامعین اور قارئین پر اپنے علم کا رعب جماتے ہیں۔ چنانچہ یہ دو الفاظ "معروضی کامیابی" اور "نتیجہ خیزی کی ضمانت" بھی ڈاکٹر برہان احمد فاروقی صاحب کے مضامین میں بارہا پڑھے اور خود ان سے سُنے گئے ہیں پروفیسر صاحب، انہی کے ایجاد کردہ ناقابلِ فہم الفاظ، ترجمۂ قرآن میں بے محل و بے موقع استعمال فرما کر کلامِ الٰہی کے معنی و مفہوم پر اجنبیت کا رنگ چڑھا رہے ہیں اور یہ ترجمہ بھی بلاشبہ کلامِ الٰہی کی تحریف کے زمرے میں آتا ہے کیونکہ موصوف نے آیت کریمہ میں

https://t.me/faizanealahazrat

واقع لفظ "الیقین" کے معنی "ضمانت" کے کئے ہیں۔ خواہ اس کا تعلق معروضی کامیابی سے ہو یا "نتیجہ خیزی" سے، یقین کے معنی ضمانت کے عربی زبان میں کہیں بھی نہیں آتے پروفیسر صاحب کا بیان کردہ معنی قرآن کی تفسیر بالرای کے زمرے میں آتا ہے اور تفسیر بالرای کرنے والے کو حدیث میں دوزخی فرمایا گیا ہے۔ جب کہ یہاں "الیقین" کے معنی موت ہی کے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ، قال سالم، الموتُ (صحیح البخاری ج ۲ ص ۶۸۳)

اور اپنے رب کی عبادت کرو تاوقتیکہ تمہارے پاس یقین آجائے۔ حضرت سالم نے فرمایا "موت" آجائے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اس وقت تک تم پر فرض ہے جب تک موت نہ آجائے یہ حضرت سالم، سیدنا عبداللہ بن عمر کے بیٹے اور سیدنا عمر فاروق کے پوتے ہیں (رضی اللہ عنہم) امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس سے بھی یہی مروی ہے کہ یقین سے مراد موت ہے پھر لکھتے ہیں۔

الیقین هو الموت لانه امر متیقن (الی ان قال) المراد واعبد ربك فی جمیع زمان حیاتك ولا تخل لحظة من لحظات الحیاة من العبادات (ارشاد الساری ج ۷، صفحہ ۱۹۵)

یعنی یقین موت ہی ہے کیونکہ وہ ایک یقینی چیز ہے (آگے چل کر فرماتے ہیں) مراد یہ ہے کہ اپنی زندگی کے تمام اوقات میں اپنے رب کی عبادت کرو اور زندگی کے لمحات میں سے کوئی لمحہ عبادت سے خالی نہیں ہونا چاہیئے۔

ہدایات نیز قرآن مجید اپنے بعض الفاظ کریمہ کی بعض اوقات خود ہی تفسیر بیان فرما دیتا ہے اس لئے ایک مترجم و مفسر کے لئے ضروری ہے کہ وہ جب کسی لفظ کا معنی یا تفسیر بیان کرنے لگے تو یہ دیکھ لے کہ آیا یہ لفظ قرآن مجید میں کسی اور مقام پر بھی آیا ہے؟ اگر آیا ہے

https://t.me/faizanealahazrat

تو وہاں اس کا معنی کیا ہے؟۔ یہی لفظ "الیقین" اسی انداز میں دوسری جگہ سورۃ مدثر میں بھی آیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ط حَتّٰى اَتٰنَا الْيَقِيْنُ ۔	اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے یہاں تک کہ ہمیں موت آئی۔

(المدثر ۴۶۔ ۴۷)

یہ کافروں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ قیامت کے دن کہیں گے کہ "ہم نماز نہ پڑھتے تھے (۴۳) اور مسکین کو کھانا دیتے تھے (۴۴) اور بے ہودہ فکر والوں کے ساتھ بے ہودہ فکر کرتے تھے (۴۵) اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے (۴۶) یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی (۴۷)

قارئین! ملاحظہ فرمائیے کہ یہاں "الیقین" کے آنے سے موت کا آنا مراد ہے اور امام ابن جریر طبری علیہ الرحمۃ م ۳۱۰ھ اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:۔

يقول تعالىٰ ذكره لنبيه صلى الله عليه وسلم واعبد ربك حتىٰ يأتيك اليقين الموت الذى هو موقن به	یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ آپ اپنے رب کی عبادت کریں تاوقتیکہ آپ کے پاس یقین آ جائے یعنی موت، جو یقینی (آنے والی) ہے

پھر امام ابن جریر فرماتے ہیں۔ حضرت سالم بن عبداللہ، حضرت مجاہد، حضرت قتادہ حضرت حسن اور حضرت امام ابن زید رضی اللہ عنہم اجمعین تابعین کرام دائمہ تفسیر فرماتے ہیں کہ یہاں یقین سے مراد موت ہے۔ پھر یہی امام اسی معنی کی تائید کے سلسلے میں اپنی تین مختلف سندوں کے ساتھ ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

https://t.me/faizanealahazrat

فقد جاءہ الیقین واللہ
فی ارجولہ الخیر

پس اس کے پاس یقین آگیا (موت آگئی) اور خدا کی قسم میں (اللہ سے) اس کے لئے بھلائی کی امید رکھتا ہوں۔

(تفسیر ابن جریر طبری ج ۱۴ ص ۵۲)

افسوس کہ مفسرِ قرآن ہونے کے دعویٰ دار، قرآن حکیم کی سبر کرنے سے پہلے اپنے علم کی تکمیل کر لیتے اور کسی مستند و محقق عالم قرآن و سنت سے باقاعدہ قرآن کی تفسیر پڑھ لیتے۔ لیکن انہوں نے باضابطہ و باقاعدہ درسِ نظامی پڑھے بغیر عربی کی معمولی سی اور غلط سلط شدبدھ حاصل کر کے اپنے ذمہ وہ عظیم الشان کام لے لیا جس کے وہ اہل نہ تھے اس لئے وہ قرآن و سنت اور فقہ اسلامی کی صحیح تفسیر و تشریح کرنے کی بجائے غلط تعبیر و توجیہہ کر کے خود بھی بھٹکے پھر رہے ہیں اور سادہ لوح عوام کو بھی بھٹکاتے جا رہے ہیں۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ

www.KitaboSunnat.com

بے دینوں سے ہمنوائی

قارئین! پروفیسر طاہر القادری صاحب نے اس آیت میں "الیقین" "معروضی کامیابی" اور "نتیجہ خیزی" کی ضمانت، مراد لے کر دراصل ان بے دینوں کی ہمنوائی فرمائی ہے۔ جو کہتے ہیں کہ "الیقین" سے مراد، موت نہیں بلکہ، معرفت ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس وقت تک فرض ہے۔ جب تک کہ اس کی معرفت حاصل نہ ہو۔ بس جب اس کی معرفت حاصل ہو گئی، عبادت فرض نہ رہی پروفیسر صاحب کے معنی کے مطابق تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ کی عبادت اس وقت تک فرض ہے جب تک کہ معروضی کامیابی اور نتیجہ خیزی کی ضمانت میسر نہ آجائے۔ یعنی پروفیسر صاحب کی تحریک منہاج القرآن (جس کی طرف وہ اشارہ کر رہے ہیں)، کامیابی کی ضمانت سے ہمکنار نہ ہو جاتے۔ پس جب تحریک منہاج القرآن کامیابی کی ضمانت سے ہمکنار ہو جائے گی

https://t.me/faizanealahazrat

اس وقت پروفیسر صاحب اور ان کے رفقاء پر عبادت بھی فرض نہ رہے گی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) حالانکہ عبادتِ الٰہی اس وقت تک فرض ہے جب تک کہ عقل و شعور کے ساتھ زندگی باقی ہے۔ اس سلسلے میں امام حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ کی بھی سنیئے۔

ویستدل بھا علی تخطئۃ من ذھب من الملاحدۃ الی ان المراد بالیقین المعرفۃ فمتی وصل احدھم الی المعرفۃ سقط عنہ التکلیف عندھم وھذا کفر وضلال وجھل فان الانبیاء علیھم السلام کانوا ھم واصحابھم اعلم الناس باللہ واعرفھم بحقوقہ وصفاتہ وما یستحق من التعظیم وکانوا مع ھذا اعبد واکثر الناس عبادۃ ومواظبۃ علی فعل الخیرات الی حین الوفاۃ وانما المراد بالیقین ھھنا الموت (تفسیر ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۵۹۶)

اور اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ بے دینوں کا یہ مذہب غلط ہے کہ یقین سے مراد معرفت ہے۔ لہٰذا ان میں سے کوئی جب معرفت تک پہنچ جاتا ہے تو عبادات (فرائض) اس سے ساقط ہو جاتے ہیں اور یہ کفر و گمراہی اور جہالت ہے۔ بلاشبہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے صحابہ سب لوگوں سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کا علم رکھتے اور اس کے حقوق و صفات اور جس تعظیم کا وہ حقدار ہے کے زیادہ جاننے والے پہچاننے والے تھے اور اس کے باوجود وہ سب لوگوں سے بڑھ کر عبادت گزار اور سب سے بڑھ کر دائمی طور پر وقتِ وفات تک نیکیاں کرنے والے تھے اور یقین سے مراد یہاں موت ہی ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

https://t.me/faizaneelahazrat

تحریف قرآن کریم نمبر۹

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۵۲ پر ہی فرماتے ہیں

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ — تمہارے رب نے پانچ ہزار سل

بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ — فرشتوں کے ذریعے تمہاری مدد فرمائی

(آل عمران ۱۲۵)

"مدد فرمائی" ترجمہ ماضی ہے جب کہ "يُمْدِدْ" فعل مضارع ہے جس کے معنی ہیں "تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا"

اور دوسری غلطی یہ کی کہ "مُسَوِّمِيْنَ" کے معنی "مسلح" سے کیا جو بالکل غلط تحریف کی حد تک غلط ہے اس کے معنی "نشانی والے یا نشانی لگانے والے" کے ہیں چنانچہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے "نشان والے" سے اس کا ترجمہ فرمایا ہے پھر "مسلح" لام کی فتح (زبر) کے ساتھ اسم مفعول استعمال ہوتا ہے جب کہ "مُسَوِّمِيْنَ" اسم مفعول نہیں بلکہ اسم فاعل ہے۔ جناب والا نے اس معمولی سی بات پر بھی غور نہ فرمایا، جس کا تعلق گرامر سے ہے اور وہ کیسے فرماتے جب کہ انہوں نے گرامر پڑھی ہی نہیں ایسی صورت میں ترجمہ کا حشر یہی ہو گا جو جناب فرما رہے ہیں ؎

اللہ! یہ فضائے گلستان کو کیا ہوا؟
میرے لہو کا رنگ، نہ سرخی بہار کی

تحریفِ قرآنِ کریم نمبر۹

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۵۴ پر یہی فرماتے ہیں

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ — تمہارے رب نے پانچ ہزار سے

بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ — فرشتوں کے ذریعے تمہاری مدد فرمائی

(آل عمران ۱۲۵)

"مدد فرمائی" ترجمہ ماضی ہے جب کہ "يُمْدِدْ" فعل مضارع ہے جس کے معنی ہیں "تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا"۔

اور دوسری غلطی یہ کی کہ "مُسَوِّمِيْنَ" کے معنی "مسلح" سے کیا جو بالکل غلط تحریف کی حد تک غلط ہے اس کے معنی "نشانی والے یا نشانی لگانے والے" کے ہیں چنانچہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے "نشان والے" سے اس کا ترجمہ فرمایا ہے پھر "مسلح" لام کی فتح (زبر) کے ساتھ اسم مفعول استعمال ہوتا ہے جب کہ "مُسَوِّمِيْنَ" اسم مفعول نہیں بلکہ اسم فاعل ہے۔ جناب والا نے اس معمولی سی بات پر بھی غور نہ فرمایا، جس کا تعلق گرامر سے ہے اور وہ کیسے فرماتے جب کہ انہوں نے گرامر پڑھی ہی نہیں ایسی صورت میں ترجمہ کا حشر یہی ہو گا جو جناب فرما رہے ہیں ؎

اللہ! یہ فضائے گلستان کو کیا ہوا؟
میرے لہو کا رنگ، نہ سُرخی بہار کی

https://t.me/faizanealahazrat

تحریفِ قرآنِ کریم نمبر ۱

جناب طاہر القادری کی قرآنِ کریم کی معنوی تحریف کی ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیں۔
صوف اپنی کتاب "اسلامی فلسفۂ زندگی" کے صفحہ ۳۹ پر سورۃ النجم کی آیت ۳۲ لکھ کر
کا ترجمہ فرماتے ہیں۔

فَلَا تُزَكُّوٓا أَنفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ۔ (النجم ۳۲)	تم اپنی جانوں کی صفائی اور پاکیزگی کی قسم نہ کھاؤ وہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کون زیادہ پاکیزہ ہے۔

ترجمہ میں طاہر صاحب نے دو غلطیاں کی ہیں

۱۔ ایک یہ کہ ترجمہ میں آیت کریمہ کا موضوع ہی بدل ڈالا۔ کیونکہ آیت کریمہ کا موضوع ہے اپنے منہ اپنی پاکیزگی بیان کرنے اور خود ستائی کی ممانعت" لیکن محترم طاہر القادری صاحب نے اس کا غلط ترجمہ کر کے اس کا موضوع ہی بدل دیا ہے کیونکہ انہوں نے اس کے ترجمہ میں "قسم نہ کھاؤ" کے الفاظ اپنی طرف سے زائد کر دیئے ہیں۔ جب کہ اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے۔

"تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔ (کنز الایمان)

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ میں صرف اس قدر بتانا مقصود ہے کہ اپنے منہ اپنی پاکیزگی کا اظہار نہ کرو۔ لیکن موصوف نے اس میں "قسم نہ کھاؤ" کی عبارت بڑھا کر اس کے موضوع و مفاد کو ہی بدل ڈالا۔ طاہر صاحب کے ترجمہ کو پڑھنے والا یقیناً یہی سمجھے گا کہ اس آیت میں صرف قسم کھا کر اپنی پاکیزگی بیان کرنے کی ممانعت ہے اور قسم کھائے بغیر ممانعت نہیں ہے۔ گویا ممانعت کا تعلق صرف قسم کے ساتھ ہے جب کہ کلام الٰہی کا ہرگز یہ مفاد نہیں ہے۔ ایسا ترجمہ تحریفِ کلام الٰہی قرار پاتا ہے۔

۲۔ دوسری غلطی یہ کی کہ لفظ "اِتَّقٰی" کو اسمِ تفضیل سمجھ لیا اور اس کا معنی بھی

https://t.me/faizanealahazrat

"زیادہ پاکیزہ" سے کیا۔ حالانکہ یہ فعل ماضی ہے۔ جس کے معنی ہیں صرف پرہیز گاری کا مفہوم ہے، "زیادہ پرہیز گاری یا زیادہ پاکیزگی" ہرگز نہیں۔ اس لئے اعلیٰ حضرت نے اس کے ترجمہ میں "زیادہ" کا لفظ استعمال نہیں فرمایا۔ جناب طاہر صاحب کو غالباً اس لئے مغالطہ لگا ہے کہ لکھنے میں دونوں کی صورت ایک ہی ہے۔ یعنی ماضی اور اسم تفضیل دونوں ایک ہی شکل "اتقی" میں لکھے جاتے ہیں لیکن دونوں کے پڑھنے کا انداز مختلف ہے۔ اسم تفضیل کو الف کی زبر اور تا کی جزم سے پڑھا جاتا ہے اور ماضی کو الف کی زیر اور تا کی شد اور زبر سے۔ اور یہاں اسی دوسری صورت میں یعنی فعل ماضی سے پڑھا گیا ہے اور سورۃ واللیل میں "الاتقی" پہلی صورت میں یعنی اسم تفضیل سے پڑھا گیا ہے۔ پھر ایسے موقع پر ایک ایسے شخص کو جو عربی گرامر سے واقف ہو اور قرآن کا علم بھی رکھتا ہو ایسے مغالطہ نہیں لگ سکتا اور اگر مغالطہ لگ جائے جیسے طاہر صاحب کو لگا تو سمجھ لیجئے بلکہ یقین کر لیجئے کہ ایسا شخص عربی گرامر اور قرآنی علوم سے قطعاً بے بہرہ اور بالکل نابلد ہے لہٰذا اسے اس بات کا کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ قرآن حکیم کی تفسیر لکھے یا حدیث و تصوف کا شارح بنے کیونکہ اس میں ان خدمات کی انجام دہی کی اہلیت ہی نہیں ہے اور اس حدیث کے مصداق یہی لوگ ہیں کہ "بہت سے قرآن کے پڑھنے والے ہیں اور قرآن ان کو لعنت کر رہا ہوتا ہے (حدیث) ؎

کہتی ہے قرآن کی عظمت اُن سے
تم کیا ہو، تمہاری ہستی کیا ہے

https://t.me/faizanealahazrat

تحریف قرآن کریم نمبر ۱۱

تحریف قرآن کریم کے ماہر جناب علامہ طاہر الجزائری ایمان کے صفحہ ۵۶ حصہ دوم میں درج ذیل آیت اور ساتھ ہی اس کا ترجمہ ارشاد فرماتے ہیں۔ قارئین ملاحظہ فرمائیں۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ	بے شک ہمارے ہی ذمہ ہے اس
فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ	کا جمع کرنا اور اس کا پڑھوانا۔ جب ہم
(القیامہ ۷۵ آیت ۱۷/۱۸)	اس کو پڑھوا چکیں تو آپ اس کے پڑھے
	ہوئے کی پیروی کیجئے۔

اس میں جناب طاہر نے "قُرْاٰنَهٗ" کا معنی کیا ہے "اس کا پڑھوانا" اسی طرح موصوف نے "قُرْاٰنَهٗ" کا معنی کیا ہے "پڑھوا چکیں"

عربی زبان میں "قَرَأَ" "یَقْرَءُ" کے معنی پڑھنے کے تو آتے ہیں مگر "پڑھوانے" کے ہرگز نہیں آتے لیکن طاہر صاحب نے یہاں "قَرَءَ" کے معنی پڑھوانے کے کر کے ثابت کر دیا ہے کہ یہ پروفیسر، علامہ اور ڈاکٹر کہلانے والے عربی زبان کے عام الاستعمال الفاظ کے معنی تک سے بے خبر ہیں۔

صحیح بخاری کی شرح "الکواکب الدراری" میں امام کرمانی اور عمدۃ القاری میں امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں۔

"(فَاِذَا قَرَاْنٰهُ) جعل	"فَاِذَا قَرَاْنٰهُ" میں اللہ تعالیٰ
قراءۃ جبریل قراءتہ"	نے حضرت جبریل علیہ السلام کی قرأت کو
(شرح صحیح بخاری للکرمانی ج ۱ ص ۴۸) و	اپنی قرأت قرار دیا
(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۷۱)	

یعنی اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کے پڑھنے کو اپنا پڑھنا قرار دیا۔ قراءۃ (پڑھنے) کی نسبت اپنی طرف فرمائی۔ یعنی یوں فرمایا "پس جب ہم اسے پڑھ چکیں۔" لیکن اگر

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر القادری کے معنی "پڑھوا چکیں" کو دیکھا جائے تو اس میں پڑھنے کی نسبت براہ راست حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف ہے۔ مگر امام المحدثین امام کرمانی و عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما فرما رہے ہیں کہ "قرء" فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ "پس جب ہم اسے پڑھ چکیں"

اور اسی طرح امام قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ

(فَاِذَا قَرَءْنٰهُ) بلسان جبریل علیك۔ — پس جب ہم اسے جبریل کی زبان سے تم پر پڑھیں تو اس پڑھے ہوئے کی اتباع کریں۔ (ارشاد الساری ج ۱ صفحہ ۱۰ ستر)

اگر یہاں فعل قراءۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ ہوتی بلکہ جبریل علیہ السلام کی طرف ہوتی تو لفظ "بلسان جبریل" لانے کی ضرورت نہ تھی۔

نیز شیخ الاسلام شاہ نور الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ تیسیر الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

(فاذا قرءناہ) وقتیکہ بخوانیم قرآن را بزبان جبریل (ج ۱ صفحہ ۱۱) — پس جب ہم قرآن کریم کو جبریل کی زبان سے پڑھیں۔

فارسی دان حضرات تو اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ "بخوانیم" کے معنی کیا ہیں "ہم پڑھیں" یا "پڑھوائیں"

محقق ملت و محدث اہلسنت و فقیہ امت علامہ سید غلام جیلانی شاہ صاحب میرٹھی علیہ الرحمۃ بشیر القاری شرح بخاری میں اس کا اردو ترجمہ یوں فرماتے ہیں۔

ان علینا جمعہ وقرآنہ — بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے

فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ — تو جب ہم اسے پڑھ

https://t.me/faizanealahazrat

چکیں اس وقت اس پڑھے ہوئے کی
اتباع کرو۔

(بشیر القاری جلد ۱ صفحہ ۱۵۶ طبع دہلی)

لیجئے، کیا اب بھی کوئی شک کی گنجائش باقی رہ گئی؟ ہرگز نہیں۔ محدث میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پہلے لفظ "قُرْاٰنَہٗ" کا ترجمہ فرمایا "اس کا پڑھنا" جبکہ طاہر القادری نے اس کا ترجمہ کیا "اس کا پڑھوانا"، پھر محدث صاحب علیہ الرحمۃ نے "فَاِذَا قَرَاْنٰہُ" کا ترجمہ فرمایا "پس جب ہم اسے پڑھ چکیں" جبکہ طاہر القادری نے اس کا ترجمہ کیا "پس جب ہم اسے پڑھوا چکیں"۔

اور آخر میں امام اہلسنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سیدنا مرشدنا الشاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کا بھی ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

"بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے تو جب
ہم اسے پڑھ چکیں اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو"

(کنز الایمان سورۂ قیامت)

اعلیٰ حضرت نے بھی "قَرَءَ" کا معنی پڑھنا فرمایا۔ لیکن طاہر صاحب کا کیا ہوا معنی "پڑھوانا" عربی زبان سے ہٹ کر، دین و ایمان کی برباد گاہ "منہاج القرآن" کا نام نہاد فیضان ہے جس کی کوئی اصل ہے نہ بنیاد۔

قارئین! کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ جس شخص کو قرآن کریم میں واقع بلکہ عربی زبان میں عام الاستعمال "قراءۃ" کا صحیح معنی کرنا نہیں آتا اور وہ اس کا معنی پڑھنے کی بجائے پڑھولنے کا کرتا ہے وہ یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم نے اسے دین کی خدمت اور شریعت کی تجدید کے لئے چن لیا ہے اور کشتیٔ امت کا واحد ناخدا ٹھہرایا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ

https://t.me/faizanealahazrat

اب کشتیٔ امت کے خود ساختہ ناخدا کو دیکھئے کہ امت کی کشتی کو قرآن و سنت کے غلط معانی کے بھنور میں کیسے ڈالے جا رہا ہے۔ ان تحقیقی اور مبنی بر دلائل حوالہ جات سے ہر اہلِ علم کا ذہن رسا اس حقیقت کو پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ صاحب جو مفکرِ اسلام وغیرہ کہلاتے پھر رہے ہیں۔ قرآن و سنت کے بنیادی علم یعنی عربی زبان اور عربی لغت تک سے نا واقف ہے ؎

رنگ و بو سے بے خبر، بیگانہ شانِ بہار
اے تری قدرت کہ یہ بھی ہیں نگہبانِ بہار

https://t.me/faizanealahazrat

تحریفِ قرآنِ کریم نمبر ۱۲

اسی کتاب کے صفحہ ۶۳ پر سورۃ الاعراف کی آیت ۱۹۰ اور اس کا ترجمہ فرماتے ہیں

جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔ "تو وہ اس کے خلق میں شریک ٹھہرانے لگے حالانکہ اللہ تعالیٰ شریک کئے جانے سے بلند و بالا ہے۔

اس میں تین غلطیاں فرمائیں۔ ۱۔ ایک یہ کہ "فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا" کا معنیٰ "خلق میں" کر ڈالا جب کہ اس کے صحیح معنیٰ "اس کی دی ہوئی یا اس کی عطا میں" ہیں۔ پھر "اس کے خلق میں شریک ٹھہرانے لگے" کے ترجمہ سے ظاہر نہیں ہوتا کہ شریک ٹھہرانے والوں نے کتنے شریک ٹھہرائے۔ ایک یا ایک سے زیادہ۔ جب کہ قرآن میں لفظ "شُرَكَآءَ" جمع ہے معنیٰ ایسا ہونا چاہیں سے لفظ کا جمع ہونا واضح ہوتا۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔ ۲۔ دوسرے یہ کہ "فَتَعٰلَى اللّٰهُ" کا معنیٰ "حالانکہ" کے ساتھ کر کے اس کو جملہ حالیہ بنا ڈالا۔ جب کہ یہ جملہ حالیہ نہیں ۳۔ تیسرے یہ کہ "يُشْرِكُوْنَ" کا ترجمہ کیا۔ "شریک کئے جانے" یعنی اسے فعل مجہول بنا ڈالا۔ جب کہ یہ فعل معروف ہے۔ لہٰذا اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے جو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے کیا ہے۔

"انہوں نے اس کی عطا میں اس کے ساجھی (شریک) ٹھہرائے تو اللہ کو برتری ہے (یعنی اللہ برتر ہے) ان کے شریک ٹھہرانے سے"

https://t.me/faizanealahazrat

تحریفِ قرآنِ کریم نمبر ۱۳

علمِ شعر کی نفی

جناب طاہر القادری نے آیت کریمہ

"وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ" (سورۂ یٰس آ ۶۹)

کا یہ ترجمہ کر کے کہ

"اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شعر نہیں سکھائے نہ وہ ان کے شایانِ شان تھے۔" (اجزائے ایمان حصّہ دوم ص ۴۳)

چار غلطیاں فرماتی ہیں جو تحریف کے ضمن میں آتی ہیں۔ ایک یہ کہ "وما علمناہ الشعر" کا ترجمہ کیا "اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شعر نہیں سکھائے۔" اس سے علمِ شعر کی نفی لازم آتی ہے یعنی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شعر کا علم نہیں دیا، چنانچہ دیوبندیوں، وہابیوں کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فلاں چیز کا علم نہیں دیا، فلاں کا نہیں دیا حتیٰ کہ کہتے ہیں شعر کا علم بھی نہیں دیا اور اس کی دلیل میں یہی آیت پیش کرتے ہیں۔ اس لئے وہ اس کا ترجمہ بھی ایسے ہی کرتے ہیں۔ جیسے جناب طاہر القادری نے کیا۔ لیکن اس کا صحیح ترجمہ وہی ہے جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یعنی

"اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے"

(کنز الایمان)

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ شروع سے لے کر آخر تک بحمدہٖ تعالیٰ قرآنِ کریم کی اپنی تفسیر و سنت و اجماع و آئمہ تفاسیر اور مسلکِ حق اہلسنت و جماعت کے تقاضوں پر مکمل پورا اُترتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہماری طرف سے بہترین جزا عطا

https://t.me/faizanealahazrat

فرماتے۔ آمین ثم آمین۔

غور فرمائیے "شعر کہنا نہ سکھلایا" کہنے کی تعلیم کی نفی کی جا رہی ہے۔ نفسِ شعر کے علم کی نہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا علم تھا کہ کونسا کلام شعر ہے اور کونسا شعر نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود شعر پڑھنا چاہتے تو اس انداز میں نہیں پڑھ سکتے تھے جس انداز میں شاعر لوگ اس کے اوزان کے لحاظ سے پڑھتے یا کہتے ہیں۔ تفاسیر میں بھی یہی ہے۔ چنانچہ مدارک التنزیل شریف میں ہے۔

"ای وَمَا عَلَّمْنَا النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَوْلَ الشُّعَرَاءِ الخ (ج ۴ ص ۱۲)

یعنی "ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شعر کا کہنا نہیں سکھلایا"

اسی طرح تفسیرِ حسینی میں فرماتے ہیں "گفتن شعر" یعنی شعر کہنا یا شعر پڑھنا نہیں سکھلایا، اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نفسِ علم کی نفی لازم نہیں آتی جب کہ طاہر صاحب کے ترجمہ سے "علم" کی نفی لازم آتی ہے"۔

امام نسفی و علامہ حسین کاشفی اور اعلیٰ حضرت علیہم الرحمۃ نے "الشعر" کو مصدر قرار دے کر اس کا یوں معنی کیا اور بلاشبہ یہ ہے بھی مصدر ہے۔ چنانچہ منجد میں ہے "شَعَرَ یَشْعُرُ شِعْرًا وَشَعْرًا" لہٰذا آیتِ کریمہ میں لفظ "الشِّعْرَ" مصدر واقع ہے جسے کے معنی شعر کہنے کے ہیں۔ جس پر نفی واقع ہوئی یعنی ہم نے انہیں شعر کہنا نہیں سکھلایا اور "ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شعر نہیں سکھائے" ترجمہ کیا جو غلط ہے۔ "شعر" جمع نہیں کہ اس کے لئے "سکھائے" کہا جائے یہ تو مفرد ہے اس لئے اس کی بجائے "سکھایا" کہنا چاہیئے۔

اور طاہر صاحب نے تیسری غلطی یہ فرمائی کہ "وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ" کا ترجمہ یوں کیا "نہ وہ ان کے شایانِ شان تھے"۔ اس میں موصوف نے لفظ "واو" کا ترجمہ

https://t.me/faizanealahazrat

"اور" چھوڑ دیا۔ کلامِ الٰہی کے ساتھ یہ لاپروائی جہالت ہی نہیں بدبختی بھی ہے اور چوتھی غلطی یہ فرمائی کہ لفظ "تھے" لگا کر اسے ماضی بعید بنا دیا۔ حالانکہ قرآنِ کریم کا یہ لفظ "یَنْبَغِیْ" نہ ماضی ہے اور نہ ماضی بعید، بلکہ یہ فعل مضارع ہے اور اس کا معنی یوں ہے "اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے" جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ترجمہ فرمایا۔

قارئین کرام! ذرا غور فرمائیے کہ طاہر صاحب کا دعویٰ کس قدر بڑا ہے کہ "انہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دین کی خدمت کرنے کی ذمہ داری سونپی ہے اور ادارہ منہاج القرآن قائم کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ تم ادارہ منہاج القرآن بناؤ میں تمہارے پاس لاہور آؤں گا۔" اور استعداد کا یہ عالم کہ ترجمۂ قرآن تک نہیں آتا۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے شخص کو دین کی خدمت سونپنے لگے تھے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کاش کہ آج کوئی صاحبِ درد ہوتا، کوئی قرآنی تراجم اور قرآنی علوم سے اس طرح کھیلنے والے کو قوتِ بازو سے گرفت کرنے والا ہوتا۔ کوئی صدر الافاضل مراد آبادی کوئی محدثِ پاکستان حضرت سردار احمد ہوتا اور کوئی عبد الغفور ہزاروی جیسا غیورِ عقیدہ و مسلک ہوتا کوئی حضرت ابو البرکات مفتی اعظم پاکستان اور علامہ احمد سعید کاظمی ہوتا۔ جن کے حضور جنابِ طاہر کی اغلاط و تحریفات اور ضلالات پر مبنی کتابیں، رسائل اور کیسٹیں پیش کی جاتیں اور ان کے قلم بے باک سے استفتاء ہوتا، پھر دیکھتے کہ جناب طاہر صاحب کیسے کھُل کھیلتے ؎

دورِ گُل ختم، قفس بند، نشیمن برباد
اب کہاں جاؤں امیدوں کا جنازہ لے کر

https://t.me/faizanealahazrat

تحریف قرآن کریم نمبر ۱۴

گمراہ کن ترجمہ

اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۲ پر درج ذیل آیت اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (السجدۃ ۲۱)

اور ہم ان کو (قیامت کے) بڑے عذاب کے سوا عذابِ دنیا کا بھی مزہ چکھائیں گے شاید (ہماری طرف) لوٹ آئیں

یہ ترجمہ غلط بھی ہے اور گمراہ کن بھی۔ لفظ "وَلَنُذِيقَنَّهُم" میں لام اور نون مشدد تاکید کے لئے ہیں جن کے معنی ہیں "ضرور ہم انہیں چکھائیں گے"

مگر جناب طاہر نے اپنے ترجمہ میں تاکید کے معنی ترک کر دیئے اور غیر تاکیدی معنی کر ڈالے اور اس میں گمراہ کن معنی یہ ہیں "شاید ہماری طرف لوٹ آئیں" پڑھے لکھے حضرات جانتے ہیں کہ لفظ "شاید" شک کے لئے ہوتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا علم شک سے پاک اور یقینی ہے۔ اس لئے آئمہ اہلسنت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں جب لفظ "لَعَلَّ" آجائے تو اس کے "شاید" کے ساتھ شک والے معنی نہیں کئے جائیں گے بلکہ یقین کے معنی کئے جائیں گے چنانچہ تفسیر روح البیان میں ہے۔

"ولعل للترجی والاطماع وھی من اللہ واجب"

یعنی لفظ "لعل" امید و توقع دلانے کے لئے ہے اور یہ کلام الٰہی میں واجب ہے یعنی یقینی معنی کے لئے ہے"

https://t.me/faizanealahazrat

اور امام رازی فرماتے ہیں کہ

" یا کوئی ایسا معنی کیا جائے گا جس میں شک کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ ہو " (تفسیر امام رازی ج ۱۲ صـ۱۰۰-۱۰۱)

چنانچہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ ایک ایسا ترجمہ ہے کہ ان تمام تقاضوں پر پورا اُترتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

" اور ضرور ہم انہیں چکھائیں گے کچھ نزدیک کا عذاب اس بڑے عذاب سے پہلے جسے دیکھنے والا امید کرے کہ ابھی باز آئیں گے"۔

(کنزالایمان صـ۶۶۵)

https://t.me/faizanealahazrat

تحریف قرآن نمبر ۱۵

وھابیوں والا معنی

جناب موصوف اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۵ پر درج ذیل آیت کا ترجمہ فرماتے ہیں

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔	اس نے تم پر مرا ہوا جانور اور خون اور سؤر کا گوشت اور جس پر خدا کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے حرام کیا۔

(البقرہ ۱۷۳)

اس میں ایک غلطی یہ کی گئی ہے کہ لفظ "اِنَّمَا" جو حصر کے لئے ہے، کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ جس کی وجہ سے مضمونِ کلام الٰہی کا وہ تقاضا پورا نہیں ہوا جو لفظ "اِنَّمَا" سے متعلق تھا۔ نیز اس کے علاوہ جو موصوف نے "جس پر خدا کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے" ترجمہ کیا ہے یہ اہلسنت کا ترجمہ نہیں بلکہ وہابیوں کا ترجمہ ہے جو کہتے ہیں کہ اولیاء کرام کے نام پر پالے ہوئے جانور اور ان کے نام کی نذر و نیاز حرام ہے اگرچہ انہیں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے اور حرام اس لئے ہے کہ اس سے پہلے اس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا یعنی غیر اللہ کی طرف اسے منسوب کیا گیا کہ یہ غوثِ پاک یا خواجہ اجمیر یا فلاں بزرگ (جس کا دنیا سے انتقال ہوگیا) کا بکرا ہے یا یہ غوث پاک کی گیارھویں کا کھانا ہے اس لئے وہ اپنے مسلک کو فروغ دینے کے لئے اس کا ترجمہ بھی یہی کرتے ہیں جو طاہر صاحب نے کیا۔

چنانچہ جناب مودودی صاحب اس کا ترجمہ لکھتے ہیں "اور کوئی ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔" (تفہیم القرآن ج ۱ ص ۱۳۵) دیکھ لیجئے، جناب طاہر اور مودودی کے ترجمہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے اور

https://t.me/faizanealahazrat

جناب محمود الحسن صاحب دیوبندی ترجمہ کرتے ہیں" اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا " (ترجمہ محمود الحسن ص۳۲) یہ ترجمہ اور طاہری ترجمہ بالکل ایک سا ہے۔ اور جناب ابوالکلام آزاد اس کا ترجمہ کرتے ہیں" اور وہ جانور جو اللہ کے سوا کسی دوسری ہستی کے نام پر پکارا جائے " (ترجمان القرآن ج ۱ ص۲۲۵) یہ ترجمہ اور طاہری ترجمہ ایک سا ہے۔ اور تعجب کی بات ہے کہ طاہر صاحب کے ترجمہ سے یہ بھی واضح نہیں ہوتا کہ اس سے جانور مراد ہے، بلکہ ان کے الفاظ "جس پر خدا کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے" ہر چیز کو شامل ہے۔ خواہ جانور ہو یا کھانا ہو کوئی اور چیز۔ جس پر بھی اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے گا۔ طاہر صاحب کے ترجمہ کے مطابق وہ چیز حرام ہو جائے گی۔ یہ ترجمہ وہابی حضرات کی اس غرض کو جس سے وہ بزرگوں کی نذر و نیاز کو حرام سمجھتے ہیں مکمل طور پر پورا کرتا ہے۔ حالانکہ اہل علم جانتے ہیں کہ کلام الٰہی کا معنی و مقصود ہرگز یہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا معنی و مقصود صرف یہ ہے کہ جس جانور پر بوقت ذبح اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے وہ حرام ہے۔ کیونکہ لفظ" اُهِلَّ" "اِهْلَال" سے ہے اور اِهْلَال کے معنی لغت کی رو سے آواز بلند کرنے کے ہیں۔ لیکن قرآن میں واقع "مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" یا "مَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ" کے معنی ہرگز ہرگز کسی چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کے نام کو پکارنے کے نہیں ہیں جیسا کہ طاہر صاحب اور وہابیوں کے ترجمہ سے ظاہر ہے۔ بلکہ اس کے معنی "جانور کو غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کرنا" ہیں۔ چنانچہ لسان العرب میں ہے "وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ هُوَ مَا ذُبِحَ لِلْاٰلِهَةِ" یعنی "ما اهل لغير الله به" کے معنی اس جانور کے ہیں جسے بتوں کے لئے ذبح کیا گیا ہو (لسان العرب ج ۱۱ ص۱۰) اور تفسیر مدارک التنزیل میں ہے" ای ذبح للاصنام" (ج ۱ ص۸۹) یعنی جسے بتوں کے لئے ذبح کیا گیا وہ حرام ہو گیا۔ دیکھئے طاہری ترجمہ اور وہابیوں کے ترجمہ کے مقابلہ

https://t.me/faizanealahazrat

آئمہ اہلسنت کا ترجمہ کس قدر واضح اور مسلک اہلسنت کا مؤید ہے۔ اس لئے اعلیٰ حضرت
علیہ الرحمۃ نے اس کا ترجمہ وہی کیا جو آئمہ اہلسنت نے کیا۔ ملاحظہ ہو۔

"اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا" (کنزالایمان صفحہ)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ترجمہ آئمہ اہلسنت
کی تفاسیر سے کس قدر مطابقت رکھتا ہے اور طاہر صاحب کا ترجمہ وہابی ترجمہ سے موافقت کر
رہا ہے پھر بھی جناب کا دعویٰ ہے کہ آپ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے مسلک کے حامل
ہیں اور ناواقف و بے خبر لوگ ان کے دام تزویر میں مبتلا ہوتے جارہے ہیں۔ کاش
موصوف قرآن کریم کی آیت کا ترجمہ کرتے وقت آئمہ تفاسیر کی تفاسیر کو مدنظر رکھتے اور ان
کے مطابق ترجمہ کرتے مگر موصوف تو دیت کے سلسلے میں منعقد ہونے والے مذاکرہ میں
فرما چکے ہیں کہ "آئمہ و فقہا اور مفسرین و محدثین ان کے فریق ہیں اور ان کا کوئی حوالہ بطور
سند تسلیم نہیں کرتے" ایسی صورت میں انہیں آئمہ کی تفاسیر کے دیکھنے کی حاجت ہی محسوس
نہیں ہوتی اس لئے موصوف خوف خدا سے عاری ہوکر قرآن و سنت کے من گھڑت
تراجم و تشریحات کرنے میں مصروف ہیں اور اپنی شہرت کے مزید اضافہ کے لئے "کلام
الٰہی کے ساتھ کھیل رہے ہیں اور دولت کی ریل پیل میں عیش و نشاط سے اوقات بسر
فرمارہے ہیں ؎

یاروں کو فکرِ روز جزا کچھ نہیں رہی
بس کام ہے انہیں روِ عیش و نشاط سے

05959

https://t.me/faizanealahazrat

تحریفِ قرآنِ کریم نمبر۱۶

جناب طاہر قادری صاحب اپنی کتاب "اسلامی فلسفۂ زندگی" کے صفحہ ۱۴ پر قرآ
کی سورۃ "اعلیٰ" کی آیت ۱۴-۱۵ لکھتے اور اس کا ترجمہ فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ط — بے شک وہ فلاح پاگیا جس
وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ط — نفس کو پاک صاف کرلیا پھر اپنے ر
کے نام کو یاد کیا اور نماز پڑھی۔

حضرت علامہ ڈاکٹر پروفیسر طاہر القادری صاحب نے یہاں ترجمہ میں تین قسم
تحریفیں فرمائیں ہیں۔

ایک یہ کہ "تَزَكّٰى" فعل لازم ہے جس کے معنی ہیں "ستھرا ہوگیا" لیکن جنا
نے اس کا معنی فعل متعدی کا "زَكّٰى" کا کیا ہے یعنی "نفس کو پاک صاف کرلیا" اور
معنی جو پروفیسر صاحب نے کئے ہیں اس آیت کے نہیں ہیں یہ معنی دراصل سورۃ شمس
کی آیت نمبر ۹ کے ہیں اور وہ یہ آیت ہے

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا — بے شک کامیاب ہوگیا وہ شخص
نے اپنے نفس کو پاک کرلیا۔

یہ جناب کے مفسرِ قرآن اور علامۂ زمان اور نابغۂ عصر ہونے کی شان ہے کہ لکھتے
آیت ہیں اور ترجمہ کسی اور آیت کا لکھ ڈالتے ہیں ؎

بے گناہوں کو بھی پامال کئے جاتے ہیں
پاؤں رکھنے کو کہاں اور کدھر پڑتا ہے

دوسری غلطی یہ کہ دوسری آیت کے شروع میں حرف واو کا معنی "پھر" کر ڈالا
اس کا معنی "اور" ہے۔

تیسری یہ کہ "فَصَلّٰى" میں حرف فا کا معنی "اور" کیا حالانکہ اس کا معنی "پھر

https://t.me/faizanealahazrat

کہ" اور" اور "پھر" میں بڑا فرق ہے "فَصَلّٰی" کے معنی "پھر نماز پڑھی" سے جو مسئلہ نکلتا ہے وہ" اور نماز پڑھی" سے نہیں نکلتا۔ ہمارے فقہا" اور اپنے رب کا نام پھر نماز پڑھی" میں" رب کے نام لینے پھر نماز پڑھنے" سے یہ مسئلہ نکالتے ہیں کہ تکبیرِ اولیٰ نماز کا رکن نہیں ہے چنانچہ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ

ان التکبیرۃ شرط لا	تکبیر تحریمہ نماز کے لئے شرط ہے۔
ن للعطف بالفاء	نماز کا رکن نہیں کیونکہ حرف "فا" کے ساتھ
(روح المعانی، ج ۳۰ ص ۱۱ مطبوعہ مصر)	(نماز کا نام خدا پر) عطف ہے۔

تو جب یہاں وہی ترجمہ کیا جائے جو طاہر صاحب نے کیا ہے یعنی لفظ "پھر" کی جگہ لفظ "اور" کے ساتھ، تو اس سے وہ فقہی مسئلہ اخذ نہیں ہوگا جو ہمارے آئمہ مجتہدین نے اخذ فرمایا۔ لیکن دورِ جدید کے خود ساختہ اور جاہل مجتہدان فقہی باریکیوں سے کہاں واقف ہیں جو اسلاف کے علم و تحقیق کا ہی حصہ ہیں یہ کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ آج حکومت کی بے جواز پشت پناہی اور دولت مند نا سمجھ عوام کے بے پناہ مال کے بل بوتے پر ان میں سے ایک ایسا شخص جو "نیم مُلا، خطرۂ ایمان" کا مصداق ہے۔ قرآن و سنت اور دینی علوم کو بڑی بے باکی اور جسارت سے اپنے جاہلانہ اجتہاد اور احمقانہ تحقیق کا تختۂ مشق بنائے ہوئے ہے۔

علمِ دیں مفقود ہے گم ہے صراطِ مستقیم
خضرِ راہ بنتا ہے ہر غولِ بیاباں اِن دنوں

https://t.me/faizanealahazrat

تحریفِ قرآن حکیم نمبر ۱۷

جناب طاہر القادری صاحب اپنی کتاب اجزائے ایمان حصہ دوم اشاعت دوم اکتوبر ۱۹۸۴ء کے صفحہ ۱۷ پر قرآنِ کریم کی سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۳ پھر اس کا درج ذیل ترجمہ فرماتے ہیں۔

لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ط — تاکہ جن امور میں لوگ باہم اختلاف کرتے تھے، ان میں ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔

اہلِ علم حضرات جانتے ہیں کہ لفظ "لِيَحْكُمَ" فعل مضارع معروف (ACTIVE VOICE) ہے لیکن جناب طاہر صاحب نے اس کا ترجمہ اس کے برعکس فعل مجہول (PASSIVE VOICE) کا کر ڈالا۔ جب کہ اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے "کہ وہ لوگوں میں ان کے اختلافوں کا فیصلہ کرے"۔ (کنزالایمان اعلیٰ حضرت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فعل معروف کا فعل معروف سے ہی ترجمہ فرمایا ہے اور اسی ترجمہ میں فصاحت بھی ہے اور بلاغت بھی۔ کیونکہ جب اس کا ترجمہ فعل معروف کا کریں گے "وہ فیصلہ کردے" تو ترجمہ پڑھنے والے کے ذہن میں سوال آسکتا ہے کہ وہ ہستی کون سی ہے جو فیصلہ کرے گی" تو ایک تجسس اور طلب کا جذبہ پیدا ہوگا اور یہی تجسس اور طلب ہی ہے جس کی بدولت انسان پر علوم کے دروازے کھلتے ہیں تو تجسس کے بعد وہ یہ جواب پائے گا کہ یہ فیصلہ کرنے والی ہستی اللہ تعالیٰ کی ہستی بھی ہوسکتی ہے۔ نبی بھی ہوسکتے ہیں اور کتابِ الٰہی بھی مراد لی جاسکتی ہے تو اس انکشاف سے قاری کے ذہن میں قرآن کریم کی معنوی وسعتوں کا جو نقش ثبت ہوگا۔ اس سے قرآنِ کریم کی فصاحت و بلاغت اور جامعیت کے بارے میں اس کی قوتِ یقین و ایمان میں وہ اضافہ ہوگا کہ اس کا احساس کسی دینی علم والے کو ہی ہوسکتا ہے اور یہ صورتِ حال اس وقت پیدا نہ ہوگی۔

https://t.me/faizanealahazrat

جب اس کا ترجمہ مضارع مجہول سے کیا جائے جیسا کہ طاہر صاحب نے کیا۔ لیکن اس کے بعد موصوف نے بطور تشریح لکھا ہے۔

"مطلب یہ ہے کہ ان اصولوں اور قوانین کی روشنی میں انبیاء ان نزاعات کو نپٹا سکیں۔ جنہوں نے نسلِ انسانی کا سکون اور اطمینان برباد کر دیا تھا"

موصوف نے نزاعات کے نپٹانے کی نسبت انبیاء کی طرف کر کے قرآن کی معنوی وسعتوں کو محدود کر دیا جب کہ توضیح و تشریح کے مقام پر اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ کسی ایک خاص فاعل کے ذکر کرنے کی بجائے اسے عموم فاعل کی صورت میں ہی رکھا جاتا یا تینوں احتمالات کا ذکر کر دیا جاتا اور معنی بھی فعل مجہول کا کرنے کی بجائے فعل معروف کا کرتے۔ لیکن موصوف کو اس قدر محنت سے کیا فائدہ ؟ ان کو اس بات میں فائدہ ہے کہ جو منہ میں آئے بے تکی ہانکے جائیں اور کیسٹیں تیار ہوں پھر کیسٹوں سے کتابیں بنیں۔ اسی طرح اسی کتاب کے صفحہ ۷۷ پر آیت کریمہ

"وَسَخَّرَ لَكُمْ تا آخر۔ میں لفظ "سَخَّرَ" فعل ماضی معروف ہے۔ لیکن طاہر صاحب نے اس کے معنی بھی ماضی مجہول کے کر ڈالے۔ اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں جو ترجمۂ آیات کلامِ الٰہی میں ان کی لاپروائی اور بے احتیاطی اور ترجمۂ قرآن میں ان کے غیر ذمہ دارانہ طرزِ عمل کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اور اس غیر ذمہ دارانہ روش کے ساتھ موصوف دھڑا دھڑ لکھے جا رہے ہیں۔ تاکہ جناب اس صدی کے سب سے بڑے مصنف کہلائیں لیکن جو اہلِ علم حضرات موصوف کی کتابیں پڑھتے ہیں ان کی زبان پر بے ساختہ یہ شعر آجاتا ہے

کہیں کی اینٹ، کہیں کا روڑا
بھان متی نے کنبہ جوڑا

https://t.me/faizanealahazrat

تحریفِ قرآنِ کریم نمبر ۱۸

قرآن کریم کی معنوی تحریف کی ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیں۔ طاہر صاحب اپنی کتاب اجزائے ایمان کے صفحہ ۲۸ پر آیت کریمہ اور اس کا ترجمہ لکھتے ہیں۔

وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ (تا آخر)	اور ہم نے ان (حضرت عیسیٰ) کو انجیل عنایت کی جس میں ہدایت اور نور ہے وہ تورات کی تصدیق کرتی ہے اور پرہیزگاروں کو چاہیئے کہ جو احکام خدا نے اس میں نازل فرمائے ہیں۔ اس کے مطابق حکم دیا کریں (تا آخر)

جب کہ اس کا صحیح ترجمہ جس کا تعلق خط کشیدہ عبارت کے ساتھ ہے یوں ہے

اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ۔ اور انجیل والوں کو اس کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیئے جو اللہ نے انجیل میں اتارا"

جناب طاہر القادری نے "انجیل والوں کو چاہیئے" کی بجائے ترجمہ "پرہیزگاروں کو چاہیئے" کر ڈالا اور یہ بھی بلاشبہ قرآنِ کریم کی معنوی تحریف ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

تحریفِ قرآن کریم نمبر ۱۹

جناب طاہر صاحب اپنی کتاب "اجزائے ایمان کے حصّہ دوم صفحہ ۴۳ پر درج ذیل آیت کا ترجمہ لکھتے ہیں۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ

(ترجمہ) (وہی) غیب کی بات جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا ہاں جس پیغمبر کو پسند فرمائے تو اس پر اپنا غیب آشکار کر دیتا ہے۔

اس ترجمہ میں موصوف نے تین غلطیاں کی ہیں۔

ایک یہ کہ ترجمہ میں لفظ "بات" کا اپنی طرف سے اضافہ کر کے غیب کے وسیع مفہوم کو محدود کر دیا اور بات کے معنی گفتگو کے ہیں۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا غیب دان ہونا صرف بات اور گفتگو کی حد تک نہیں ہے اور یہ ترجمہ بلاشبہ تحریفِ قرآن کے زمرے میں آتا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر غیب کا جاننے والا ہے۔ خواہ وہ غیب "بات" کی نوعیت کا ہو یا "ذات" کے قسم سے ہو یا افعال و اعمال ہوں بلکہ وہ تو دلوں کے بھید بھی جانتا ہے جو ابھی تک زبان پر آ کر بات قرار ہی نہیں پاتے۔

دوسری غلطی یہ فرمائی کہ "فَلَا یُظْهِرُ" کا ترجمہ فرمایا "اور ظاہر نہیں کرتا"۔

"فا" کلمہ کا معنی "اور" سے نہیں "پس" سے کرنا چاہیئے تھا اور "یُظْهِرُ" کے معنی "ظاہر کرنے" کے نہیں، "مسلط کرنے" سے کرنا چاہیئے تھا اور مسلط کرنے کے معنی کسی کو کسی چیز پر قابو اور اختیار دے دینے اور غالب کر دینے کے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دینِ اسلام کے بارے میں فرمایا "لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ" تاکہ اللہ تعالیٰ دینِ اسلام کو تمام دینوں پر مسلط اور غالب کر دے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ یہی ترجمہ فرماتے ہیں "تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا"۔

https://t.me/faizanealahazrat

تیسری غلطی یہ فرمائی "مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ" کے معنی کئے۔ جس پیغمبر کو پسند فرمائے تو اس پر اپنا غیب آشکار کر دیتا ہے" اس ترجمہ سے خالی الذہن شخص کے خیال میں یہ بات آسکتی ہے کہ "جس پیغمبر کو پسند فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ جس پیغمبر کو پسند نہ فرمائے تو اس پر اپنے غیب کو آشکار نہیں کرتا" گویا اس کے پیغمبروں کی دو قسمیں ہوئیں ایک وہ کہ جنہیں وہ پسند فرماتا ہے اور دوسرے وہ کہ جنہیں وہ پسند نہیں کرتا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ ایسا جاہلانہ ترجمہ کہ اس سے کفر کا اندیشہ ہے یہ جعلی علامہ و پروفیسر طاہر القادری ہی کر سکتے ہیں۔ حالانکہ عربی گرامر کی ابتدائی کتاب نحو پڑھنے والے طلباء بھی یہ جانتے ہیں کہ لفظ "مَنْ" موصولہ ہے اور موصولات، مبہمات ہوتے ہیں اور مبہم کے ابہام کو دور کرنے کے لئے اس کے بعد حرف "مِنْ" بیانیہ بھی آیا کرتا ہے اور یہاں "مِنْ رَّسُوْلٍ" کا "مِنْ" "مَنِ ارْتَضٰی" کے مَن کا بیان ہے جس کے معنی یوں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسولوں کو اپنے غیب پر مسلط فرماتا ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ بھی دیکھئے "سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے سارے رسول پسندیدہ ہیں اور یہ ترجمہ ایمان افروز ترجمہ ہے مگر طاہر صاحب کا ترجمہ "جس پیغمبر کو پسند فرمائے تو اس پر اپنا غیب آشکار کر دیتا ہے" صرف غلط ہی نہیں نہایت گمراہ کن بھی ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس کا تو ہر پیغمبر ہی پسندیدہ ہے اگر قوم کو ایسے تراجم پڑھنے کو دیئے گئے تو اس کے ایمان کا خدا ہی حافظ

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

https://t.me/faizanealahazrat

تحریفِ قرآن کریم نمبر ۲۰

اسی کتاب "اجزائے ایمان" کے حصہ دوم کے صفحہ ۱۵۴ پر درج ذیل آیت اور ترجمہ فرماتے ہیں

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ط

اور آپ فرشتوں کو عرش کے ارد گرد خدا کی تسبیح کرتے دیکھیں گے۔

(زمر۔ آیت ۷۵)

اس میں لفظ "حَآفِّيْنَ" کا ترجمہ غائب کر گئے۔ جس کے معنی حلقہ کئے ہوئے کے ہیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "اور تم فرشتوں کو دیکھو گے عرش کے آس پاس حلقہ کئے اپنے رب کی تسبیح کے ساتھ اس کی پاکی بولتے"

طاہر صاحب کے ترجمہ سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے عرش کے آس پاس خدا کی تسبیح کرتے ہیں۔ لیکن کس حالت میں؟ اس کو قرآن کریم نے تو بیان کر دیا لیکن جعلی مفکرِ اسلام اور خود ساختہ مفسرِ قرآن نے اسے لائق بیان ہی نہ سمجھا۔ البتہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "حافین" کا ترجمہ کر کے ترجمہ کرنے کا حق ادا کر دیا۔

https://t.me/faizanealahazrat

تحریف قرآن نمبر ۲۱

اشد کے معنی شدید

جناب نے اسی کتاب میں اشد کا معنی شدید فرمادیا ہے۔ ملاحظہ ہو "اجزائے ایمان" (یعنی ایمان کے ٹکڑے) حصہ اول صـ ۱۳۱

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۔ (البقرہ ۱۶۵)

لیکن جو ایمان والے ہیں وہ خدا سے شدید محبت رکھتے ہیں

اشد کے معنی شدید سے کرنا عربی کرام سے جہالت کی دلیل ہے۔ عام طالب علم بھی جانتے ہیں کہ "اَشَدُّ" اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس کے معنی شدید ترین کے ہیں یعنی سب سے سخت یا زیادہ سخت اور شدید کے معنی سخت کے ہیں زیادہ سخت یا سخت ترین کے نہیں ہیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

تحریفِ قرآن نمبر ۲۲

پروفیسر صاحب کی تحریفِ قرآن کی ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیں۔ موصوف اپنی اسی کتاب "سورۃ فاتحہ اور تعمیرِ شخصیت" کے صفحہ ۱۲۸ پر سورۃ نساء کی آیت ۱۱۵ لکھتے اور اس کا ترجمہ فرماتے ہیں۔

مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى۔ (ترجمہ) جو شخص ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے (تا آخر)

(تا آخر)

پروفیسر صاحب نے ترجمہ میں آیت کریمہ کے ایک لفظ "لَهٗ" کا ترجمہ چھوڑ دیا۔ جس کے معنی ہیں "اس کے لئے" یا "اس پر" اس طرح پروفیسر صاحب نے ترجمہ میں ہدایت کے واضح ہونے کو مطلق کر دیا۔ جب کہ قرآن نے اسے مطلق نہیں رکھا۔ بلکہ لفظ "لَهٗ" کے ساتھ مقید کر کے بیان کیا ہے۔ جب کہ قرآن کا ترجمہ کرتے ہوئے کسی حکم مطلق کو بلا دلیل شرعی مقید کر دینا یا کسی حکم مقید کو شرعی حجت کے بغیر مطلق کر دینا بھی تحریف کے زمرے میں آتا ہے۔ شاید پروفیسر صاحب کی یہ تحریفاتِ قرآن و سنت ان کے اس پروگرام کا ہی حصہ ہیں۔ جس کا وہ اس طرح اظہار کرتے ہیں۔

"آپ (پروفیسر صاحب) قرآنی تعلیمات کی ایسی ترویج و اشاعت چاہتے ہیں جو عالمِ اسلام میں عظیم فکری اور عملی انقلاب کی بنیاد ثابت ہو۔

(نابغۂ عصر ص ۳)

ظاہر ہے کہ اس قدر بڑے مقصد کے لئے (بزعمِ خویش) انہیں قرآن و سنت اور اسلامی فقہ میں کچھ نہ کچھ تغیر و تبدل تو کرنا ہی پڑے گا۔ لہٰذا یہ کام وہ بڑی دیدہ دلیری سے انجام دے رہے ہیں۔

اس لئے وہ جیسا چاہتے ہیں قرآن و حدیث کا ویسا ترجمہ کر ڈالتے ہیں اور جیسے

https://t.me/faizanealahazrat

ان کے مزاج شریف میں آئے ویسے فتوے بھی صادر فرماتے ہیں جب کہ اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے۔

"جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا (تا آخر)

(ترجمہ اعلیٰ حضرت)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے ترجمہ میں لفظ "اس پر" اس لفظ "لَہٗ" کا ترجمہ ہے جسے پروفیسر صاحب کے مجتہدانہ نظام نے قبول نہیں کیا۔ اس لئے موصوف نے ترجمہ میں سے اسے اُڑا دیا۔ طاہر القادری صاحب کو قرآن وسنت کی معنوی تحریفیں کرتے اور دین کے اجماعی وسلم مسائل میں تبدیلی لاتے ہوئے خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی آتشِ غضب نازل ہو کر انہیں پھوک کر رکھ دے۔ ؎

یہ کہہ کر برق نے اس کے قفس کو پھونک دیا
کہ تو نے شکل بدل دی ہے آشیانے کی

https://t.me/faizanealahazrat

تحریفِ قرآن نمبر ۲۳

پروفیسر صاحب کی تحریفاتِ قرآنِ کریم کے سلسلے کی ایک اور کڑی ملاحظہ فرمائیے موصوف "سورۃ فاتحہ تفہیم شخصیت" کے صفحہ ۱۸۴ پر سورۂ سجدہ کی ایک آیت اور اس کا ترجمہ لکھتے ہیں۔

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ (السجدہ ۹)	(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے آدم میں اپنی رُوح میں سے کچھ پھونک دیا۔ چنانچہ اے نبی آدم! تمہارے اندر عقل اور سمع و بصر کا چراغ روشن ہو گیا۔

پروفیسر صاحب نے اس آیت میں چار تحریفیں کی ہیں۔

۱۔ موصوف کے ترجمہ "اپنی رُوح میں سے کچھ پھونک دیا" میں یہ جو "رُوح میں سے کچھ" کے الفاظ ہیں یہ خطرناک الفاظ ہیں۔ کیونکہ "کسی چیز میں سے کچھ" کا مطلب ہوتا ہے اس چیز کا کچھ حصہ، اور یہ تب ہوتا ہے جب وہ چیز قابلِ تقسیم ہو۔ لیکن رُوح تو قابلِ تقسیم چیز ہی نہیں۔ چنانچہ امام اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ اسی آیت کے تحت روح کے بارے میں لکھتے ہیں۔

هو جوهر لا يتجزء باتفاق اهل البصائر۔ (روح البیان ج ۷ ص ۱۱۱)	یعنی اہلِ بصیرت (اہلِ علم) کا اس پر اتفاق ہے کہ روح ناقابلِ تقسیم جوہر ہے۔

جب روح ایک ناقابلِ تقسیم جوہر ٹھہرا تو اس کے لئے لفظ "کچھ" کا استعمال بے بصیرتی اور کم علمی کے سوا کچھ نہیں۔ پروفیسر صاحب کی کم فہمی اور بے بصیرتی کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے "مِنْ رُّوْحِهٖ" میں لفظ "مِنْ" کو تبعیضیہ سمجھ لیا۔ من تبعیضیہ اس "مِنْ" کو کہتے ہیں جو اپنے مدخول (بعد والے اسم) کے ایک حصہ یا کسی حصہ کے مراد ہونے کو ظاہر کرتا ہے جیسے کہتے ہیں "اَخَذْتُ مِنَ الدَّرَاهِمِ" یعنی

https://t.me/faizanealahazrat

میں نے دراہم میں سے کچھ حصہ لے لیا جب کہ یہاں "مِنْ" تبعیضیہ نہیں بلکہ "مِنْ" ابتدائیہ ہے اور "من روحه" بمعنی "روحانیته" ہے کیونکہ قرآن کریم کے بعض الفاظ کی وضاحت، خود قرآن میں ہی دوسری جگہ موجود ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کی وضاحت بھی قرآن کریم میں دوسری جگہ موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم وروح منہ (النساء ۱۷۱)	عیسیٰ مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور اس کے یہاں کی ایک روح۔ (اعلیٰ حضرت بریلویؒ)

غرضیکہ یہ لفظ "من" ابتدائیہ ہے چنانچہ سورۃ مائدہ کی آیت ۱۵ "قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ" کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا (اور ایک کتاب مبین) میں لفظ "مِنْ" ابتدائیہ ہے اور اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے "پھر اسے (آدم کو) ٹھیک کیا اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی۔" (اعلیٰ حضرت بریلویؒ)

۲۔ اسی آیت کریمہ میں دوسری تحریف یہ فرمائی کہ اس میں "لکم" کے "ل" کے معنی "کے لئے" یا "لئے" کرنے کی بجائے "اندر" سے کیا اور یہ بالکل غلط بلکہ الفاظ قرآن کریم کے معنوں میں تحریف ہے۔ کیونکہ عربی زبان میں "ل" کے معنی کہیں بھی "اندر" کے نہیں آتے یعنی "ل" بمعنی "فی" نہیں آتا اور بر تقدیر فرض، یہاں ایسا معنی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یہ تحریف قرار پاتی ہے۔

۳۔ پھر موصوف نے "اَلْاَفْئِدَةَ" کا معنی "عقل" سے کر کے بھی قرآن کی معنوی تحریف فرمائی۔ کیونکہ اَلْاَفْئِدَةَ، فواد کی جمع ہے اور فواد کے معنی دل کے ہیں۔ تفسیر جلالین میں ہے۔ "اَلْاَفْئِدَةَ، اَلْقُلُوْب" کہ اَلْاَفْئِدَةَ کے معنی "اَلْقُلُوْب" (دلوں) کے ہیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

تحریفِ قرآن نمبر ۲۳

پروفیسر صاحب کی تحریفاتِ قرآنِ کریم کے سلسلے کی ایک اور کڑی ملاحظہ فرمایئے موصوف "دعوۃ فاطمہ تبریز شخصیت" کے صفحہ ۱۸۴ پر سورۃ سجدہ کی ایک آیت اور اس کا ترجمہ لکھتے ہیں۔

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ (السجدہ ۹)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے آدم میں اپنی رُوح میں سے کچھ پھونک دیا۔ چنانچہ اے نبی آدم! تمہارے اندر عقل اور سمع و بصر کا چراغ روشن ہو گیا۔

پروفیسر صاحب نے اس آیت میں چار تحریفیں کی ہیں۔

۱۔ موصوف کے ترجمہ "اپنی رُوح میں سے کچھ پھونک دیا" میں یہ جو "روح میں سے کچھ" کے الفاظ ہیں یہ خطرناک الفاظ ہیں۔ کیونکہ "کسی چیز میں سے کچھ" کا مطلب ہوتا ہے اس چیز کا کچھ حصہ، اور یہ تب ہوتا ہے جب وہ چیز قابلِ تقسیم ہو۔ لیکن روح تو قابلِ تقسیم چیز ہی نہیں۔ چنانچہ امام اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ اسی آیت کے تحت روح کے بارے میں لکھتے ہیں۔

هو جوهر لا يتجزء باتفاق اهل البصائر۔ (روح البیان ج ۷ ص ۱۱۱)

یعنی اہلِ بصیرت (اہلِ علم) کا اس پر اتفاق ہے کہ روح ناقابلِ تقسیم جوہر ہے۔

جب روح ایک ناقابلِ تقسیم جوہر ٹھہرا تو اس کے لئے لفظ "کچھ" کا استعمال بے بصیرتی اور کم علمی کے سوا کچھ نہیں۔ پروفیسر صاحب کی کم فہمی اور بے بصیرتی کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے "مِنْ رُّوْحِهٖ" میں لفظ "مِنْ" کو تبعیضیہ سمجھ لیا۔ من تبعیضیہ اس "مِنْ" کو کہتے ہیں جو اپنے مدخول (بعد والے اسم) کے ایک حصہ یا کسی حصہ کے مراد ہونے کو ظاہر کرتا ہے جیسے کہتے ہیں "اَخَذْتُ مِنَ الدَّرَاهِمِ" یعنی

https://t.me/faizanealahazrat

لاء کالج کی لیکچر شپ کے اوقات تک بھول گئے یہ سب کچھ حسنِ اتفاق کی مہربانیوں کا نتیجہ ہے۔ ؎

یہ دلکشی کہاں میری شام و سحر میں تھی
دنیا تیری نظر کی بدولت نظر میں ہے

https://t.me/faizanealahazrat

پرویز صاحب کی تحریفاتِ قرآن کے سلسلے کی ایک اور کڑی ملاحظہ ہو۔ موصوف "فرقہ پرستی کا خاتمہ" کے صفحہ نمبر ۴۵ پر سورۂ بقرہ کی آیت ۱۱۱ اور اس کا ترجمہ لکھتے ہیں۔

وَقَالُوا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۔ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (البقرہ ۱۱۱)

(ترجمہ) اور انہوں نے کہا کہ جنت میں کوئی بھی داخل نہ ہوگا مگر وہ جو یہودی یا عیسائی ہو گیا یہ ان کی من گھڑت باتیں ہیں۔ آپ انہیں فرمائیے کہ کوئی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

اس آیت کریمہ کے ترجمہ میں پرویز صاحب نے دو غلطیاں کیں جو قرآنِ حکیم کی معنوی تحریف کے زمرے میں آتی ہیں

۱۔ ایک کہ "لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ" کا ترجمہ کیا "جنت میں کوئی بھی داخل نہ ہوگا" اور یہ ترجمہ درست نہیں۔ اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے "جنت میں کوئی ہرگز داخل نہ ہوگا"۔ عربی کی تھوڑی سی سوجھ رکھنے والے طالب علم سے بھی ایسی غلطی متوقع نہیں جو ایک علامہ اور ڈاکٹر کہلانے والے صاحب فرما رہے ہیں۔ عربی کی تھوڑی سی واقفیت رکھنے والے حضرات بھی جانتے ہیں کہ حرف "لَنْ" نفی مع تاکید کے لئے آتا ہے یعنی اس میں نفی بھی ہوتی ہے اور تاکید بھی۔ چنانچہ میر سید شریف جرجانی م ۸۱۶ھ نحو میر میں لکھتے ہیں "ولَنْ برائے تاکید نفی ست" (نحو میر صفحہ ۱۹ در بحث حروفِ عاملہ) یعنی لَنْ نفی کی تاکید کے لئے۔ علامہ زمخشری تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں

"ان فی لَنْ توکیدا وتشدیدا"

"بے شک "لَنْ" میں تاکید و تشدید یعنی شدید نفی پائی جاتی ہے"۔

(تفسیر کشاف ج ۱ صفحہ ۲۲۸)

https://t.me/faizanealahazrat

لیکن جناب پروفیسر صاحب! اس کے نفی والے معنی تو کر گئے مگر "تاکید" جو اس کی روح تھی اسے چھوڑ گئے۔ ترجمہ قرآن میں اس قدر غفلت اور بے اعتنائی ایک مسلمان کی شان کے لائق ہرگز نہیں ہے۔ خدائے قدوس کے کلام کا ایک ایک حرف، اپنے اپنے محل وموقع کے اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے اور ترجمہ کرتے وقت ہلکی سی غلطی بھی اس کی حکمتِ کلامیہ کے لئے نقصان دہ بلکہ اس کے کلام مقدس میں تحریف قرار پاتی ہے۔ کیونکہ اس سے منشأ الٰہی پوری نہیں ہوتی۔ اس کی مثال یوں ہے جیسے ایک شخص اپنے قاصد کے ذریعے کسی کو پیغام بھیجتا ہے کہ "فلاں کام ہرگز نہ کرنا" مگر قاصد جاکر یوں کہتا ہے کہ "فلاں کام نہ کرنا" خود ہی سوچ لیجئے کیا اس سے پیغام بھیجنے والے کی وہ مراد پوری ہوئی جو اس نے "ہرگز" کے لفظ سے وابستہ کی تھی؟ کیا قاصد کا پیغام بھیجنے والے کے پیغام میں سے لفظ "ہرگز" کو نکال دینا، پیغام رسانی میں خیانت اور تحریف وتبدیل قرار نہیں پائے گی؟ ضرور قرار پائے گی۔

۲۔ پروفیسر صاحب نے دوسری تحریف یہ فرمائی کہ "هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ" کا ترجمہ فرمایا۔ "کوئی دلیل لاؤ" یہ ترجمہ بھی غلط، قرآنِ کریم کی معنوی تحریف اور منشأ الٰہی کو بدل دینا ہے۔ موصوف نے قرآن کریم کی عبارت میں واقع لفظ "كُمْ" کا معنی اُڑا دیا۔ جب کہ اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے۔ تو تم اپنی دلیل لاؤ"۔

قارئین! آپ جانتے ہیں کہ لفظ "کوئی دلیل" میں اور "اپنی دلیل" میں کس قدر فرق ہے لفظ "کوئی" نکرہ (غیر معین) چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے اور "اپنی" یا "تمہاری" کا لفظ معرفہ (معین اور خاص) چیز کے لئے بولا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے لفظ "برہان" کی "كُمْ" کی طرف اضافت کرکے ان سے خاص دلیل طلب فرمائی ہے۔ مگر پروفیسر صاحب نے "اپنی" کی بجائے "کوئی" کا لفظ استعمال کرکے اس خاص دلیل کو عام بنا دیا۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے آپ کسی سے کہتے ہیں، کوئی قلم لاؤ، اس کا

https://t.me/faizanealahazrat

مطلب اور ہے اور اگر آپ یوں کہتے ہیں "اپنا قلم لاؤ" تو اس کا مطلب اس سے مختلف ہے۔

پہلی صورت میں "قلم" نکرہ (عام) ہو جاتا ہے اور دوسری صورت میں "معرفہ" (خاص) بن جاتا ہے۔ پروفیسر صاحب نے معرفہ کا ترجمہ نکرہ سے کر کے خدا تعالیٰ کی مراد کو بدل ڈالا۔ یہی قرآنِ حکیم کی معنوی تحریف ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

تحریف قرآن نمبر ۲۵

موصوف کے سلسلۂ تحریفات کی درج ذیل کڑی بھی ملاحظہ ہو۔ موصوف نے اپنے رسالہ "پیغمبرانہ انقلاب اور صحیفۂ انقلاب" کے صفحہ ۶/۵ پر لکھا ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

(ترجمہ) بھلی معلوم ہوتی ہے لوگوں کو نفسانی خواہشوں کی محبت۔ جیسے عورتیں اور بیٹے اور خزانے جمع کئے ہوئے سونے اور چاندی کے اور گھوڑے نشاندار اور مویشی اور کھیتی۔ یہ تو سامان ہے زندگانی کا۔

(آل عمران ۱۴)

پروفیسر صاحب نے اس آیت میں دو غلطیاں کی ہیں۔

۱۔ "زُيِّنَ" کا معنی "بھلی معلوم ہوتی ہے" غلط کیا۔ کیونکہ "زُيِّنَ" "عربی گرامر کی رو سے" ماضی مجہول" کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی "بھلی معلوم ہونے" کے نہیں۔ "بھلی کر دی گئی" کے ہیں۔ لیکن پروفیسر صاحب نے "بھلی معلوم ہوتی ہے" ترجمہ کر کے اس معنی کی خوبی کو ختم کر دیا جو "بھلی کر دی گئی" والے معنی کی صورت میں تھی۔ مثلاً جب یوں معنی کریں گے کہ "لوگوں کے لئے آراستہ کی گئی یا لوگوں کے لئے بھلی کر دی گئی، ان خواہشوں کی محبت" عورتیں، بیٹے اور تلے اوپر سونے اور چاندی کے ڈھیر اور نشان کئے ہوئے گھوڑے۔ تا آخر۔

تو پڑھنے والے کے ذہن میں سوال پیدا ہو گا کہ لوگوں کے لئے آراستہ یا بھلی کر دی گئی ان خواہشوں کی محبت۔ تو وہ کون ہو گا جس نے ان خواہشوں کی محبت کو لوگوں کے لئے آراستہ اور بھلا کر دیا؟ وہ اس کی جستجو کرے گا اور اس کو معلوم کرنے کی کوشش کرے گا

https://t.me/faizanealahazrat

تو اس پر منکشف ہو جائے گا کہ احتمال ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ ایسی صورت میں یہ اس کی طرف سے لوگوں کی آزمائش ہوگی۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ شیطان کی طرف سے ہو ایسی صورت میں یہ اس کی طرف سے لوگوں کے لئے دھوکا اور شر ہوگا لیکن پروفیسر صاحب کے کئے ہوئے معنی میں اس قسم کا شعور قاری کے وہم و گمان سے بھی نہیں گزرتا۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیں: "لوگوں کے لئے آراستہ کی گئی ان خواہشوں کی محبت، عورتیں اور بیٹے اور تلے اوپر سونے چاندی کے ڈھیر اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی، یہ جیتی دنیا کی پونجی ہے"۔

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ "آراستہ کی گئی" عربی گرامر کے بالکل مطابق ہے۔ کیونکہ "زُیِّنَ" فعل ماضی مجہول ہے اور "آراستہ کی گئی" بھی ماضی مجہول ہے اور طاہر صاحب کا ترجمہ "بھلی معلوم ہوتی ہے" قرآن کریم کے لفظ سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ بلکہ عجیب و غریب ترجمہ ہے۔ جسے دوسرے لفظوں میں تحریف ہی کہنا چاہیئے۔

۲۔ دوسری غلطی یہ فرمائی کہ آخر میں لفظ "دنیا" کا ترجمہ اڑا دیا اور یوں ترجمہ فرمایا "یہ تو سامان ہے زندگانی کا" جب کہ صحیح ترجمہ یوں ہے کہ "یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے"۔ لفظ دنیا کو حذف کر کے محض "زندگانی" کا ترجمہ کرنا منشاءِ الٰہی اور مرادِ خداوندی کے برعکس اور قرآن کی تحریفِ معنوی ہے۔ شاید موصوف کے نزدیک "پیغمبرانہ انقلاب" اسی کا نام ہے کہ اس کے کلام میں تحریف و تبدیل کی جائے۔ لاحول ولا قوۃ اللہ باللہ۔ البتہ یہ مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی پیغمبری کا ہی انقلاب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس نے بھی ایسا ہی کام کیا کہ خدا تعالیٰ کے کلام اقدس میں تحریفیں اور تبدیلیاں کر کے کفر کا مرتکب ہوا جناب علامہ پروفیسر طاہر القادری صاحب جس پیغمبرانہ انقلاب کے داعی ہیں۔ وہ کسی سچے پیغمبر کے "پیغمبرانہ انقلاب" کے طرز و طریق پر معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ

https://t.me/faizanealahazrat

کے سچے پیغمبر اپنے پیغمبرانہ انقلاب کی بنیاد وحی الٰہی کے تحفظ اور عدم تغیر پر ہی رکھتے ہیں وہ وحی الٰہی کی عبارت و معنی کی حفاظت کرتے ہیں۔ چنانچہ کفار کے ایک گروہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ کو اس شرط پر مانیں گے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آئیں یا اس میں کچھ تبدیلی کریں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے فرما دیجئے۔

"مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِیْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ" (یونس ۱۵)

ترجمہ: یعنی مجھے حق نہیں پہنچتا کہ میں اپنی طرف سے قرآن حکیم میں کچھ تبدیلی کر دوں۔ میں تو اسی کا پیروکار ہوں جو مجھے وحی بھیجی جاتی ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔"

پیغمبرانہ انقلاب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغمبرانہ انقلاب وحی الٰہی کے تابع تھا اور اس میں کسی طرح کی تبدیلی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ممکن نہ تھی۔ مگر آج کے پیغمبرانہ انقلاب کی دعوے دار شخصیت کی انقلاب کی بنیاد ہی وحی الٰہی کی تبدیلی پر ہے کیونکہ قرآنِ کریم لفظ و معنی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ چنانچہ نور الانوار میں ہے۔

ان القرآن اسم للنظم والمعنی جمیعا (ص۱۱)

یعنی بلاشبہ قرآن الفاظ اور معنی، دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

اس لئے قرآن کے الفاظ میں تبدیلی اور کمی بیشی کرنا ممنوع اور تحریف ہے اسی طرح اس کے معنوں میں بھی کمی بیشی سخت ممنوع اور تحریف ہے۔ لیکن دورِ جدید کے پیغمبرانہ

https://t.me/faizanealahazrat

انقلاب کے مدعی طاہر القادری صاحب کی نام نہاد انقلاب کی بنیاد ہی وحی الٰہی میں تبدیلی اور تحریف پر ہے۔ جس کا مظاہرہ وہ عورت کی دیت کے مسئلہ، عورت کی شہادت وغیرہ کے بارے میں فرما چکے ہیں اور اب قرآن کے معنوں میں بھی تبدیلی کر کے اپنے نام نہاد انقلاب کا سکہ بٹھا رہے ہیں اور طاہر صاحب کو یہ جذبۂ انقلاب لینن، کارماکس اور ماؤزے تنگ ایسے شیاطین کے افکار و خیالات کے مطالعہ سے نصیب ہوا ہے۔

اس لئے "نابغۂ عصر" کے صفحہ ۱۲ میں ان کی تعریف اور ان کے مقابلہ میں علماء دین کی توہین کر کے موصوف نے ان کی نیازمندی کا حق ادا کیا اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قرآن کے معنوں کا وہی حشر کرنے لگے ہیں جو ان شیاطین نے قرآن کے اوراق و عبارات کا کیا تھا ؎

ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کر گئی شاہین بچے کو صحبت زاغ

یہ بات مبالغہ پر مبنی نہیں بلکہ مسلمہ حقیقت ہے کہ آج تک جو انسانی شیاطین اور جھوٹے مدعیان نبوت گزرے ہیں طاہر القادری صاحب کے انقلاب کی کڑی ان کے ہی انقلاب سے ملتی ہے۔ کیونکہ جس انقلاب میں عورت کی دیت و شہادت ایسے اجماعی مسائل سے انحراف اور آئمہ و فقہاء اسلام کو اپنا فریق قرار دے کر ان کے حوالوں کو سند تسلیم کرنے سے انکار کیا گیا ہو اور قرآن و حدیث کے معنوں میں تحریف و تبدیل کی گئی ہو۔ وہ خدا تعالیٰ کے کسی سچے پیغمبر (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کا پیغمبرانہ انقلاب ہرگز نہیں ہو سکتا جب کہ یہ چاروں باتیں یعنی (۱) اسلام کے اجماعی مسائل سے انحراف (۲) آئمہ و فقہاء اسلام کو فریق (مدمقابل) قرار دینا (۳) ان کے حوالوں کو سند تسلیم کرنے سے انکار کرنا۔ (۴) قرآن و سنت کے معنوں میں تحریف و تبدیل کرنا، پروفیسر صاحب کے انقلاب کا طرۂ امتیاز ہیں۔ لہٰذا اس کی کڑی کسی سچے پیغمبر کے انقلاب سے کیونکر مل سکتی ہے؟ بلاشبہ یہ

https://t.me/faizanealahazrat

ابلیسی انقلاب ہے۔ فرشتے اطاعتِ خداوندی اور اس کے حکم پر جھکنے کی روایت پر چلے آرہے تھے۔ سب سے پہلے ابلیس برہم باطل فرشتوں میں انقلابی پیدا ہوا کہ آدم جیسے مقبولِ خدا کے حضور جھکنے سے انکار کر دیا۔ جناب پرویز صاحب نے بھی ائمہ کرام اہلسنت جو مظہرِ انوارِ محمدیت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کے حضور جھکنے، ان کے اجماع کو تسلیم کرنے اور اسے سند ماننے سے کھلا انکار فرما دیا ؎

(ملاحظہ ہو کیسٹ طاہر صاحب ۸ ستمبر ۸۴ء)

بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے
بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس

www.KitaboSunnat.com

تحریفِ قرآن حکیم نمبر ۲۶

اسی سلسلۂ تحریف کی ایک اور کڑی ملاحظہ ہو۔ موصوف فرقہ پرستی کا خاتمہ کے صفحہ ۱۱۸ پر سورۂ بقرہ کے دوسرے رکوع کی ایک آیت کا درج ذیل حصہ لکھتے اور اس کا ترجمہ فرماتے ہیں۔

اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ (بقرہ) ترجمہ:۔ وہ خود راہِ حق سے بھٹکے ہوئے اور بے عقل ہیں۔

اس میں موصوف نے "اَلَا" اور "اِنَّ" کا معنی چھوڑ کر اس کا ترجمہ منشاءِ الٰہی کے خلاف کر ڈالا "اَلَا" حرفِ تنبیہ ہے۔ جس کے معنی خبردار اور ہوشیار کرنے کے ہیں اور "اِنَّ" حرفِ تحقیق ہے اس لئے اس کے صحیح معنی یہ ہوں گے "خبردار بے شک وہ خود بے وقوف ہیں" پھر موصوف نے ترجمہ میں "راہِ حق سے بھٹکے ہوئے اور" کا اپنی طرف سے اضافہ کر کے کلامِ الٰہی کے ساتھ زیادتی فرمائی ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

تحریف قرآن نمبر ۲۷

موصوف کی تحریفات کے سلسلے کی ایک کڑی ملاحظہ ہو وہ اپنے رسالہ "سیاسی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل" کے صفحہ ۱۷ پر سورۃ نور کی آیت ۵۵ کا ابتدائی حصہ اور اس کا ترجمہ لکھتے ہیں۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ۔ (النور۔ ۵۵)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں مستحق اقتدار ٹھہرائے گا۔

پروفیسر صاحب نے اس میں دو غلطیاں کی ہیں

۱۔ ایک یہ کہ موصوف نے "لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ" کا معنی "انہیں مستحق اقتدار ٹھہرائے گا" کر کے قرآن کی معنوی تحریف فرمائی۔ کیونکہ منشاءِ الٰہی انہیں اقتدار کا مستحق ہی ٹھہرانا نہیں بلکہ عملی طور پر اقتدار سونپنا ہے۔ اقتدار کا مستحق ٹھہرانا اور اقتدار پر فائز کرنا دو مختلف باتیں ہیں اور دونوں میں بڑا فرق ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات ایک شخص اقتدار کا مستحق ٹھہرتا ہے اس میں حکمران و خلیفہ ہونے کی صلاحیت بہ درجۂ اتم موجود ہوتی ہے لیکن وہ عملی اعتبار سے اقتدار پر فائز نہیں ہوتا بلکہ محروم ہوتا ہے جب کہ اس کے مقابلہ میں غیر مستحق اور نااہل شخص اقتدار پر فائز ہوتا ہے۔ پروفیسر صاحب کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے عملی طور پر خلافت دینے کے وعدہ کو محض مستحق اقتدار بنانے کے مفہوم میں کہنا، وعدۂ الٰہیہ کا مذاق اڑانا اور اسے مہمل بنا دینا ہے۔ اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے۔ "وہ انہیں زمین میں ضرور خلافت دے گا"۔

۲۔ دوسری غلطی یہ فرمائی کہ "لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ" کا یہ معنی کیا کہ "وہ انہیں زمین میں مستحق اقتدار ٹھہرائے گا"۔ اس میں "لام تاکید" اور "نونِ تاکید ثقیلہ" دو تاکیدیں موجود

https://t.me/faizanealahazrat

ہیں۔ لیکن موصوف نے ترجمہ میں دونوں تاکیدوں کو چھوڑ دیا۔ جب کہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے" وہ انہیں زمین میں ضرور خلافت دے گا"۔ موصوف نے خدا تعالیٰ کے تاکیدی فرمان کو غیر تاکیدی بنا ڈالا۔ یہ بھی قرآن کی تحریف معنوی ہے جس کا موصوف نے ارتکاب کیا۔

اب اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ گرامر کی روشنی میں کس خوبصورتی سے کلام الٰہی کی ترجمانی کا حق ادا ہوتا ہے۔

"اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا۔" (النور ۵۵)

دیکھئے اور غور فرمائیے "مستحق اقتدار ٹھہرائے گا" طاہر صاحب کا ترجمہ۔ "خلافت دے گا" اعلیٰ حضرت کا ترجمہ۔ قرآن خلافت دینے کا وعدہ کر رہا ہے اور طاہر صاحب اسے صرف خلافت کا مستحق ٹھہرانے کا وعدہ قرار دے رہے ہیں یہ دور جدید میں اجتہادی اور ترقی پذیر ترجمہ قرآن ہے۔ خدا خیر کرے ؎

دورِ ترقی کیا ہے شکیل
دنیا کی عقلوں کا فتور

https://t.me/faizanealahazrat

تحریفِ قرآن کریم نمبر ۲۸

جناب طاہر القادری کا کفریہ قول

جناب طاہر القادری اجزائے ایمان حصہ دوم صفحہ ۸۸ پر سورۃ السجدہ کی درج ذیل آیت لکھ کر اس کا جو ترجمہ فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ الخ (السجدہ)

ترجمہ:۔ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں یعنی چھ ادوار میں پیدا کیا۔ پھر وہ کائنات کے تختِ اقتدار پر جلوہ فروز ہوا۔

قارئین! اس کا مطلب اور مفہوم سمجھیے کہ موصوف کیا فرما رہے ہیں یہی "اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ ادوار میں پیدا کیا، پھر (یعنی اس کے بعد) وہ کائنات کے تختِ اقتدار پر جلوہ فروز ہوا" گویا آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے کے بعد اس نے کائنات پر اقتدار پایا اور اقتدار کے معنی ہیں قدرت والا ہونا۔ لفظ "پھر" سے واضح ہو رہا ہے کہ اس نے کائنات پر اقتدار بعد میں پایا، اس کا اقتدار پہلے سے نہ تھا اور نہ ہی اس پر قدرت رکھتا تھا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

بلاشبہ یہ قول کفریہ ہے، اس کا اعتقاد ایک ایسی گمراہی ہے جو کفر تک جا پہنچتی ہے یہ نادان علامہ اپنی کتاب اجزائے ایمان کے پہلے حصہ میں خدا تعالیٰ کے لئے "خیال اور احساس" کے الفاظ استعمال کر کے عقیدۂ تجسّم کا مظاہرہ بھی فرما چکا ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کے لئے تختِ اقتدار پر جلوہ گر ہونا اس کے عقیدہ کے ساتھ پوری مطابقت رکھتا ہے اور یہ کہ وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کو پیدا کرنے کے بعد ہی

https://t.me/faizanealahazrat

اقتدار کے تخت پر تشریف فرما یا جلوہ فروز ہوا۔ اس سے پہلے اس کا اقتدار نہ تھا یعنی قدرت نہ رکھتا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ازل سے اور ہمیشہ سے ہی مقتدر ہے۔ اقتدار والا ہے اور اقتدار رکھتا ہے۔ اس کی قدرت صفتِ ازلیہ ہے۔ چنانچہ شرح عقائد جسے نام نہاد علامہ نے پڑھا ہی نہیں ورنہ ایسی جاہلانہ اور گمراہ کن باتیں نہ فرماتے) میں ہے۔

" اَلْقُدْرَۃُ وَھِیَ صِفَۃٌ اَزَلِیَّۃٌ الخ (ص ۱۱۵ مطبوعہ مصر)

کہ قدرت خدا تعالیٰ کی صفتِ ازلی ہے۔ نیز موصوف نے "عرشِ الٰہی" کو اس کے حقیقی معنوں میں لینے کی بجائے اسے کائنات کا تختِ اقتدار قرار دے کر عرش کی حقیقت کا ہی انکار کر دیا۔ گویا ان کے نزدیک عرشِ الٰہی، کائنات کا تختِ اقتدار اور تختِ حکومت ہے۔ جیسے کرسیٔ اقتدار یا کرسیٔ حکومت سے مراد وہ کرسی حقیقی نہیں جس پر بیٹھا جاتا ہے بلکہ اس سے محض حکومت کی ذمہ داری مراد ہوتی ہے۔ جو حکومت کی ذمہ داری پر فائز ہو اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ فلاں صاحب اقتدار کی کرسی پر جلوہ فروز ہوئے۔ یعنی اس سے پہلے ان کے پاس اقتدار نہ تھا۔ اس صورت میں بھی جناب موصوف کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسا کہنا یقیناً کفر ہے اور وجود عرش سے بھی انکار قرار پایا جاتا ہے جو گمراہی سے کم نہیں اور اگر تخت سے حقیقی اور واقعی طور پر عرش ہی مراد ہے جیسا کہ اہلِ اسلام کا مذہب ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کو جلوہ فروز کہنا اس کی جسمانیت کے اعتقاد کو مستلزم ہو کر اس صورت میں بھی گمراہی قرار پاتا ہے اور یہی مذہب غیر مقلدین کا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر جلوہ فروز ہے جب کہ اہلِ سنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی مکان پر جلوہ فروز و متمکن ہو چنانچہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تختِ نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

https://t.me/faizanealahazrat

اب امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے جو آیت مذکورہ کا ترجمہ فرمایا اسے بھی ملاحظہ فرمائیے

"ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ" (ترجمہ) پھر عرش پر استوی فرمایا (السجدہ) (کنز الایمان شریف)

قرآنِ کریم میں یہ "اِسْتَوٰی" کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے وارد ہوا۔ اس کے حقیقی معنی تو عرش کے اوپر بیٹھنے کے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ بیٹھنے سے پاک ہے۔ لہٰذا کوئی تو اس سے مراد اس کا تجلی فرمانا لیتے ہیں لیکن صوفیاء کرام اور سلف صالحین کا مذہب وہ ہے جو امام اہلسنت اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے اختیار فرمایا۔ (ترجمہ)

"پھر عرش پر استوا ہوا جیسا اس کی شان کے لائق ہے"

(کنز الایمان سورۃ اعراف آیت ۵۴)

اور صاحب رُوح المعانی فرماتے ہیں۔

ان المشہور من مذہب السلف فی مثل ذلک تفویض المراد منہ الی اللہ تعالیٰ فہم یقولون استوی علی العرش علی الوجہ الذی عناہ سبحانہ وتعالیٰ منزہا عن الاستقرار والتمکن (الی) وقد اختار ذلک السادۃ الصوفیہ۔

(تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۱۸۸)

بلاشبہ ایسی آیات میں سلف صالحین سے مشہور اس کی مراد کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ہے پس وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے عرش پر اُس طور پر استوار فرمایا جو اس کی مراد ہے جب کہ وہ عرش پر پر جلوہ فروز و متمکن ہونے سے پاک ہے اور ساداتِ صوفیہ نے اسی معنی کو پسند فرمایا۔

https://t.me/faizanealahazrat

لیجئے یہ ہے اہلِ حق کا مذہب ۔ لیکن جو جناب طاہر القادری نے معنی فرمایا جن کا سُنّی، حنفی اور قادری تک ہونے کا دعویٰ ہے وہ معنی نہ تو سلف صالحین کا معنی ہے اور نہ ہی صوفیہ کرام کا بلکہ اس معنی سے خدا تعالیٰ کے لئے ایسے امور لازم آتے ہیں جن کا اعتقاد بلاشبہ گمراہی بلکہ کفر تک قرار پاتا ہے ۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ ۔

سچ کہتے ہیں " نیم ملا خطرۂ ایمان "

https://t.me/faizanealahazrat

جناب طاہر القادری کی تحریف نمبر ۲۹

جناب پروفیسر طاہر القادری نے اجتہاد نو کی آڑ میں قرآن کریم کی معنوی تحریف کا جو سلسلہ شروع فرما رکھا ہے۔ اس کی دوسری مثال ملاحظہ فرمائیں۔ وہ اپنی اسی کتاب "سورۂ فاتحہ اور تعمیر شخصیت" کے صفحہ ۲۱ پر لکھتے ہیں

فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ط (الانعام ۴۴)

ترجمہ لکھتے ہیں "ہم نے ان کے اوپر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ وہ خوش ہو گئے۔

ترجمہ کا یہ حصہ "یہاں تک کہ وہ خوش ہو گئے" غلط اور قرآن مجید کی تحریف معنوی ہے۔ پروفیسر صاحب نے قرآن کریم کے وہ الفاظ شریفہ نہیں لکھے جن کا یہ ترجمہ ہے بلکہ ان کا ترجمہ نقل کر ڈالا اور عجیب بات یہ ہے کہ جناب میں صحیح ترجمہ نقل کرنے کی صحیح صلاحیت نہیں۔ اس لئے ترجمہ کو بھی غلط نقل کیا۔ کیونکہ اس لفظ اِذَا کا ترجمہ "جب" کو چھوڑ دیا حالانکہ اس کے بغیر آیت کا مفہوم ہی مختلف ہو جاتا ہے۔ اب قارئین قرآن کریم کے وہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں جن کا ترجمہ غلط لکھ ڈالا۔ لیکن وہ الفاظ نقل نہیں کئے۔ وہ الفاظ اور ان کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

"حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا" (الانعام ۴۴)

"یہاں تک کہ جب وہ خوش ہو گئے" یہ صحیح ترجمہ ہے

لیکن جناب نے شروع کے لفظ "حَتّٰى" کا ترجمہ تو لکھ ڈالا۔ اور آخری لفظ "فَرِحُوْا" کا ترجمہ بھی فرما دیا۔ مگر درمیان کے لفظ "اِذَا" کا ترجمہ اڑا گئے یا چھوڑ دیا۔

قارئین! یہ ایک حقیقت ہے کہ جیسے قرآن کریم کے الفاظ میں کمی بیشی کرنا تحریف لفظی ہے اور یہ نہایت ہی بُری بات ہے۔ اسی طرح اس کے معنوں میں بھی

https://t.me/faizanealahazrat

کمی یا بیشی کرنا تحریف معنوی (معنوں میں ردّوبدل کرنا) ہے اور یہ بھی نہایت ہی بُری بات ہے۔ کیونکہ دشمنانِ اسلام اس پر بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اگر اہلِ کتاب نے آسمانی کتابوں کے الفاظ وعبارات میں تبدیلی کی تو تمہارے مسلمان بھائی قرآن کے معنوں میں ردّوبدل کر لیتے ہیں۔ اس لئے قرآنِ کریم کے کسی بھی لفظ کا ترجمہ کرتے وقت اس کے ہر پہلو پر غور کرنے اور اس کے عربی گرامر کے اعتبار سے تمام تقاضوں کو پیشِ نظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔ بلاشبہ قرآنِ کریم کا ترجمہ کرنا مرادِ الٰہی کا تعین کرنا ہے اور اس تعین میں ذرا سی غفلت سے معنی میں معمولی سا بھی فرق آگیا تو وہ خدا تعالےٰ پہ افتراء و بہتان ہوگا اور خدا تعالےٰ پر اور اسی طرح اس کے رسُول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بہتان باندھنا کسی مسلمان سے متوقع نہیں ہے۔

سو، کلامِ حق میں کج ادائی نہ کرو
اللہ کے ساتھ بے وفائی نہ کرو

https://t.me/faizanealahazrat

تحریفِ قرآن نمبر ۳۰

پروفیسر طاہر القادری صاحب کی معنوی تحریفِ قرآن کی چوتھی مثال ملاحظہ فرمائیں موصوف اپنی اسی کتاب "سورۃ فاتحہ اور تعمیرِ شخصیت" کے صفحہ ۲۸ پر ایک آیت اور اس کا ترجمہ لکھتے ہیں۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ۔ (آل عمران ۹۶)

بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے (جمع ہونے کے) لئے بنایا گیا وہ مکہ میں ہے۔

ناظرین! دیکھئے پروفیسر صاحب نے بین القوسین یعنی دو بریکٹوں کے درمیان (جمع ہونے کے لئے) کا غلط اضافہ کر کے قرآن کریم کی معنوی تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔ کیونکہ بیت اللہ لوگوں کی عبادت کے لئے ہے نہ کہ محض جمع ہونے کے لئے۔ جہاں تک لوگوں کے جمع ہونے کا تعلق ہے وہ تو میلہ ٹھیلہ کی صورت میں جاہلیت کے دور میں ہوا کرتا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل بھی لوگ وہاں جمع ہوتے۔ بلکہ کپڑے بھی اتار کر جمع ہوتے تھے۔ اپنے آباء و اجداد کے جاہلیت پر مبنی کارناموں کا وہاں بڑے فخر و مباہات سے تذکرہ کرتے تھے۔ شور مچاتے اور سیٹیاں بجاتے اور خود قرآن اس پر روشنی ڈالتا اور فرماتا ہے۔

وَمَا کَانَ صَلٰوتُھُمْ عِنْدَ الْبَیْتِ اِلَّا مُکَآءً وَّتَصْدِیَۃً ط (الانفال ۳۵)

اور کعبہ کے پاس ان کی نماز نہیں مگر سیٹی اور تالی (سورۃ انفال ۳۵)

اس کی تفسیر میں ہے کہ کفارِ مکہ بیت اللہ کے پاس جمع ہو کر سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ قریش ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔ اسی طرح سورۃ بقرہ میں فرمایا گیا۔

https://t.me/faizanealahazrat

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ (البقرہ ۲۰۰) تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے۔

زمانۂ جاہلیت میں عرب، حج کے بعد کعبہ کے قریب جمع ہو کر اپنے باپ دادا کے فضائل بیان کیا کرتے تھے۔ اسلام میں بتایا گیا کہ یہ شہرت و خود نمائی کی بے کار باتیں ہیں۔ بجائے اس کے ذوق و شوق کے ساتھ ذکر الٰہی کیا کرو۔ پروفیسر صاحب نے اس آیت کے ترجمہ میں دو بریکٹوں کے درمیان "جمع ہونے کے لئے" کا غلط اضافہ کر کے قرآن کریم کے مفہوم میں جاہلیت والے دور کے لوگوں کے جمع ہونے کا جو احتمال پیدا کر دیا یہ ہرگز ہرگز خدا تعالیٰ کی مراد نہیں۔ اس لئے کسی بھی مفسر نے ایسا نہیں فرمایا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی مراد یہ ہے

کہ سب میں پہلا گھر جسے لوگوں کی عبادت گاہ بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے۔

چنانچہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اس کا ترجمہ فرماتے ہیں۔

"بے شک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے"

(کنز الایمان)

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ بھی یہی معنی فرماتے ہیں کہ

ان اوّل بیت وضع متعبدا (للناس) فی الارض (للذی ببکۃ) جلالین مصری صفحہ ۷۹

بے شک سب میں پہلا گھر جو (زمین میں) لوگوں کی عبادت گاہ مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے

ناظرین! دیکھئے امام صاحب نے "مُتَعَبَّدًا" کا لفظ ارشاد فرما کر واضح کر دیا کہ لوگوں کے جمع ہونے کے لئے نہیں۔ عبادت کے لئے ہی مقرر ہوا۔ یوں تو لوگ کے ہزاروں مقامات پر اجتماع اور میلے ہوتے ہیں لیکن ضروری نہیں کہ وہ جمع ہونا قرار پائے۔

https://t.me/faizanealahazrat

امام قاضی بیضاوی فرماتے ہیں۔

" ای وضع للعبادۃ وجعل متعبدا لھم "

یعنی سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے اور ان کی عبادتگاہ مقرر ہوا (وہ ہے جو مکہ میں ہے)

(تفسیر بیضاوی صفحہ ۹۳)

امام نسفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

ومعنی وضع اللہ بیتا للناس انہ جعلہ متعبدا لھم فکانہ قال ان اوّل متعبد للناس الکعبۃ

اس کا معنی یہ ہے کہ سب میں پہلا گھر جسے اللہ نے لوگوں کے لئے عبادت گاہ بنایا۔ تو گویا اللہ نے یوں ارشاد فرمایا۔ لوگوں کے لئے پہلی عبادتگاہ کعبہ ہے۔

(مدارک ج ۱ صفحہ ۱۷۰)

الحاصل، اس آیت کے معنی میں خود ساختہ اور من گھڑت مفہوم (جمع ہونے کیلئے) شامل کرنا مرادِ الٰہی و تفسیر آئمہ کرام کے منافی اور قرآن کی تحریفِ معنوی ہے۔

طاہر القادری صاحب نے ترجمہ میں غلط اضافہ کر کے آئمہ تفسیر کے مقابلہ میں اپنا راستہ الگ اور منتہائے نظر مختلف کر لیا۔ جسے گمراہی کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا

دونوں کا منتہائے نظر ہے جو مختلف
ہے خود بخود ہر ایک کا طرزِ بیاں الگ

https://t.me/faizanealahazrat

تحریفِ قرآن نمبر ۳۱

پروفیسر صاحب کے سلسلۂ تحریفِ قرآن کی ایک اور کڑی ملاحظہ ہو۔ موصوف اپنی اسی کتاب "سورۂ فاتحہ اور تعمیرِ شخصیت" کے صفحہ ۶۰ پر ایک آیت لکھ کر اس کا ترجمہ بھی لکھتے ہیں۔

"وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ" (تا آخر آیت ۸۱ سورۂ آل عمران)

(ترجمہ) اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے یہ وعدہ لیا کہ جب تمہیں کتاب و حکمت عطا کروں۔ تا آخر (سورۂ آل عمران آیت ۸۱)

پروفیسر طاہر القادری صاحب نے جو اس آیت میں "لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ" کا ترجمہ کیا ہے "جب تمہیں کتاب و حکمت عطا کروں" یہ ترجمہ بلاشبہ قرآن کی تحریفِ معنوی ہے۔ کیونکہ آیت میں لفظ "لما" میم کی تشدید کے بغیر ہے لیکن موصوف نے یہاں "لَمَّا" میم کی تشدید والے لفظ کا معنی کیا ہے اور "لَمَّا" کے معنی "اِذْ" "جب" کے ہیں چنانچہ المغنی میں ہے کہ

وقال ابن مالک: بمعنی اذ، وھو حسن، (المغنی ج ۱ ص ۳۱۰)

امام ابن مالک نے فرمایا کہ "لَمَّا" اِذْ کے معنی میں ہے اور یہ اچھا ہے۔ (الی آخرہ)

جب "لَمَّا" "اِذْ" کے معنی میں ہوا تو اس کے معنی "جب" کے ہی ہوئے اور پروفیسر صاحب نے یہی معنی کئے ہیں۔ حالانکہ ہماری قرأت و تلاوت میں اور ہمارے سامنے جو قرآن کریم ہے اس میں "لَمَّا" نہیں ہے بلکہ یہ "لَمَا" (یعنی میم کی تشدید کے بغیر) ہے اور "لَمَا" کے معنی "جب" کے نہیں ہیں۔ طاہر صاحب کو اس بات کی سمجھ ہی نہیں ہے کہ "لَمَا" دو لفظوں سے مرکب ہے۔ جن میں سے ایک تو لام ہے

https://t.me/faizanealahazrat

اور دوسرا "ما" ہے دونوں کے باہم ملنے سے "لَمَا" بن گیا۔ اس میں لام قسم کے محل کے لئے ہے اور "ما" شرطیہ (غیر زمانیہ) ہے۔ جیسا کہ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ:۔

"اللام فی "لَمَا آتَیْتُکُمْ" (الی ان قال) موطئۃ للقسم (الی ان قال) وما شرطیۃ فی موضع نصب بـ"آتَیْتُ"

"لَمَا اتیتکم" میں لام قسم کے محل کے لئے ہے اور "ما" شرطیہ بوجہ آتیت محلاً منصوب (مفعول) ہے۔

(روح المعانی ج ۳ ص ۲۱۰)

ناظرین! پروفیسر طاہر القادری نے جو ترجمہ کیا کہ

"جب تمہیں کتاب و حکمت عطا کروں"

وہ آیتِ قرآن کے لفظ "لَمَا" کا معنی نہیں ہے۔

بلکہ یہ تو سرے سے اس کے معنی کے ہی خلاف ہے لہٰذا اسے تحریفِ معنوی کہا جائے گا جب کہ اس کا صحیح ترجمہ یوں ہوگا۔

"جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول" الی آخرہ" (ترجمہ اعلیٰ حضرت)

پروفیسر صاحب "لَمَا" کے لفظ کو غلطی سے "لَمَّا" کا ہم معنی لفظ سمجھ کر اس کا ترجمہ "لَمَّا" کا ہی کر ڈالا۔

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر القادری صاحب عربی لغت سے بے خبر

طاہر القادری صاحب کا یہ کہنا کہ لفظ "شئ" "شاء یشیئ" سے مشتق ہے بڑی جہالت کا مظاہرہ ہے۔

لفظ "شئ" کی مضحکہ خیز تحقیق

قارئین! ملاحظہ فرمائیں کہ علامہ، پروفیسر اور ڈاکٹر کہلانے والے اور خصوصاً علامۂ روزنامہ نوائے وقت، لفظ "شئ" کی کیسی مضحکہ خیز تحقیق فرماتے ہیں۔

"اس آیت (ان اللہ علی کل شئ قدیر) میں لفظ شئ جو شاء یشیئ بمعنی چاہنا سے مشتق ہے۔ شئ جو اصل میں "شیئ" بروزن فعیل، تھا۔ کے معنی ہیں وہ چیز جسے چاہا گیا۔ جس کا ارادہ کیا گیا۔ گویا اس وجود کو جس کے پیدا کرنے کا خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا شئ کہا جاتا ہے۔ بظاہر اس آیت میں یہ دکھائی دیتا ہے کہ یہ دونوں الفاظ یعنی ارادہ۔ اس نے ارادہ کیا اور شئ جسے چاہا گیا ہم معنی ہیں"

(اجزائے ایمان حصہ اول صر ۲۲۶۔)

لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

ڈاکٹر طاہر نے لفظ "شئ" کی درج ذیل مضحکہ خیز تحقیق فرمائی ہے جسے ہم ان کی کتاب "اجزائے ایمان" کے صفحہ ۲۲۶ سے اوپر کی سطور میں نقل کر چکے ہیں اب نمبروار ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ لفظ شئ "شاء یشیئ" سے مشتق (بنایا گیا) ہے۔

۲۔ لفظ "شئ" اصل میں شیئ بروزن "فعیل" ہے۔

۳۔ اس وجود کو، جس کے پیدا کرنے کا خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا "شیئ" کہا جاتا ہے

۴۔ اَرَادَ (اس نے ارادہ کیا) اور شئ (جسے چاہا گیا) ہم معنی ہیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

ادارہ منہاج القرآن، قرآن کا نہیں جہالت کا منہاج ہے

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ادارہ منہاج القرآن، قرآن کا نہیں جہالت کا منہاج ہے طاہر القادری اس کی کتابوں پر نظر ثانی کرنے والے اور ترتیب و تدوین کے ذمہ دار، سبھی لغتِ عرب سے بے خبر اور بے بہرہ ہیں۔ یہ قوم کے بچوں کا مستقبل جہالت کی تاریکیوں کے حوالے کرنے والے، سادہ لوح مسلمانوں کی بے پناہ دولت، ماہانہ چندے اکٹھے کر کے برباد کرنے والے اور خدا خوفی سے کوسوں دور، روزِ قیامت کے حساب کے لئے تیار رہیں۔

اہل علم حضرات سے اور خصوصاً ان بزرگوں سے جو ارباب اقتدار کی خوشنودی یا ذاتی تعلقات کی بنا پر یا بے خبری کے باعث اس ادارہ کو علم و عرفان کا گہوارہ قرار دیتے پھر رہے ہیں۔ آنکھیں کھولیں۔ حقائق کا مشاہدہ کریں، ورنہ وہ ان جعلی مفکروں کے ہمراہ روزِ قیامت ایک ہی رسی کے ساتھ باندھے جائیں گے۔ خدا کے لئے غور کریں کہ کیا لفظ "شیئ" "شاء یشیئ" سے مشتق ہے؟ ایسے آنکھوں کے اندھے اور جہالت کے بندے کو قرآن مجید بھی بھول گیا؟ واقعی بھول گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھے کہ آپ نے فرمایا کہ "میں دین کی خدمت تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ ادارہ منہاج القرآن بناؤ میں تمہارے پاس لاہور آؤں گا" (اس قسم کا خواب کوئی شرعی حجت نہیں ہوتا) لاحول ولا قوۃ الا باللہ، سبحانک ھذا بہتان عظیم" اسے قرآن بھول ہی جائے گا۔ اسے قرآن میں یہ دیکھنے کی توفیق کہاں کہ قرآنِ کریم میں مشاء یشیئ کہیں نہیں استعمال ہوا اور نہ ہی کہیں لغتِ عرب میں اس کا تصور ملتا ہے۔ بلکہ یہ لفظ "شاء یشاء" ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان " وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ " قرآن میں کس نے

https://t.me/faizanealahazrat

نہیں پڑھا۔ لفظِ شئ سارے قرآنِ کریم میں تقریباً دو سو چورانوے (۲۹۴) بار آیا ہے۔ اور اس کا ماضی "شَآءَ" تقریباً انسٹھ (۵۹) بار اور اس کا مضارع "یَشَآءُ" ایک سو انیس بار استعمال ہوا ہے اور اس کی جمع "یَشَآءُوْنَ" تقریباً پانچ (۵) بار وارد ہے۔ لفظ "یَشَآءُ" جو قرآنِ کریم میں ایک سو انیس بار آیا ہو پھر کوئی اسے "یَشِیْ" بتائے وہ قرآنِ کریم کے الفاظ میں تحریف کا مرتکب قرار پاتا ہے یا نہ؟ ایسے شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں، مسلمانو! عقل سے کام لو۔ ایسے شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دین کی خدمت کا کام سونپیں۔ قسم بخدا، ہرگز ہرگز نہیں۔ جب آپ اپنے دفتر کا کام کسی ایسے شخص کو ہرگز نہیں سونپیں گے جو اس کا اہل نہ ہو۔ جسے آپ کے مطلوبہ کام کا علم و شعور نہ ہو۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دین کا کام آپ کے دُنیوی دفتر سے بھی گیا گزرا ہے کہ آپ ایسے شخص کو خدمت سونپنے لگیں ہیں۔ جسے نہ قرآن کے الفاظ کا صحیح علم اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر صحیح عبور۔

اس بے لوث اور بے لاگ تحقیق نے عقلمندوں کے لئے ڈاکٹر طاہر قادری کی علمی حقیقت بے نقاب کر دی ہے کہ اس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ ان فریب کاریوں کے ذریعے قوم کی دولت سے خوب کھیلا جائے ؎

زرِ قوم سے لے کے ایسا سامان کرو
جس سے کہ تمہاری بزم بن جائے بہشت!

https://t.me/faizanealahazrat

کس قدر غضب کی بات اور جہالت کا مظاہرہ ہے کہ لفظ "شئ" "شاء یشیٔ" سے مشتق ہے۔

صاحب تفسیر بیضاوی لکھتے ہیں جس سے علامہ صاحب کی لفظ شئ کے بارے میں کی گئی ساری تحقیق سراسر غلط ہو کر رہ جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

والشئ یختص بالموجود لانہ فی الاصل مصدر شاء اطلق بمعنی شائی تارۃ و حینئذ یتناول الباری تعالیٰ کما قال أی شئ أکبر شہادۃ قل اللہ شہید وبمعنی مشیئ اخری أی مشیئ وجودہ وما شاء اللہ وجودہ فھو موجود فی الجملۃ (بیضاوی)

اور شئ، موجود کے ساتھ خاص ہے کیونکہ یہ اصل میں "شاء" (فعل ماضی) کا مصدر ہے۔ اس کا اطلاق کبھی "شائی" کے معنی میں ہوتا ہے اور اس وقت لفظ شئ اللہ تعالیٰ کو شامل ہوگا جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" کونسی چیز ہے جس کی گواہی سب سے بڑھ کر ہو؟ کہہ دیجئے۔ اللہ گواہ ہے اور کبھی لفظ شئ "مشیئ" کے معنی میں آتا ہے یعنی جس کا وجود چاہا ہوا ہو اور جس کا ہونا اللہ نے چاہا وہ ایک طرح سے موجود ہے۔

علامہ بیضاوی کے ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ لفظ شئ ہر موجود کے لئے ہے (یا جس کا موجود ہونا یقینی ہو گویا وہ موجود ہی ہو گیا۔ نیز یہ کہ "شئ" مصدر ہے۔ اس سے طاہر القادری کی یہ بات بھی غلط ہو گئی کہ "شئ" اصل میں "شَیِیئٌ" بروزن فعل تھا اور یہ کہ یہ مصدر (شئ) اللہ تعالیٰ کے لئے "شَائِیٌ" (چاہنے والا) اسم فاعل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور دوسروں کے لئے "مَشِیٌّ" (چاہا ہوا) اسم مفعول کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

اس کی شرح میں شیخ زادہ لکھتے ہیں۔

الشئ مصدر شاء یشاء هَابَ یَهَابُ۔ شئ "شَاءَ یَشَاءُ" کا مصدر ہے شَاءَ یشاءُ جیسے هَابَ یَهَابُ (ملتقطا)

(شیخ زادعلی البیضاوی ج ۱ ص ۱۷۳)

نیز یہی تحقیق امام شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمۃ نے فرمائی ہے (ملاحظہ ہو عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی علی تفسیر البیضاوی ج ۱ ص ۱۲۴-۱۲۳)

خلاصہ یہ کہ طاہر صاحب کا شئ کی تعریف وتوضیح اور اس کے باب کے سلسلے میں "شاء یشیئ" ارشاد فرمانا اور "شَیِیءَ" کی اصل "شَیْیِیءَ" بروزن "فعیل" قرار دینا اس حقیقت کا بیّن ثبوت ہے کہ موصوف عربی زبان کی گرامر بلکہ اس کے عام مستعمل الفاظ تک کے حقائق سے بے خبر ہیں۔ ایسے شخص کو علامہ، مفکر اور مفسر کا لقب دینا ان مقدس الفاظ کا بے جا استعمال ہی نہیں دین کا مذاق اڑانا ہے۔ جو شخص لفظ "شئ" کے بارے میں صحیح معلومات تک سے بے بہرہ ہو وہ اگر یہ دعویٰ کرے کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی خدمت سونپی ہے اور دودھ کا پیالہ پلایا تھا اور ادارہ منہاج القرآن بنانے کا حکم فرما کر لاہور تشریف لانے کا وعدہ فرمایا، کسی طرح صداقت پر مبنی نہیں۔ یقیناً ان کے بارے میں ان کے مداح غلط فہمی میں ہیں، خدا کرے اس بے لاگ تحقیق سے ان پر حق واضح ہو جائے۔ ؎

اب تک ان کی عقل سے پردہ ہٹا نہیں
سمجھا اسی کو آسرا جو آسرا نہیں!

https://t.me/faizanealahazrat

سلسلۂ تحریفات

حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

طاہر القادری نے قرآنِ کریم کی طرح حدیث شریف پر بھی ہاتھ صاف کر ڈالا اور اس میں بھی تحریفیں کیں یا جہالتوں کا مظاہرہ کیا۔ اس سلسلے میں اس کی اپنی کتابوں اور بعض کیسٹوں کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

تحریفِ حدیث نمبر ۱

پروفیسر طاہر القادری صاحب کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ "انہوں نے دورۂ حدیث اپنے والدِ معظم سے پڑھا اور یہ کہ حضرت علامہ ابوالبرکات سیّد احمد قادری لاہور کے درسِ حدیث میں بھی شریک ہوتے رہے اور یہ کہ پاکستان کے نامور عالمِ دین، غزالیٔ دوراں حضرت سیّد احمد سعید کاظمی نے ان کی دینی قابلیت اور علمی استعداد و بصیرت کے پیشِ نظر طریقۂ محدثین پر آپ (پروفیسر صاحب) کو سندِ حدیث عطا کی۔" (نابغہ صفحہ) پروفیسر صاحب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان کو علمِ حدیث پر بھی عبور حاصل ہے اور وہ طریقۂ محدثین کے مطابق سندِ حدیث لے کر محدّث بھی ہو گئے ہیں۔

آئیے! پروفیسر صاحب کی قرآن دانی کے ساتھ ساتھ ان کی حدیث دانی کا جائزہ بھی لیتے چلیں اور ان کی اس بشارت کی روشنی میں کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ:

"تم اللہ کے دین کا، میری امت کی نصرت اور
میری سنت کی خدمت کا اور میرے دین کی سربلندی
کا کام کرو۔ میں یہ کام تمہارے سپرد کرتا ہوں۔"

(قومی ڈائجسٹ ماہِ نومبر ۱۹۸۶ء صفحہ ۲۴)

دیکھیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی کس حد تک سمجھ رکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ انتخاب نے بڑے بڑے اکابر علماء کو چھوڑ کر اپنی سنت و حدیث اور اپنے دین کے بڑے کام کا انکو واحد ناظر بنا دیا؟

پروفیسر صاحب اپنی اسی کتاب "سورۃ فاتحہ اور تعمیرِ شخصیت" کے صفحہ ۲۷ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث لکھتے اور ساتھ ہی اس کا ترجمہ رقم فرماتے ہیں ملاحظہ ہو

صحیح مسلم میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

https://t.me/faizanealahazrat

لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بام القرآن۔

(ترجمہ) جس نے اپنی نماز میں ام القرآن نہ پڑھی۔ اس کی نماز ناقص ہے، ناقص ہے، ناقص ہے۔

ناظرین! اس حدیث کا ہرگز ہرگز یہ ترجمہ نہیں ہے۔ اس حدیث کا یہ ترجمہ کرنا، بلاشبہ پروفیسر صاحب کے ذہنی عدم توازن پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے ان کا نہ صرف حدیث دانی کا دعویٰ بے حقیقت معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے قومی ڈائجسٹ کو دیئے گئے ان کے انٹرویو میں مذکورہ بشارت بھی خود ساختہ، جعلی اور جھوٹی قرار پاتی ہے۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا

حالانکہ کسی جامعہ کے معمولی سے سمجھدار طالب علم کو بھی اس حدیث کا ترجمہ کرنے کو کہا جائے تو وہ بہ آسانی اس کا صحیح ترجمہ کر ڈالے۔ اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے۔ "اس کی نماز نہیں جس نے ام القرآن نہ پڑھی"

ناظرین! دیکھئے، دونوں ترجموں میں کس قدر فرق ہے۔ پھر سوچئے بھی، کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی، جس پر دین کی عمارت قائم ہے۔ صحیح ترجمانی کرنے سے بھی قاصر ہو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دین کی خدمت اور اس کی ترقی کا کام کیونکر سونپ سکتے ہیں؟ دین کا کام ایک ایسا اہم اور علمی کام ہے کہ اس کے لئے بڑے مستند و محقق علم و عرفان کی ضرورت ہے۔ ؎

نہ ہر کہ طرف کلہ کج نہاد و تند نشست
کلاہ داری و آئین سروری داند!

https://t.me/faizanealahazrat

حدیثِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم میں تحریف نمبر ۲

جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ پروفیسر طاہر القادری صاحب نہ صرف قرآن کریم کے علوم سے بے خبر ہیں بلکہ علوم حدیث سے بھی ناواقف ہیں اس لئے وہ قرآنِ کریم کے ساتھ حدیث کی تحریف کے بھی مرتکب ہو رہے ہیں۔

اس کی دوسری مثال ملاحظہ ہو وہ اپنی اسی کتاب "سورۃ فاتحہ اور تعمیرِ شخصیت" کے صفحہ ۳۷ پر درج ذیل حدیث نقل کر کے اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا اخبرک باخیر سورۃ نزلت فی القران قلت بلی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فاتحۃ الکتاب واحسبہ قال فیہا شفاء من کل داء۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں قرآن کی ایک اعلیٰ اور افضل سورت کے بارے میں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا۔ یارسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ فاتحۃ الکتاب ہے اور میں اسے کافی سمجھتا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں ہر مرض کے لئے دوا ہے۔

اس حدیث میں پروفیسر صاحب نے دو غلطیاں کر کے حدیث میں تحریف کر ڈالی ہے۔ حدیث کی عبارت "واحسبہ" کا ترجمہ کیا کہ حضور نے فرمایا "میں اسے کافی سمجھتا ہوں۔"

طاہر القادری کی افعالِ قلوب کے قاعدہ سے بے خبری

قارئین! طاہر القادری کا حدیث کے لفظ

https://t.me/faizanealahazrat

کریم "وَاَحْسِبُهٗ" کا ترجمہ "میں اسے کافی سمجھتا ہوں" کرنا عربی گرامر کے قواعد سے اور خصوصاً افعالِ قلوب کے قاعدہ سے بے خبری اور جہالت کا عظیم مظاہرہ ہے۔ اہلِ علم حضرات جانتے ہیں کہ "حَسِبَ یَحْسِبُ" افعالِ قلوب میں سے ہے اور دو مفعولوں کے ساتھ متعدی ہوتا ہے۔ طاہر صاحب کا "اَحْسِبُهٗ" کا ترجمہ "میں اسے کافی سمجھتا ہوں" کرنا بایں صورت درست ہوگا کہ اس میں لفظ "کافیاً" محذوف کر دیا جائے۔ یعنی "احسبہ" میں ہا ضمیر مفعول اول ہو اور "کافیا" مفعول ثانی محذوف ہو۔ لیکن اس صورت میں دو خرابیاں لازم آتی ہیں۔ ایک یہ کہ "اَحْسِبُهٗ" کی "ہ" ضمیر مذکر کے لئے ہوتی ہے جب کہ "سورۂ فاتحہ" میں لفظ سورۃ مؤنث ہے اگر اس سے مراد سورۂ فاتحہ ہوتی اور یہ ضمیر سورۂ فاتحہ کی طرف لوٹتی ہوتی تو "اَحْسِبُ" فعل کے ساتھ مذکر کی ضمیر نہ ہوتی بلکہ مؤنث کی ہوتی اور عبارت "احسبہ" کی بجائے "اَحْسِبُهَا" ہوتی۔ چنانچہ خود طاہر صاحب کی نقل کردہ عبارتِ حدیث میں "احسبہ" کے بعد "فِیْهَا شِفَاءٌ مِّنْ کُلِّ دَاءٍ" میں لفظ "فیہا" مؤنث کی ضمیر "ھا" کا ہونا بطور دلیل کافی ہے اور طاہر صاحب کی علمی نالائقی پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے کہ اس قدر بات بھی نہیں سمجھتے کہ "اَحْسِبُهٗ" میں "ہ" مذکر کی ضمیر سورۂ کی طرف نہیں لوٹ سکتی۔ کیونکہ لفظ "سورۃ" مؤنث ہے۔ اس میں تائے تانیث موجود ہے پھر اس کے بعد "فیہا" مؤنث کی ضمیر موجود ہے۔ طاہر صاحب کی جہالت سے سید عالم افصح العرب والعجم تلمیذ ربِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت پر بھی اعتراض لازم آتا ہے۔ اور دشمنانِ اسلام کے لئے سرکار کی ذاتِ اقدس کی فصاحت پر اعتراض کرنے کا موقع بھی نکلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی عبارت "احسبہ فیہا شفاء" الخ میں سورۃ کے لفظ کو خود ان ضمیروں کا مرجع ہے مذکر بھی ٹھہرایا اور مؤنث بھی بنالیا۔

https://t.me/faizanealahazrat

(معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اور دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے جسے طاہر صاحب نہیں سمجھے کہ "احسبہ" کا "میں اسے کافی سمجھتا ہوں" ترجمہ کرنے کی صورت میں "احسبہ" فعل کا مفعول ثانی محذوف ماننا پڑے گا اور یہ عربی گرامر کے قاعدہ کے خلاف ہوگا چنانچہ درس نظامی کی مشہور کتاب "ھدایۃ النحو" میں لکھا ہے۔

واعلم ان لھذہ الافعال خواص منھا ان لا یُقتصر علی احد مفعولیھا۔ (ہدایۃ النحو صفحہ ۹۴)	اور معلوم ہونا چاہیئے کہ ان افعال قلوب کی کچھ خاصیتیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے دو مفعولوں میں سے کسی ایک پر اکتفا نہیں کیا جاسکتا۔

مگر بے چارے مصنف کو کیا معلوم تھا کہ پندرھویں صدی میں جھنگ کا ایک انقلابی وکیل اُٹھے گا اور ادارہ منہاج القرآن قائم کرکے اجتہاد فرمائے گا۔ قرآن وسنت اور اجماعِ امت کے مسلمہ احکام میں ترمیمیں وتنسیخیں کرے گا۔ اور ساتھ ہی عربی گرامر کے مسلمہ اصولوں میں بھی تبدیلیاں کرکے بزعم خود دین کی نئی تعبیرات وتوجیہات کے لئے راہیں ہموار فرمائے گا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

ع بگڑا کچھ اس ادا سے کہ رخ ہی بدل گیا
ایک شخص ہی سارے علم کو ویران کرگیا

غرض یہ کہ طاہر صاحب نے جو حدیث کا ترجمہ فرمایا وہ دنیائے علم کے چہرے پر بدنما داغ ہے۔ بلاشبہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان بھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز یہ نہیں فرمایا۔ پروفیسر صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر یہ بہتان باندھ کر اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مصداق بنا دیا ہے کہ:۔

مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ	جس نے دیدہ دانستہ مجھ پر

https://t.me/faizanealahazrat

متعمدا فليتبوأ مقعده من النار (صحیح مسلم ج ۱ صفحہ ۷) جھوٹ بولا یعنی میری طرف کسی ایسی بات کی نسبت کی جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنائے۔

دراصل موصوف اس حدیث کا مفہوم ہی نہیں سمجھے کیونکہ انہوں نے کسی ماہر حدیث استاذ سے حدیث پڑھی ہی نہیں ورنہ حدیث کے معنی کرنے میں وہ اندھیروں میں نہ بھٹکتے پھرتے۔ قارئین! یقین فرمائیں کہ "واحسبه قال" کے الفاظ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر رہے ہیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں ہی نہیں۔ بلکہ یہ حدیث کے راوی کے الفاظ ہیں اور یہ حدیث تفسیر درمنثور میں ہے۔ راوی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گمان کرتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ فاتحہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

"فيها شفاء من كل داء" (ترجمہ) اس میں ہر بیماری سے شفا ہے

(تفسیر درمنثور جلد ۱ صفحہ ۴)

مگر قرآن وسنت کے محرّف (معنوں میں تبدیلی کرنے والے) پرویز صاحب جنہیں سادہ لوح عوام یا دنیائے علم وعرفاں سے ناواقف لوگوں نے مفسر قرآن اور مفکر اسلام سمجھ رکھا ہے۔ ان الفاظ کو راوی کی طرف سے سمجھنے کے بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ قرار دے رہے ہیں اور افعال قلوب سے متعلق عربی قاعدہ کی دھجیاں اڑا رہے ہیں (لاحول ولاقوۃ) اور دوسری غلطی یہ کی کہ اس کے بعد حدیث کے الفاظ

"فيها شفاء من كل داء" کے معنی بھی غلط فرمائے کہ "اس میں ہر مرض کے لئے دوا ہے" جب کہ اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے "اس میں ہر بیماری سے شفاء ہے"۔ لیکن خود ساختہ علامہ نے شفاء کے معنی دوا کے کر ڈالے، جب کہ شفاء اور دوا میں آسمان وزمین کا فرق ہے کہ شفاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے

https://t.me/faizanealahazrat

اور دوا بندوں کی طرف سے پھر یہ کہ اللہ تعالےٰ دوا کے بغیر بھی شفاء عطا کر سکتا ہے غرضیکہ طاہر القادری صاحب کا "شفاء" کا ترجمہ "دوا" سے کرنا بھی حدیث کے معنوں کی تحریف ہے۔

کاش کہ ہماری سُنّی قوم (جو اس کی شب بیداریوں کے چکر میں ہے) کچھ علمی شعور رکھتی ہوتی۔ تو اس پر حقیقت منکشف ہو جاتی کہ یہ شخص دین کا نعرہ بلند کر کے اسے دین سے دور لے جا رہا ہے ؎

اے قوم! کہاں ہے تو کدھر ہے
کیوں حال سے دیں کے بے خبر ہے

https://t.me/faizanealahazrat

حدیثِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریف نمبر ۳

پروفیسر صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے معنوں کی بھی تحریف کر ڈالی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ کے سلسلے میں بڑی شہرت رکھتی ہے جسے وہ اپنی اسی کتاب "سورۂ فاتحہ اور تعمیرِ شخصیت" کے صفحہ ۵۹ پر نقل کر کے اس کا ساتھ ہی ترجمہ فرماتے ہیں۔ ہم حدیث کا وہ خاص حصہ نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جس کے معنوں میں موصوف نے تحریف فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ورویا امی التی رات حین وضعتنی فقد خرج منہا نور اضاء لہا منہ قصور الشام

(ترجمہ) اس کے علاوہ میری والدہ کا وہ خواب تھا جو انہوں نے میری ولادت سے پہلے دیکھا تھا اور انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان میں سے ایک نور نکلا جس کے سبب شام کے محلات روشن ہو گئے۔

پروفیسر صاحب نے اس حدیث میں چار غلطیاں کر کے اس میں چار تحریفیں کی ہیں۔ پہلی غلطی یا تحریف یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تولد کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے اپنے سے جو نور ظاہر ہوتا دیکھا تھا اسے خواب بنا دیا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے یہ نور خواب میں نہیں بیداری میں دیکھا تھا۔ پروفیسر صاحب نے رویا کا معنی خواب ہی سمجھ لیا جب کہ رویا خواب کے معنی میں بھی آتا ہے اور بیداری میں آنکھ سے دیکھنے کے معنی میں بھی۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِي (ترجمہ) اور نہیں کیا ہم نے اس رؤیا

https://t.me/faizanealahazrat

اریناک الافتنۃ للناس	کہ جو ہم نے آپ کو دکھایا لیکن لوگوں
(الاسراء ۶۰)	کے لئے آزمائش۔

ایک تاویل کی رو سے اس آیت کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے ساتھ ہے اور "رویا" سے مراد رویائے بصری (سر کی آنکھ کے ساتھ دیکھنا) ہے اور عربی زبان میں "رویا" سر کی آنکھ کے ساتھ (بیداری میں) دیکھنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ چنانچہ دیوانِ متنبی میں ہے ؎

مضی اللیل والفضل الذی لک لا یمضی
ورؤیاک احلی فی العیون من الغمض

(دیوانِ متنبی ص۱۵۶ طبع محبوب المطابع دہلی ۱۳۵۲ھ)

ترجمہ: رات ختم ہوگئی لیکن تیرا فضل ختم نہ ہوگا
اور تیرا دیدار آنکھوں میں نیند سے زیادہ میٹھا ہے

متنبی نے یہاں اپنے دیوان میں لفظ "رویا" کو بچشم سر یعنی بیداری میں دیکھنے کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

ھی رویا عین اریھا	کہ یہ رویا چشم سر یعنی بیداری کی حالت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	میں تھا جو بیت المقدس کی طرف شب معراج
لیلۃ اسری بہ الی بیت	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا۔
المقدس (صحیح البخاری ج ۱ ص ۶۸۶)	

اسی حدیث پر امام کرمانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ

انما قید الرؤیا بالعین	کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے
اشارۃ الی انھا فی	لفظ "رؤیا" کو لفظ عین کے ساتھ

https://t.me/faizanealahazrat

الیقظۃ (حاشیہ بخاری نمبر ۲) مقید کیا۔ اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ رؤیا، بیداری میں تھا۔

غرضیکہ "رؤیا" کے معنی صرف نیند یا خواب میں کچھ دیکھنے کے ہی نہیں ہیں جیسا کہ پروفیسر صاحب نے اپنی کم علمی کی وجہ سے یہی سمجھ لیا اور حدیث کے معنی غلط کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی اس عظیم الشان کرامت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارہاص شریف (ایک طرح کے معجزہ) کو خواب قرار دے کر اس کی شان کم کرنے کی کوشش کی ہے (العیاذ باللہ) بلکہ یہاں "رؤیا" سے مراد بیداری کی حالت میں ہی اس نورِ مبارک کا دیکھنا ہے۔

چنانچہ اسی حدیث کی شرح میں، جسے پروفیسر طاہر القادری صاحب خواب قرار دے رہے ہیں۔

امام عبدالباقی زرقانی علیہ الرحمۃ شرح مواہب میں لکھتے ہیں۔

(ورؤیا امی التی رأت رؤیۃ عین بصریۃ (شرح زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۱۱۶/۱۱۷)

(اور میں اپنی ماں کا وہ رؤیا (مشاہدہ) ہوں جسے اس نے) اپنے سر کی آنکھوں سے یعنی بیداری میں (دیکھا)

امام عبدالباقی علیہ الرحمۃ نے یہ بھی لکھا ہے کہ "جنہوں نے اسے خواب قرار دیا ہے وہ غلطی پر ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ یہ خواب نہ تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے وہ نور جس سے ان کے لئے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ بیداری میں ہی دیکھا جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنم دیا۔ پھر یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ایک نور اس وقت دیکھا۔ جب حضور پُرنور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والد ماجد کی پشت سے والدہ ماجدہ کے بطنِ اقدس میں منتقل ہوئے یعنی ابتدا حمل کے دنوں میں۔ یہ رؤیا بیداری میں نہ تھا۔ بلکہ خواب میں تھا اور دوسری

https://t.me/faizanealahazrat

بار وضع حمل، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت دیکھا۔ یہ "رؤیا" عینیہ بصریہ تھا۔ یعنی بیداری کی حالت میں تھا۔ پھر فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے خلط ملط کر دیا ہے۔ کسی نے دونوں کو خواب بنا دیا (جیسے پروفیسر طاہر القادری نے کیا) اور بعض نے دونوں کو بیداری کی حالت پر محمول کیا۔ یہ دونوں ہی غلط ہیں اور صحیح یہ ہے کہ ابتداء حمل کے دنوں میں خواب تھا اور وضع حمل اور ولادت شریفہ کے وقت جو نور دیکھا وہ بیداری میں دیکھا تھا۔" (شرح مواہب زرقانی ج ۱ صـ۱۱۷)

پروفیسر طاہر القادری نے اس حدیث میں چار غلطیاں کی ہیں

۱۔ نمبر ایک یہ کہ اسے خواب بنا دیا حالانکہ یہ مشاہدہ بیداری کی حالت میں ہوا۔

۲۔ نمبر دو یہ کہ یہ ترجمہ سراسر غلط کیا" جو انہوں نے میری ولادت سے پہلے دیکھا"

پروفیسر صاحب نے جو حدیث لکھی ہے اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس کا معنی "ولادت سے پہلے دیکھا" کا بنتا ہو۔ یہ پروفیسر صاحب کی حدیث میں دوسری تحریف اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر کھلا افتراء و بہتان ہے (معاذ اللہ) تعجب ہے کہ جناب میں حدیث سمجھنے کی اہلیت ہے اور نہ ہی سمجھ، پھر بھی دعویٰ فرما رہے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی کہ میں دین و سنت و امت کے بیڑے کا واحد ناخدا تمہیں بناتا ہوں۔" **سُبْحَانَکَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ**"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے پاک ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی کشتی کا ناخدا ایک ایسے شخص کو بنائیں اور امت کی کشتی ایسے شخص کے حوالے فرمائیں۔ جو اس قدر نااہل ہو کہ کشتی کو ڈبونے کے سوا کچھ جانتا بھی نہ ہو۔ قارئین! انصاف، انصاف، انصاف جو شخص قرآن و حدیث کے بیان کرنے میں اس قدر بہ کثرت ٹھوکریں کھا رہا ہو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے دین کی امداد، سنت کی اعانت اور امت کی راہنمائی کا کام سونپ سکتے ہیں؟۔

https://t.me/faizanealahazrat

نمبر۳:۔ یہ کہ حدیث کے ترجمہ میں لفظ "اور" کا اپنی طرف سے بے جا اضافہ کر کے ایک ہی واقعہ کو دو واقعے بنا ڈالا۔ حالانکہ یہ ایک ہی واقعہ ہے۔ لیجئے راقم اس کا صحیح صحیح ترجمہ عرض کرتا ہے جس سے قارئین خود ہی سمجھ لیں گے کہ یہ ایک واقعہ ہے یا دو واقعے ہیں۔

(ترجمہ) "اور (میں) اپنی ماں کا وہ دکھاوا ہوں جو اس نے مجھے جنم دیتے وقت دیکھا، کہ اس کے لئے ایک نور ظاہر ہوا جس کے سبب سے اس کے لئے شام کے محلات روشن ہو گئے۔"

لیکن پروفیسر صاحب کے فہم و ادراک کا کیا کہنا، کہ غلط ترجمہ اور مفہوم حدیث میں اپنی طرف سے تصرف کر کے اسے کچھ سے کچھ بنا ڈالا۔

نمبر۴:۔ اس حدیث کے معنی میں تحریف نمبر چار یہ فرمائی کہ حدیث میں واقع لفظ "لھا"، کا ترجمہ "اس کے لئے" چھوڑ دیا اور یہ ترجمہ کیا۔

"ان سے ایک نور نکلا جس کے سبب شام کے محلات روشن ہو گئے۔"

اس سے واضح نہیں ہوتا کہ کس کے لئے روشن ہو گئے؟ شام والوں کے لئے، یا مکہ والوں کے لئے یا کسی اور کے لئے موصوف نے لفظ "لھا" کا معنی ترک کر کے حدیث کے معنی میں ابہام پیدا کر دیا۔ حالانکہ حدیث میں لفظ "لھا" موجود ہے اور اس میں ھا ضمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اس کے مطابق ترجمہ یوں ہو گا۔

"ان (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ) سے ایک نور نکلا جس سے ان کے لئے شام کے محلات روشن ہو گئے۔"

حدیث کے ایک ماہر کا کام حدیث میں واقع ابہام کو دور کرنا ہوتا ہے لیکن دورِ جدید کے شارح اور محدث حدیثوں سے الفاظ حذف کر کے ان کے معانی میں

https://t.me/faizanealahazrat

خود ہی ابہام پیدا کئے جا رہے ہیں۔ جب کہ پہلے زمانوں کے مجتہدین اپنے اجتہاد کے ذریعے مبہم معنوں کو واضح کرتے تھے لیکن آج کے دور کے مدعیٔ اجتہاد اور جمہراتی جگادو، ان کے برعکس اپنے جاہلانہ اجتہاد کے بذریعے حدیثوں کے واضح معنوں میں ابہام پیدا کئے جا رہے ہیں۔

لیکچرار کے منصب سے چھلانگ لگا کر پروفیسر کہلانے والے جناب طاہر صاحب جیسے پروفیسر شاید شاعرِ شہیر اکبرالہ آبادی مرحوم کے زمانہ میں بھی ہوں گے جن کے بارے میں وہ فرماتے ہیں ؎

فریب دے کر نکالے مطلب سکھائے تحقیرِ دین و مذہب
مٹائے آخر کو وضعِ ملت نمودِ ذاتی کو گر بڑھا دے
یہی بس اکبر کی التجا ہے جنابِ باری میں یہ دعا ہے
علوم و حکمت کا درس ان کو پروفیسر دیں سمجھ خدا دے

https://t.me/faizanealahazrat

تحریفِ حدیثِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نمبر ۴۔

پروفیسر طاہر القادری صاحب نے قرآن وحدیث اور بزرگانِ دین کے الفاظ و عبارات اور ان کے معنی کی تحریف کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اس کی تحریفِ حدیثِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے کی یہ چوتھی کڑی ہے۔ موصوف اپنی اسی کتاب "سورۂ فاتحہ اور تعمیرِ شخصیت" کے صفحہ نمبر ۶۰ اور ۶۱ پر ایک حدیث لکھتے ہیں اور ساتھ ہی ترجمہ فرماتے ہیں۔ ہم اسے نقل کرنے کے بعد اس سے متعلقہ تحریفات کی نشاندہی کریں گے۔

ان اللہ تعالیٰ لما خلق نور نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم امرہ ان ینظر الی انوار الانبیاء علیھم السلام فغشیھم من نورہ ما انطقھم بہ، فقالوا یا ربنا من غشینا نورہ؟ فقال اللہ ھذا نور محمد بن عبد اللہ ان آمنتم بہ جعلتکم انبیاء قالوا آمنا بہ وبنبوتہ فقال اللہ تعالیٰ اشھد علیکم قالوا نعم فذلک قولہ تعالیٰ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین۔

جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور تخلیق فرمایا تو بعد میں (کسی وقت) اسے حکم دیا کہ انوارِ انبیاء (یعنی ارواح الانبیاء) کی طرف متوجہ ہو پس اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی ارواح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ڈھانپ لیا انہوں نے عرض کیا اے ہمارے رب ہمیں کس کے نور نے ڈھانپ لیا ہے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں خود تمہارے نبوتِ محمدی پر ایمان لانے پر گواہ ہو جاتا ہوں تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے لہٰذا اس امر کی طرف قرآن حکیم کے اس ارشاد میں اشارہ ہے وہ اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے یہ وعدہ لیا۔ الخ

https://t.me/faizanealahazrat

ــــ وانا معکم من الشاھدین۔

(المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۸)

پروفیسر طاہر القادری صاحب نے اس ایک حدیث میں لفظی اور معنوی، کئی ایک تحریفیں کی ہیں۔

الفاظِ حدیث میں تحریفیں۔

۱۔ پہلی یہ کہ موصوف نے اس حدیث کو مواہب لدنیہ کی پہلی جلد کے صفحہ ۸ سے نقل کیا ہے لیکن مذکورہ حدیث شریف کے نقل کرنے میں موصوف نے جس لاابالی، بے نیازی اور بے پرواہی کا مظاہرہ کیا۔ کسی بھی عالمِ دین سے اس قسم کی لاابالی اور بے پرواہی ممکن نہیں۔ البتہ حدیث کی اہمیت اور اس کی عظمت سے بے خبر لوگ ہی ایسا کر سکتے ہیں۔ پروفیسر صاحب نے حدیث کو نقل کرتے ہوئے دو اہم الفاظ چھوڑ دیئے۔ اوپر خط کشیدہ عبارت نمبر ۱ کو ملاحظہ فرمائیں۔ موصوف نے اس میں سے "اللہ" کا اسم گرامی چھوڑ دیا۔ جو "انطق" فعل کا فاعل ہے۔ اس کے چھوڑ دینے سے انطق فعل کا فاعل ھُوَ ضمیر قرار پاتی ہے جو "ما" موصولہ کی طرف راجع ہوگی۔ اس ترکیب سے حدیث کے معنی ہی بدل جاتے ہیں جب کہ صحیح عبارت یوں ہے "ما انطقھم اللہ بہ" اور اس صورت میں معنی درست قرار پاتے ہیں لیکن جیسے پروفیسر صاحب نے اسم جلالت یعنی لفظ "اللہ" کو چھوڑ دیا ہے۔ اس سے حدیث کے بگڑ جاتے ہیں

۲۔ دوسری غلطی یہ فرمائی کہ لفظ "اشھد" سے پہلے ہمزہ استفہام کو چھوڑ گئے جب کہ متن میں موجود ہے اور اس کے چھوٹ جانے سے حدیث کے معنی کچھ سے کچھ ہو گئے۔ اس کی اصل عبارت یوں ہے "أأشھد" دو ہمزوں ہمزۂ استفہام و ہمزۂ متکلّم کے ساتھ جن میں سے ایک ہمزہ کو موصوف نے اڑا دیا۔ اس کے اڑانے

https://t.me/faizanealahazrat

سے عبارت بدل گئی اور اس کا معنی بھی برعکس ہو گیا۔ یعنی ہمزۂ استفہام موجود ہو تو یہ کلام انشائی ہو گئی اور ہمزہ کو اڑا دینے سے یہ کلام خبری ہو گئی۔ لیکن پروفیسر صاحب کو اس سے کیا غرض؟ حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو یا قرآن کوئی کلام خبری بنے یا انشائی ٹھہرے۔ پروفیسر صاحب کی واہ واہ ہونی چاہیئے۔ کہ آپ اس قدر کتابوں کے مصنف ہیں۔ یہی چرچا ہونا چاہیئے۔ ؎

عقبےٰ کی باز پرس کا جاتا رہا خیال
دنیا کی لذتوں میں طبیعت بہل گئی

معانی حدیث میں تحریفیں۔

پروفیسر صاحب نے حدیث مذکور کے معنوں میں جو تحریفیں اور ہیرا پھیری کی ہے وہ بھی قابلِ دید ہے ملاحظہ ہو۔

۱۔ پروفیسر صاحب نے حدیث کے ترجمہ میں "بعد میں کسی وقت" کے الفاظ کا جو اضافہ فرمایا ہے یہ حدیث کی معنوی تحریف ہے۔ اس کا الفاظِ حدیث سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی اس کا یہ کوئی تشریحی مفہوم ہے۔

۲۔ پھر جناب نے حدیث مذکورہ کا ترجمہ کرتے وقت "انوارِ انبیاء" سے مراد، دو بریکٹوں کے درمیان "ارواحِ انبیاء" بتا کر، نورانیت انبیاء علیہم السلام کے منکروں کی ترجمانی کر ڈالی۔ کیونکہ وہی لوگ ہیں "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ" کہ اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا، ایسی حدیثوں میں واقع لفظِ نور سے رُوح، مراد لیتے ہیں۔ لہٰذا پروفیسر صاحب نے "انوارِ انبیاء" سے "ارواحِ انبیاء" مراد لے کر مسلکِ اہل سنت کو نقصان اور مخالفین مسلکِ اہلسنت کو فائدہ پہنچایا اور ساتھ ہی حدیثِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں معنوی تحریف کے بھی مرتکب ہوئے۔

جب کہ صحیح یہ ہے کہ "انوارِ انبیاء" سے مُراد اُن کے انوار ہی ہیں۔ ارواح نہیں

https://t.me/faizanealahazrat

۳۔ اس حدیث میں پروفیسر صاحب نے تیسری بار معنوی تحریف یہ فرمائی کہ حدیث کے درج ذیل الفاظ "فغشیھم من نورہ ما انطقھم اللہ بہ" کا ترجمہ غلط کر ڈالا۔ یعنی اس کا ترجمہ اس طرح کیا۔

"پس اللہ نے انبیاء کی ارواح کو حضور علیہ السلام کے نور سے ڈھانپ لیا۔" (صفحہ ۶۱)

لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ کوئی ایسا شخص جس نے عربی گرامر پڑھی ہو اور اسے سمجھا ہو وہ ایسا غلط ترجمہ ہرگز نہیں کر سکتا۔ یہ تحریف حدیث کی بدترین مثال ہے ایک تو "انوارِ انبیاء" کا ترجمہ "ارواحِ انبیاء" کیا اور دوسری فحش غلطی یہ فرمائی کہ "فغشیھم" میں جو "غشی" فعل ہے جس کے معنے ڈھانپنے کے ہیں۔ اس کا فاعل، اللہ تعالیٰ، کو قرار دے کر ڈھانپنے کی نسبت اس کی طرح کر دی۔

عجب الٰہی کیوں نہیں اُٹھتی قیامت ماجرا کیا ہے؟

حالانکہ "غشی" فعل کا فاعل "ما انطقھم" میں واقع "ما" موصولہ ہے جو "الذی" کے معنی میں ہے۔ ملاحظہ ہو علامہ امام زرقانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

(فغشیھم من نورہ ما) ای الذی انطقھم اللہ بہ الخ (شرح مواہب ج ۱ ص ۴۰)	پس انوارِ انبیاء کو ڈھانپ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور میں سے اس عظیم نور نے جس کے سبب خدا تعالیٰ نے ان کو بلوایا۔

پروفیسر صاحب نے حدیث مذکور کا غلط ترجمہ کر کے اس عظیم الشان مفہوم کو جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مقدس کی عظمت اجاگر ہوتی تھی، بگاڑ کر رکھ دیا اور اس بات پر غور نہ کیا کہ اگر انوارِ انبیاء سے مراد ارواحِ انبیاء ہوتیں تو ان کے لئے "انطقھم"

https://t.me/faizanealahazrat

اللہ بہ" فرمانے کی حاجت نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی برکت سے انہیں بولنے کی قوت دی یا بلوایا۔ کیونکہ روحیں تو ویسے ہی بولنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ بلکہ اصل میں روحیں ہی بولتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ انوار ہی تھے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نور کی برکت سے جوان پر چھا گیا اور غالب آ گیا تھا اللہ نے بولنے کی قوت بخشی اور انہوں نے عرض کی۔ چنانچہ اس کا صحیح مفہوم ہم عرض کرتے ہیں۔

حدیث کا مفہوم صحیح

اس حدیث کا صحیح مفہوم یوں ہے کہ:۔

"جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مبارک کی تخلیق کو کمالاتِ نبوت کا فیضان فرما کر کامل کر دیا تو اسے حکم دیا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے انوار کی طرف نظر کرے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم و کامل نور نے انبیاء کے انوار کو ڈھانپ لیا۔ جس کے سبب انہیں اللہ تعالیٰ نے بلوایا اور انہوں نے عرض کی کہ یا اللہ! کس کے نور نے ہمیں ڈھانپ لیا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ محمد بن عبداللہ کا نور ہے۔ اگر تم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لے آؤ تو میں تمہیں نبی بناؤں گا۔ انہوں نے عرض کی کہ ہم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لے آئے۔ (تا آخر) (زرقانی شرح مواہب ج ۱ ص ۱۰)

ترکیبِ نحوی کی رو سے "من نورہ" میں بیانیہ ہے اور "ما انطقھم" میں واقع "ما" موصولہ کا بیان مقدم ہے اور "ما" موصولہ اگرچہ مبہم ہے تاہم وہ کبھی اپنے معہود کی عظمتِ شان اور کمالِ شان پر بھی دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے

"اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی" (سورۃ النجم آیت ۱۶) (ترجمہ) جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔

https://t.me/faizanealahazrat

اس آیت کریمہ کی حدیث مذکور کے ساتھ مطابقت ترکیبیہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔
حدیث مذکور میں "غَشِیَ" فعل ماضی ہے اور اس آیت کریمہ میں "غَشِیَ" کا فعل مضارع "یَغْشٰی" پر داخل "ما" موصولہ مبہم ہے۔ جیسے آیت کریمہ میں "ما" موصولہ مبہم کا ابہام اپنے معہود کی تعظیم و تکریم اور اس کی عظمت و کمال پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اہل عرب، کمال عظمت کے اظہار کے موقع پر ایسا ہی ابہام و اجمال کا صیغہ لاتے ہیں چنانچہ تفسیر کشاف میں ہے کہ

(مَا یَغْشٰی) تعظیم و تکثیر لما یغشی فقد علم بهذه العبارة ان ما یغشاها من الخلائق الدالة علی عظمة الله وجلاله اشیاء لا یتکنهها النعت ولا یحیط بها الوصف

(تفسیر الکشاف ج ۴ ص ۲۹)

(مَا یَغْشٰی)، میں اس چیز کی عظمت و کثرت کا اظہار ہے جس نے سدرہ کو ڈھانپ رکھا تھا، اس عبارت سے (جس میں ما کے مبہم لایا گیا ہے) معلوم ہوا کہ اللہ کی عظمت اور اس کی بزرگی پر دلالت کرنے والی جس مخلوق نے سدرہ کو ڈھانپ رکھا تھا وہ ایسی عظمت والی چیزیں تھیں جن کی حقیقت کا احاطہ کوئی تعریف و توصیف نہیں کر سکتی۔

اسی طرح تفسیر روح المعانی میں ہے کہ

وفی ابهام (ما یغشی) من التفخیم ما لا یخفی فکان الغاشی امر لا یحیط به نطاق البیان ولا تنعه ارداف الاذهان (روح المعانی ج ۲۷ ص ۵۱)

(ما یغشی) کے ابہام میں وہ تعظیم پائی جاتی ہے جو کسی اہل علم پر مخفی نہیں ہے گویا سدرہ کو ڈھانپنے والی وہ عظیم الشان چیز تھی کہ بیان کی وسعت اس کا احاطہ نہیں کر سکتی اور نہ ہی ذہنوں کی کشادہ آستینیں

https://t.me/faizanealahazrat

اسے اپنے اندر سمو سکتی ہیں۔

قارئین! امید ہے کہ آپ نے صحیح صورت حال کا جائزہ لے لیا ہوگا اور جناب علامہ ڈاکٹر پروفیسر محمد طاہر القادری کی حدیث فہمی بھی ملاحظہ فرمالی ہوگی۔ جن کا دعویٰ ہے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی خدمت کا کام سونپا ہے۔ "سبحانک ھذا بہتان عظیم" یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کھلا بہتان ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پاک ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے شخص کو دین کی خدمت، قرآن وسنت کے علوم واحکام کی تبلیغ کی ذمہ داری سونپیں۔ جس کی علمیت کا یہ عالم ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو خود سمجھنے سے قاصر ہے۔ دوسروں کو کیا سمجھائے گا۔ جو حدیث شریف میں واقع "فغشیھم" کی ترکیب نحوی نہیں سمجھ سکا اور جو "ما انطقھم" کی ایمان افروز عبارت کا مطلب و مفہوم نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے اسے گول کر گیا۔ نہ اس کا ترجمہ کیا اور نہ ہی اس کا کوئی مفہوم بیان کیا۔ حالانکہ ایک معمولی سی سمجھ رکھنے والے طالب علم سے بھی ایسی توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اس طرح سے ترجمہ ومفہوم بیان کر کے حدیث کا مذاق اڑائے گا۔ یہ سلسلۂ تحریفات یہاں ختم نہیں ہو جاتا۔ آگے چلئے اس سلسلے کی اور کڑیاں بھی ملاحظہ فرمائیے۔

؎ ابھی کچھ اور ہٹے گی نقاب رُخ ان کی!
ابھی کچھ نگاہوں کے امتحاں ہوں گے

چنانچہ طاہر القادری صاحب نے حدیث مذکور کے اس خاص حصہ کا (جو نہایت ہی ایمان افروز واقع ہوا اور شانِ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجاگر کر رہا ہے) کا جو مضحکہ خیز اور جاہلانہ ترجمہ کیا وہ بھی مدِ نظر رکھئے۔ وہ لکھتے ہیں

"پس اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی ارواح کو حضور کے نور سے ڈھانپ لیا"

لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ طاہر القادری صاحب کی حدیث کے معنوں

https://t.me/faizanealahazrat

ہیں تحریف کی اس جسارت کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ موصوف کا بیان کردہ ترجمہ غلط، بے ہودہ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افتراء و بہتان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔

"من کذب علی متعمداً فلیتبوّأ مقعدہ من النار (مشکوٰۃ)

(ترجمہ) کہ جس نے میری طرف جھوٹی بات منسوب کی وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنائے۔

جب کہ تفسیر کشاف، مدارک اور روح المعانی میں، ارشاد باری تعالیٰ "اذ یغشی السدرۃ ما یغشی" کے تحت لفظ "ما" موصولہ مبہمہ سے متعلقہ جو نکتہ ابہام بیان کیا گیا اس کی روشنی میں اس حدیث کا مفہوم یوں ہے۔

"پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ نورِ مبارک، جس کی حقیقت و عظمت کا احاطہ نہ کوئی تعریف و توصیف کر سکتی ہے، نہ کسی کی وسعت بیان اسے اپنے دامن میں لا سکتی ہے اور نہ ہی اذہانِ خلق کی کشادہ آستینیں اسے اپنے اندر سمو سکتی ہیں، تمام انبیاء کے انوار پر غالب آگیا جس کے سبب اللہ نے انہیں قوتِ گویائی بخشی اور وہ بولے (تا آخر)"

طاہر القادری صاحب نے اپنی کم علمی کی وجہ سے "غشی" فعل کا فاعل اللہ تعالیٰ کو قرار دیا، کاش کہ وہ سورۃ النجم کی مذکورہ بالا آیت پر ہی غور کر لیتے تو حدیث کی معنوی تحریف کا وبال سر پر لینے سے محفوظ رہتے۔ لیکن انہیں تو مفسرِ قرآن کے مدعی ہونے کے باوجود قرآن تک صحیح پڑھنا نہیں آتا۔ ان کی قرآن خوانی کا عالم اس وقت سب حاضرین نے دیکھ لیا تھا۔ جب کہ دیال سنگھ لائبریری میں پندرہ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو دیت کے موضوع پر منعقد کئے گئے مذاکرہ میں پروفیسر صاحب نے یہ آیت پڑھی تھی۔

"من عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ الخ"

www.KitaboSunnat.com

https://t.me/faizanealahazrat

تو لفظ "اُنثیٰ" کو الف مقصورہ کے ساتھ پڑھنے کی بجائے "اُنثیً" تنوین کے ساتھ بار بار غلط پڑھا، اور مغالطہ کی وجہ یہ تھی کہ موصوف اس آیت کو جس تفسیر قرآن میں سے دیکھ کر پڑھ رہے تھے۔ اس میں عبارت کے اُوپر حرکات (زیر زبر اور پیش لگی ہوئی) نہ تھیں۔ آخر حاضرین میں سے علماء کرام و حفاظ نے موصوف کو لقمہ دیا کہ اسے "اُنثیً" تنوین کے ساتھ نہ پڑھیے بلکہ الف مقصورہ کے ساتھ یعنی "اُنثیٰ" پڑھئے تب جناب نے اسے درست کر کے پڑھا اور یہ بات دیال سنگھ لائبریری کے ریکارڈ میں موجود ہے۔ نیز خود اسی حدیث میں آگے چل کر اس کا ثبوت موجود ہے کہ "غشیٰ" فعل کا فاعل، اللہ تعالیٰ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا "نورِ مبارک" ہے۔ چنانچہ اس کے بعد، حدیث کے الفاظ یوں ہیں۔

وقالوا ربنا، من غشینا نورہٗ ؟ فقال اللہ تعالیٰ ھذا نور محمد بن عبد اللہ (تا آخر) (مواہب لدنیہ ج ۱ ص ۵)	اور انہوں نے عرض کی، اے ہمارے رب کس کا نور ہم پر چھا گیا یا کس کے نور نے ہمیں ڈھانپ لیا اور ماند کر دیا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ محمد بن عبداللہ کا نور ہے۔

حدیث کے ان الفاظ پر غور فرمائیے کہ ڈھانپنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی طرف، ہمیں طاہر القادری صاحب کی ناقص علمی اور کم علمی پر از حد تعجب ہے کہ الفاظ حدیث کی اس قدر وضاحت کے باوجود وہ اس کی ترکیب نحوی نہ سمجھ سکے۔ لیکن یہ جب ممکن تھا کہ موصوف نے باقاعدہ درس نظامی پڑھا ہوتا، سمجھا ہوتا اور جس نے اپنے علم و عرفان کے دعویٰ کی بنیاد ہی محض تصنّع پر رکھی ہو وہ علمی میدان میں ایسی ٹھوکریں ہی کھائے گا۔ قرآن و حدیث اور فقہ کا صحیح ادراک و فہم محض ایل ایل بی اور دیگر رسمی ڈگریوں سے حاصل نہیں ہوا کرتا۔

https://t.me/faizanealahazrat

۵ کھیل بچوں کا ہُوا دیدۂ بینا نہ ہُوا

۴۔ اسی حدیث میں پروفیسر طاہر القادری نے معنوی طور پر چوتھی تحریف یہ کی ہے کہ حدیثِ مبارک کے الفاظ

"اشھد علیکم"

کا ترجمہ "میں خود تمہارے نبوت محمدی پر ایمان لانے پر گواہ ہو جاتا ہوں"۔ غلط کیا ہے۔

کیونکہ مواہب لدنیہ کی عبارت "أَأُشْهِدُ عَلَيْكُمْ" میں دو ہمزے موجود ہیں ایک متکلم کا اور دوسرا ہمزہ استفہام کا ہے جس کے معنی یہ ہیں۔

"کیا میں تم پر گواہ ہو جاؤں؟ انہوں نے عرض کی ہاں الخ"

اور یاد رہے کہ مواہب لدنیہ کا جو نسخہ ہمارے سامنے ہے۔ اس میں ہمزۂ استفہام عبارت میں موجود ہے اور بعض نسخوں میں ہمزۂ استفہام عبارت میں موجود نہیں بلکہ محذوف ہے۔ مگر ترجمہ میں اس کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

چنانچہ شرح مواہب میں ہے۔

" أ (أشهد عليكم) بحذف همزة الاستفهام المقدرة "

یعنی أأشهد ہمزۂ مقدرہ کے حذف کے ساتھ۔

(شرح مواہب ج ۱ ص ۴)

لیکن طاہر القادری صاحب نے مواہب لدنیہ کے جس نسخہ سے عبارت نقل کی ہے اس میں ہمزۂ استفہام موجود ہے۔ کیونکہ انہوں نے صفحہ نمبر ۸ کا حوالہ لکھا ہے اور میرے پاس بھی وہ عبارت اسی صفحہ نمبر ۸ پر موجود ہے۔ لہٰذا نسخہ ایک ہی ہے لیکن پروفیسر صاحب اپنی نااہلی کی وجہ سے کتاب سے استفادہ کرنے سے قاصر ہے

https://t.me/faizanealahazrat

اور عبارت کا ترجمہ و مفہوم کچھ سے کچھ کر ڈالا ۔ اگر آج کوئی غیر مسلم قرآن و حدیث کے اس طرح سے غلط ترجمے کرتا تو اس کے خلاف مسلمانوں کی طرف سے ضرور صدائے احتجاج بلند ہوتی ہوتی لیکن اب اس لئے سب خاموش ہیں کہ یہ کام غیر مسلم کی بجائے ایک ایسا شخص انجام دے رہا ہے جو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درس اور شب بیداریوں کے نام پر سادہ لوح عوام کو اعتماد میں لئے ہوئے ہے۔

؎ چمن کی یہ کیسی ہوا ہو گئی !
کہ صرصر سے بدتر صبا ہو گئی

https://t.me/faizanealahazrat

تحریفِ حدیث نمبر ۵

پروفیسر طاہر القادری صاحب نے قرآنِ کریم کے ساتھ ساتھ حدیثِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی معنوی تحریف کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اس کی ایک اور کڑی ملاحظہ ہو۔ موصوف اپنی اسی کتاب "فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے؟" کے صفحہ ۲۴ پر درج ذیل حدیث اور ساتھ ہی اس کا ترجمہ لکھتے ہیں

مثل المؤمنین فی توادھم وتراحمھم و تعاطفھم مثل الجسد اذا اشتکی منہ عضو تداعی لہ سائر الجسد بالسھر والحمی۔	(ترجمہ) مسلمانوں کی باہمی محبت اور رحمت و مودت کی مثال ایسی ہے جیسے ایک ہی جسم ہو۔ جس میں ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم بے خواب و بے آرام ہو جاتا ہے۔

جناب علامہ ڈاکٹر و پروفیسر طاہر القادری صاحب نے اس حدیث میں چار غلطیاں فرمائی ہیں۔

۱۔ "المؤمنین" کا معنی "مسلمانوں" کیا جب کہ اس کا صحیح معنی "سارے مسلمانوں" ہے۔ کیونکہ یہ "جمع مذکر سالم ہے" جیسے "رَبُّ الْعَالَمِین" کے معنی "سارے جہان" یا "سارے جہان والوں کے پروردگار" کے کرتے ہیں۔ رب کے معنی پروردگار یا مالک اور "العالمین" کے معنی "سارے جہان والوں یا سارے جہانوں" کا کرتے ہیں۔ یونہی "مثل المؤمنین" میں بھی "سارے مسلمانوں" کا ترجمہ کرنا ہو گا، صرف "مسلمانوں" کا ترجمہ غلط ہے۔

۲۔ موصوف نے دوسری غلطی یہ فرمائی کہ حدیث میں تو سارے مسلمانوں کی تمثیل بیان فرمائی گئی ہے اور یوں فرمایا گیا ہے کہ باہمی محبت و رحمت اور باہمی عطوفت میں سارے مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے۔ لیکن پروفیسر صاحب منشاءِ مصطفےٰ صلی اللہ

https://t.me/faizanealahazrat

علیہ وآلہ وسلم کے برعکس تمثیل کو محبت و مودت سے متعلق فرما رہے ہیں۔ حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں "المؤمنین" "مُمَثَّل یا مثل لھم" ہیں (جن کی مثال بیان فرمائی گئی اور ان کی باہمی محبت و رحمت اور عطوفت، "مثل فیھا" ہے۔ (جس کے بارے میں مثال بیان فرمائی گئی) اور "الجسد" "مثل بہ" (جس کے ساتھ مثال دی گئی) ہے یہ تینوں چیزیں الگ الگ ہیں۔ جن کا وجود ہر تمثیل میں پایا جاتا ہے۔ پروفیسر صاحب کی نادانی کا یہ حال ہے کہ انہوں نے ترجمہ حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں "مثل فیھا" کو ہی "مثل" یا "مثل لہ" بنا دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قارئین! کچھ سوچئے تو سہی کہ پروفیسر صاحب کا دعویٰ کس قدر بڑا ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو قرآن و سنت، دینِ اسلام کی خدمت و ترقی کی ذمہ داری سونپی ہے۔" (بحوالہ قومی ڈائجسٹ) لیکن علمی پسماندگی اور رغبت کا یہ حال ہے کہ اسی سرکار ابد قرار روحی فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مقدس کا ترجمہ کرنے لگتے ہیں تو کچھ سے کچھ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء عالی کے بھی برعکس کر جاتے ہیں کاش کہ طاہر القادری صاحب اپنی علمی کم مائیگی اور بے بضاعتی کا احساس کرتے ہوئے اس قسم کے مصنوعی دعووں سے باز آتے بلکہ اپنی غلط بیانیوں سے علانیہ رجوع الی اللہ کرتے ؎

دیکھو تو ذرا یہ حالتِ زار
کیوں زعمِ خویش میں ہو گرفتار

۳۔ موصوف نے اس حدیث کے ترجمہ میں تیسری غلطی یہ فرمائی کہ "تواد" کے معنی باہمی محبت اور "تراحم" کے رحمت اور "تعاطف" کے معنی پھر "مودت" کر ڈالے۔ حدیث کے الفاظ درج ذیل ملاحظہ فرمائیے۔

https://t.me/faizanealahazrat

الفاظ	پروفیسر صاحب کے معانی	صحیح معانی
۱۔ فی توادّھم	باہمی محبت	باہمی مودت (محبت) کرنے میں
۲۔ تراحمھم	رحمت	باہمی رحمت (مہربانی) کرنے میں
۳۔ تعاطفھم	مودت	باہمی احسان کرنے میں۔

پروفیسر صاحب "توادّ" جو پہلا لفظ تھا جس کے معنی "باہمی محبت کرنے" کے ہیں لیکن موصوف نے اس کا ترجمہ لفظ محبت سے کر ڈالا۔ جس کے معنی پہلے محبت کے کئے تھے۔ یہ ہے اس شخص کی حدیث دانی کا حال جو اپنی علمی و اجتہادی اور بشارتی مصنوعی دعوؤں کے ذریعے سادہ لوح قوم سے لاکھوں روپے وصول فرما رہے ہیں اور قوم کو صحیح علم دینے کی بجائے غلط فہمیاں عطا کئے جا رہے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس کے ساتھ ساتھ دعویٰ ہے غلبۂ اسلام کا۔ جب کہ "تعاطفھم" یعنی حدیث کے لفظ ضمیر ہم کے معنی، مودت کے نہیں، "خوش خلقی کے ساتھ باہمی فضل و احسان" سے پیش آنے کے ہیں۔ ملاحظہ ہو امام ابو الفضل مصری، لسان العرب میں لکھتے ہیں

رجل عاطف وعطوف: عائد بفضله حسن الخلق قال الليث: العطاف الرجل الحسن الخلق العطوف على الناس بفضله (الى ان قال) وتعاطفوا اى عطف بعضهم على بعض۔

(لسان العرب ج ۹ ص ۲۴۹)

رجلِ عاطف اور عطوف، اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو خوش خلق ہو احسان کے ساتھ "عود" کرنے والا ہو یعنی بار بار احسان کرنے والا۔ امام لیث نے کہا، عطّاف، وہ شخص جو خوش خلق ہو لوگوں پر بہت احسان کرنے والا ہو (آگے چل کر فرماتے ہیں) تَعَاطَفُوْا (یا تعاطف) کے معنی ہیں لوگوں کا ایک دوسرے پر احسان کرنا۔

https://t.me/faizanealahazrat

۴۔ پروفیسر صاحب نے اس حدیث میں چوتھی غلطی یہ فرمائی۔ یا حدیث کے معنی میں تحریف فرمائی کہ حدیث کے لفظ " الحمّٰی " کا معنی "بے آرام" کا کیا۔ حالانکہ عربی زبان پر معمولی سا عبور رکھنے والا بھی ایسا غلط معنی نہیں کرے گا۔ " الحمّٰی " کا معنی " بخار " کا ہے ملاحظہ ہو مصباح اللغات میں ہے۔

" الحمی " بخار (مصباح اللغات ص۱۵۴ طبع دہلی)

لسان العرب میں ہے۔

" الحمی " علۃ یستحر بھا الجسم۔ (لسان العرب ج ۱۲ ص۱۵۵)

" حُمّٰی " ایک بیماری ہے جس سے جسم گرم ہو جاتا ہے۔

(لسان العرب ج ۱۲ ص۱۵۵)

لیجئے۔ عربی میں " حُمّٰی " بخار کو کہتے ہیں مگر حضرت علامہ ڈاکٹر پروفیسر طاہر القادری صاحب مع القابہ، اس کے معنی "بے آرام" کے فرما رہے ہیں۔ بے آرامی اور بخار میں جو فرق ہے۔ اسے واضح کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ بخار کو بے آرامی تو لازم ہے مگر بے آرامی کو بخار لازم نہیں۔ کیونکہ بے آرامی کے اسباب کئی ایک اور بھی ہو سکتے ہیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

تحریف حدیث نمبر ۶

پروفیسر صاحب قرآنِ پاک کی طرح حدیثِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے معنوں میں بھی غلطیاں کر کے اس کی تحریف کے مرتکب ہوتے ہیں۔ تحریفِ حدیث کے سلسلے کی ایک اور کڑی ملاحظہ فرمائیں۔ موصوف اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۵ پر ایک حدیث اور اس کا ترجمہ لکھتے ہیں۔ ہم اس کا وہ حصہ نقل کرتے ہیں۔ جس کے معنی میں غلطی کی گئی ہے۔

فان اللہ عزوجل لن یجمع امتی الاعلی ھدی

(ترجمہ) کیونکہ اللہ رب العزت میری امت کو سوائے ہدایت کے کسی غلط بات پر جمع نہیں ہونے دے گا۔

پروفیسر صاحب نے یہاں بھی "لنْ" کا معنی "نہیں" سے کیا ہے جو غلط، عربی گرامر کے خلاف اور منشأ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی برعکس ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت کو "تاکیدی" انداز سے ارشاد فرما رہے ہیں۔ مگر پروفیسر صاحب نے کلامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تاکیدی انداز کو اڑا دیا۔ اور یوں معنی فرمایا کہ "جمع نہیں ہونے دے گا" جب کہ اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے "اللہ عزوجل میری امت کو ہرگز جمع نہیں کرے گا مگر ہدایت پر" موصوف نے "ہرگز نہیں" کی بجائے صرف "نہیں" سے ترجمہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تاکیدی فرمان کو غیر تاکیدی بنا ڈالا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

https://t.me/faizanealahazrat

حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مذاق۔

قارئین! یقین فرمائیے کہ طاہر القادری صاحب نے حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی مذاق کیا یا اس کی بُری طرح لفظی اور معنوی تحریف و تبدیل کر ڈالی۔ ملاحظہ ہو اپنی کتاب "اجزائے ایمان" کے صفحہ ۲۰ پر حصّہ دوم میں فرماتے ہیں۔

"اور حضرت فاروق اعظم کا یہ قول بھی نقل کیا جاتا ہے

ان اللہ یرفع بھا اقواما ویضع بھا آخرین

کچھ قوموں کو اس کے صدقے رفعت و سربلندی نصیب ہوتی ہے جب کہ کچھ قومیں اس کے اُصولوں کو چھوڑنے کی بنا پر ذلیل و خوار ہوتی ہیں۔"

اس میں موصوف نے حدیث کی عبارت بھی غلط لکھی ہے اور اس کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے اور اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا حالانکہ ان کا قول نہیں بلکہ یہ حدیثِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

عبارت کی غلطی تو یہ ہے کہ لفظ "بِھَا" دو بار لکھ کر زبردست جہالت کا ثبوت دیا کہ اس میں "ھا" ضمیرِ مؤنث ہے۔ جب کہ "کتاب" عربی زبان میں "مذکر" استعمال ہوتی ہے۔ اگرچہ ہم اردو زبان کے محاورہ میں "کتاب" کو مؤنث کے طور پر استعمال کرتے ہیں موصوف کو بھی شاید اسی سے مغالطہ لگا ہے۔ جب کہ ایسا مغالطہ کسی ایسے شخص کو ہرگز نہیں لگ سکتا جس نے درسِ نظامی اور خصوصاً عربی گرامر پڑھی ہو۔ دیکھئے قرآن میں "کتاب" کے ساتھ اسم اشارہ "ذلک" "ذلک الکتاب" مذکر کا استعمال ہوا ہے۔ مگر موصوف کے حافظہ میں قرآنی مثالیں کہاں ہوں گی۔ ان کے حافظہ میں تو اس بات کی ہوس ہی سمائی ہوئی ہے کہ پوری دنیا میں "منہاج القرآن" کے دفتر کھولے جائیں اور زیادہ سے زیادہ ممبر و رفیق بنا کر زیادہ سے زیادہ دولت جمع کی جائے اور عیش و عشرت کے ساتھ زندگی

https://t.me/faizanealahazrat

بسر کی جائے۔ ہمیں کیا۔ خدا کرے موصوف کی دوکان اور ہی زیادہ چمکے۔ ہمیں تو صرف ان سے ہمدردی ہے کہ وہ گمراہی کے راستہ سے باز آجائیں اور اپنی اوقات سے باہر نہ ہوں اور اپنی کم علمی کا احساس کریں اور قرآن وسنت کو اپنی جہالتوں کا تختۂ مشق نہ بنائیں جب کہ حدیث شریف کا صحیح متن اس طرح ہے۔ جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں سند کے ساتھ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

"قال عمر اما انی سمعت نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواما ویضع بہ آخرین

(ترجمہ) حضرت عمر نے فرمایا، خبردار تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب (پر عمل کرنے) سے کچھ قوموں کو اونچا کرے گا اور دوسروں کو اس پر عمل نہ کرنے سے ذلیل وخوار کریگا۔

جس شخص کی حدیث دانی کا یہ عالم ہو وہ یہ دعویٰ کرے کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دین کی کشتی کا واحد ناخدا بنایا ہے۔ نہایت شرم کی بات ہے

طاہر صاحب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھتے وقت شاید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث بھول گئی تھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے شخص کو جہنمی قرار دیا ہے

ذبح کرنے چلے ہو کچھ تمہیں معلوم ہے
کیا سزا قانون میں ہے قتل کے اقدام کی!

https://t.me/faizanealahazrat

تحریفِ حدیث نمبر ۷

جناب طاہر القادری کے ترجموں کی غلطیاں شمار سے بھی باہر ہیں، کچھ تو قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ مزید مثالیں بھی ملاحظہ فرمائیں۔ موصوف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث و ارشاد کے حوالے سے ایک عبارت مع ترجمہ فرماتے ہیں۔

فکانت ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعثمان خیرا من ایدیھم لانفسھم

(ترجمہ) یہ بیعت دوسرے لوگوں کے ہاتھوں سے اچھی تھی۔

(اجزائے ایمان حصہ دوم ص۱۱۱)

جناب اس میں صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غائبانہ بیعت سے متعلق عبارت کا جو ترجمہ فرماتے ہیں اس سے بیعت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے جو عبارت مذکورہ کا نہ ترجمہ ہے اور نہ ہی مفہوم، بلکہ اس کا ترجمہ یوں ہے

"پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک عثمان کے لئے بہتر تھا ان کے ہاتھوں سے اپنے آپ کے لئے۔"

اس میں ہاتھ کی فضیلت تھی لیکن جناب طاہر صاحب نے اسے بیعت کی فضیلت ٹھہرا کر موضوع کو ہی بدل ڈالا۔

؎ ہیں چرخ کی اب نئی ادائیں
چلنے لگیں اب اور ہی ہوائیں

https://t.me/faizanealahazrat

ابوحذیفہ یا حذیفہ ؟

جناب طاہر صاحب نے اسی کتاب اجزائے ایمان حصہ دوم کے صفحہ ۲۲۲ پر ایک حدیث بیان کی جسکا ترجمہ ہے " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ لمبا خطبہ دیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وقت سے لیکر قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب کا ذکر کیا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں " **قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما ، ما ترک شیئا یکون فی مقامہ ذلک الی قیام الساعۃ** الخ " اس حدیث شریف کے راوی حضرت حذیفہ ہیں مگر جناب نے حذیفہ کی بجائے " ابوحذیفہ " لکھدیا۔

قارئین غور فرمائیں کہ یہ ایک مشہور حدیث ہے اور اس کے راوی حضرت حذیفہ اس حدیث کے حوالے سے نہایت ہی مشہور نام والے صحابی ہیں بلکہ اس حدیث کو سنی لوگ بکثرت یاد رکھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اس کا تعلق فضائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے مگر موصوف کو ان کا صحیح نام تک معلوم نہیں یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم کے حوالے سے مشکوٰۃ کی کتاب الفتن کی پہلی حدیث ہے۔ خود دیکھ لیجئے۔ کہ اس کی روایت کرنے والے صحابی کا نام ابوحذیفہ ہے یا حذیفہ ؟ یقیناً حُذیفہ ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا طالبانِ تحقیق کو غلط معلومات بہم پہنچانے والا اس بات کا اہل ہو سکتا ہے کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دین کی خدمت کی ذمہ داری سونپیں اور اسے حکم دیں کہ " تم ادارہ منہاج القرآن بنا دیں تمہارے پاس لاہور آؤں گا " ہرگز ہرگز نہیں۔ **سُبْحَانَکَ ھٰذَا بُہْتَانٌ عَظِیْمٌ** ط " یہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم پر کھلا بہتان ہے "

https://t.me/faizanealahazrat

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان اور علمِ حدیث سے جہالت۔

راقم نے جناب طاہر کی ایک کیسٹ میں بھری ہوئی تقریر سنی یہ کیسٹ بہت سے حضرات کے پاس موجود ہوگی۔ حوالہ ملاحظہ ہو" درسِ قرآن مؤرخہ ۹/۸۳ ۲ ۔ سورۂ بقرہ آیت ۱۵۱ تفسیر "كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ (عملی وضاحت) قسط نمبر۲" اس میں جناب ایک حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر کی چار دیواری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ فرمایا۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ عقل وشعور کی روشنی میں کچھ سوچیں اور غور فرمائیں کہ کیا گھر کی چاردیواری کے اندر دوڑ میں مقابلہ ممکن تھا؟ گھر کی چاردیواری کے اندر دوڑ میں مقابلہ تسلیم کرنے کی صورت میں ، گھر کی چاردیواری کس قدر عریض ووسیع ہونی چاہیئے ؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی ایکڑوں پر مشتمل کوٹھی اور بنگلے میں رہتے تھے کہ اس کا صحن اس قدر وسیع ہوتا تھا کہ وہاں دوڑ میں مقابلہ ہوا کرتا تھا۔؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

ساری دنیا جانتی ہے کہ حبیبِ خدا، شفیعِ روزِ جزا، آقائے دوجہاں، سید انس وجان حضرت محمد مصطفےٰ، احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰت والتسلیمات والتحیات والثناء الیٰ یوم الجزاء، ایک تنگ حجرہ میں قیام رکھتے تھے جس کا صحن اس قدر محدود ہوتا کہ چار دیواری پر حاضر ہونے والے کی معمولی سی آواز بھی سماعت شریف کو مضطرب کر ڈالتی تھی جیسا کہ آیت کریمہ " ان الذین ینادونک من وراء الحجرات" (سورۂ حجرات) سے ظاہر ہے وہاں اس قدر وسعت کہاں کہ دوڑ میں مقابلہ کیا جاسکے ۔ دراصل منکرِ اسلام ومفسرِ قرآن و

https://t.me/faizanealahazrat

علامہ و ڈاکٹر و پروفیسر کہلانے والے اور ان القاب کے قطعاً نا اہل، جناب طاہر القادری نے کسی سے سُن سنا کر اس حدیث و روایت کو غلط بیان کر کے سامعین کو مغالطہ میں ڈالا۔ یہ دوڑ میں مقابلہ کا معاملہ گھر کی چار دیواری کا ہرگز نہیں یہ تو دوران سفر کا واقعہ ہے۔

ملاحظہ فرمائیں، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ اپنی مسند شریف میں اس حدیث کو روایت فرماتے ہیں۔

سیّدہ طیّبہ طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

خرجت مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی بعض اسفارہ وانا جاریۃ لم احمل اللحم ولم ابدن فقال للناس تقدموا فتقدموا ثم قال لی تعالی حتی اسابقک فسابقتہ فسبقتہ فکست عنی حتی اذا حملت اللحم و بدنت فنسیت خرجت معہ فی بعض اسفارہ فقال للناس تقدموا فتقدموا ثم قال تعالی حتی اسابقک فسابقتہ فسبقنی فجعل یضحک وھو یقول ھذہ بتلک۔

(مسند امام احمد ج ۶ ص ۲۶۴)

میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ کسی سفر میں نکلی اور میں پتلی دُبلی لڑکی تھی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لوگوں سے فرمایا۔ آگے چلو، وہ آگے چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا۔ آؤ دوڑیں، میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ دوڑ لگائی تو میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے آگے نکل گئی۔ پس آپ خاموش رہے مجھ سے کوئی بات نہ فرمائی۔ یہاں تک کہ میں جسیم و موٹی ہو گئی اور اس دوڑ کو بھول گئی (اور) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ایک سفر کو نکلی۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں سے فرمایا۔ آگے چلو تو وہ آگے چلے گئے پھر فرمایا، آؤ دوڑ لگائیں۔ پس میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ دوڑ لگائی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)

https://t.me/faizanealahazrat

مجھ سے آگے نکل گئے پس ہنستے اور فرماتے
جاتے یہ اُس کا بدلہ ہو گیا۔

قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ واقعہ تھا سفر کا مگر خود ساختہ علامہ نے اسے چار دیواری میں بند کر دیا، اس قدر سوچنے کی توفیق نہ ہوئی کہ بات دوڑ کی ہو رہی ہے۔ دوڑ کی ہی نہیں، دوڑ میں مقابلہ کی، اس کے لئے کس قدر فاصلہ مطلوب ہو گا اور چار دیواری اس کی متحمل کہاں، لیکن یہ علامہ سمجھتے ہیں کہ اس سادہ لوح قوم میں اس قدر سوچنے کا مادہ کہاں اگر یہ قوم اس قدر فکر و سوچ والی ہوتی تو میری ایکٹنگ اور شور و غل پر مشتمل اور مغز و روح سے خالی لفاظیت پر مبنی تقریر سے کیوں متاثر ہوتی۔ لہٰذا جو جی میں آئے اور جیسے آئے ویسے بیان کر کے اس قوم سے دادِ تحسین حاصل کی جائے۔ راقم جناب طاہر کی خدمت میں اس کے سوا کیا عرض کر سکتا ہے کہ ؎

پاؤں نہ پھیلاؤ اتنا بے خطر اے خودسرو
خوفِ حق کم ہے تو قانونِ فنا ہی سے ڈرو

https://t.me/faizanealahazrat

توجّہ

جناب طاہر القادری کی کم علمی اور کج فہمی پر جس قدر بھی کہا یا لکھا جائے کم ہے۔ موصوف کی عربی دانی کا یہ حال ہے کہ معمولی سی نوعیت کی اور بالکل آسان فہم کی عربی عبارات تک کا صحیح معنی سمجھنے سے عاری اور قاصر نظر آتے ہیں۔

تقویٰ کا غلط معنی

جناب طاہر القادری صاحب نے اپنی کتاب "فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے؟" کے صفحہ ۳۹ پر امام راغب اصفہانی کی کتاب المفردات سے تقویٰ کے معنی لکھتے ہیں پھر اس کا ترجمہ بھی فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔

التقویٰ حفظ الشئ مما یوذیہ ویضرہ۔ (ترجمہ) تقویٰ سے مراد ہر اس چیز سے محفوظ رہنا ہے جو تکلیف اور نقصان پہنچائے۔

اس میں پروفیسر صاحب نے دو غلطیاں کی ہیں۔

۱۔ ایک تو یہ کہ عبارت کے نقل کرنے میں ٹھوکر کھائی ہے۔ امام راغب کی عبارت میں لفظ "التقویٰ" نہیں "الوقایۃ"

چونکہ موصوف "تقویٰ" کے موضوع پر لکھ رہے تھے اور "مفرداتِ امام راغب" سے جو حوالہ نقل کرنا چاہتے تھے اس میں لفظ "تقویٰ" نہیں "وقایۃ" ہے لیکن جناب موصوف نے یہ خیال کرکے کہ ان کے اردگرد جمع ہونے والے علم سے کورے ہیں ان کی لکھی ہوئی عبارت کو کس نے دیکھنا ہے "وقایۃ" کے لفظ کی جگہ "التقویٰ"

https://t.me/faizanealahazrat

لکھ کر کام چلتا کیا۔

ع اندھیر نگری چوپٹ راجہ

جب کہ دراصل امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ کی عبارت یوں ہے۔

" الوقایۃ حفظ الشئ مما یؤذیہ ویضرہ " یعنی "وقایہ" کا معنی کسی شئ کی ہر اس چیز سے حفاظت کرنا ہے جو اسے ایذاء یا نقصان پہنچا سکتی ہو۔

(المفردات صہ ۵۳۰)

جناب طاہر القادری نے "الوقایۃ" کی جگہ "التقویٰ" کا لفظ رکھ کر علمی بددیانتی کا ارتکاب کیا۔

۲۔ دوسری غلطی یہ فرمائی کہ "حفظ الشئ" کے معنی "محفوظ رہنا" کئے جب کہ اس کے معنی "محفوظ کرنا" ہے، محفوظ رہنا نہیں۔ دونوں معنوی میں بڑا فرق ہے "محفوظ رہنا" فعل لازم ہے اور اس کا تعلق صرف ایک ذات کے ساتھ ہوتا ہے جو اس کی فاعل ہوتی ہے لیکن محفوظ رکھنے کا تعلق دوسری چیز یا دوسرے شخص کے ساتھ ہے اور یہ فعل متعدی ہے۔ لیکن پروفیسر صاحب کو اس قدر باریکیوں میں جانے اور سوچنے کی فرصت کہاں انہیں تو جلدی جلدی کتابیں تصنیف کرنا ہے اور اپنے آپ کو اس دور کا سب سے بڑا مصنف کہلوا کر سادہ لوح عوام پر اپنا رعب قائم فرمانا ہے۔

پھر موصوف اپنی اسی کتاب " فرقہ بازی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے؟" کے صفحہ ۴۰ پر لکھتے ہیں کہ :-

" تقویٰ کی تعریف ایک مقام پر ان الفاظ میں بھی کی گئی ہے "التقویٰ حفظ النفس عما یؤثم (المفردات) ترجمہ لکھتے ہیں)
تقویٰ سے مراد ہر اس شئ سے بچنا ہے جو گناہ میں مبتلا کر دے۔"

https://t.me/faizanealahazrat

موصوف نے یہاں تین غلطیاں کی ہیں۔

۱۔ یہ کہ ان کا کہنا کہ "ان الفاظ میں بھی کی گئی ہے" ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے مفردات کے حوالہ سے جو عبارت پہلے تحریر فرمائی تھی۔ جس پر ہم نے کچھ عرض بھی کیا ہے۔ اسے بھی موصوف نے تقویٰ ہی کی تعریف قرار دیا حالانکہ وہ تقویٰ کی تعریف نہ تھی وہ تو "وقایۃ" کے معنی تھے

۲۔ دوسری غلطی یہ کی کہ المفردات کی مکمل عبارت نقل نہیں کی حالانکہ اس کا نقل کرنا ضروری تھا۔ مکمل عبارت یوں ہے۔

وصار التقوی فی تعارف الشرع حفظ النفس عما یؤثم (المفردات صـ۵۳۱)	یعنی تقویٰ شریعت کے عرف میں "ہر اس چیز سے نفس کی حفاظت کرنا قرار پایا جو گناہ کا موجب ہو"

۳۔ تیسری غلطی یہ فرمائی کہ یہاں بھی لفظ "حفظ" کے معنی "بچنا" کے کئے حالانکہ اس کے معنی بچانے اور حفاظت کرنے کے ہیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

سلسلۂ تحریفاتِ

اقوالِ بزرگانِ دین

طاہر القادری نے قرآن وسنت کی طرح اقوالِ بزرگانِ دین پر بھی ہاتھ صاف کئے ہیں اور ان میں بھی تحریفیں کیں یا جہالتوں کا مظاہرہ کیا۔ اس کی اپنی کتابوں اور کیسٹوں کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

بزرگانِ دین کے اقوال میں معنوی تحریف

پروفیسر طاہر القادری کی تحریف کرنے کی جو عادتِ شریفہ ہے نہ صرف قرآن و سنت اس کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ بلکہ بزرگانِ دین و ائمہ مجتہدین کے اقوالِ شریفہ بھی اس کی زد میں آئے ہیں۔ اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں ان میں سے ایک مثال پیشِ خدمت ہے۔ اپنی اسی کتاب "سورۂ فاتحہ اور تعمیرِ شخصیت" کے صفحہ ۵۵ پر مواہب لدنیہ سے ایک حوالہ نقل کرتے پھر ساتھ ہی اس کا ترجمہ فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

فقال الحافظ ابو یعلی الھمدانی الاصح ان العرش قبل القلم

(ترجمہ) حافظ ابو یعلیٰ ہمدانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ قلم سے پہلے عرش کو پیدا کیا گیا۔

امام ابو یعلیٰ علیہ الرحمۃ نے تو لفظ "الاصح" ارشاد فرمایا جو عربی گرامر کی رو سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ اس کے معنی ہیں "زیادہ صحیح" لیکن پروفیسر صاحب نے اپنی کم علمی و کم فہمی کی بنا پر یوں ترجمہ کر ڈالا۔ "صحیح یہ ہے کہ قلم سے پہلے عرش کو پیدا کیا گیا۔ جب کہ صحیح کا مقابل غلط اور اصح کا مقابل صحیح ہوتا ہے۔ لفظ "صحیح" صیغۂ صفت مشبہ ہے جب کہ "اصح" اسمِ تفضیل ہے۔" امام ابو یعلیٰ نے لفظ اصح (زیادہ صحیح) لکھ کر اس بات کا اظہار فرمایا ہے۔ کہ اس کے علاوہ بھی ایک قول ہے اور وہ صحیح ہے لیکن جو میں کہہ رہا ہوں یہ زیادہ صحیح ہے مگر پروفیسر طاہر القادری نے اس کا ترجمہ "صحیح" کیا۔ اس سے لازم آتا ہے کہ اس کے علاوہ جو قول ہے وہ صحیح ہی نہیں بلکہ غلط ہے۔ گویا مصنف علیہ الرحمۃ کچھ کہنا چاہتے تھے ان کے ترجمان کچھ کہہ گئے حیرت ہے ادھر سے دنیا میں اسلام کو غالب کرنے کا دعویٰ اور ادھر سے قرآن و سنت اور بزرگوں

https://t.me/faizanealahazrat

کے کلام وارشاد کی ترجمانی میں بے راہ رویوں اور بے اعتدالیوں کا یہ عالم ؎

بے اعتدالیاں ہیں ادائے کلام میں!
باہر ہے اختیار سے ان کی زباں ابھی
چلنے میں لڑکھڑاتے ہیں اک اک قدم پہ پاؤں
گو کھینچتے ہیں پر نہیں کھنچتی کماں ابھی

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ پروفیسر صاحب، اسم تفضیل اور صیغۂ صفت مشبہ میں تمیز و تفریق تک سے ناواقف ہیں اور دعویٰ یہ ہے کہ آپ کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے کاموں پر مامور فرمایا۔ لاحول ولا قوۃ۔

حقیقت یہ ہے کہ پروفیسر صاحب کی جملہ کتابیں بھی اسی قسم کی اغلاط و تحریفات سے بھری پڑی ہیں ؎

ایک ہنگامۂ محشر ہو تو اس کو بھولوں
سینکڑوں باتوں کا رہ رہ کے خیال آتا ہے

https://t.me/faizanealahazrat

خطبۂ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی معنوی تحریف

جناب پروفیسر طاہر القادری صاحب کی تحریفات کی زد میں امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کا خطبہ بھی آگیا۔ چنانچہ موصوف نے اپنی اسی کتاب "فرقہ پرستی..." کے صفحہ ۱۱۷ پر نہج البلاغۃ کی دوسری جلد میں سے خطبۂ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نقل کر کے اس کا ترجمہ فرمایا۔ اس میں موصوف نے بہت سی غلطیاں فرمائیں مگر ہم وہ حصہ نقل کر رہے ہیں جس میں نہایت ہی فحش غلطی بلکہ بری طرح تحریف کر ڈالی۔ ملاحظہ ہو۔

وسیھلک فی صنفان: محب مفرط یذھب بہ الحب الیٰ غیر الحق وبغض مفرط یذھب بہ البغض الی غیر الحق۔ (نہج البلاغۃ ج ۲ ص ۷)

(ترجمہ) میرے بارے میں دو گروہ ہلاکت کا شکار ہوں گے۔ پہلا وہ گروہ جس نے میرے ساتھ محبت میں غلو کیا اور حق کے راستے سے دور چلا گیا دوسرا وہ جس نے میرے ساتھ غلو کیا اور گمراہ ہوا۔

(نوٹ) پروفیسر صاحب نے نہج البلاغۃ کا صفحہ ۱۱/۱۲ لکھا ہے لیکن میرے نسخہ کا صفحہ ۷ ہے۔

امیر المؤمنین و مولائے مسلمین سیدنا و مولانا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالےٰ وجہہ کے اس ارشادِ گرامی کے ترجمہ میں پروفیسر صاحب نے پانچ غلطیاں کی ہیں۔

۱۔ "**یذھب بہ الحبُّ الی غیر الحق**" کا ترجمہ غلط کیا یعنی "حق کے راستے سے دور چلا گیا" حالانکہ "**یذھب بہ**" باحرفِ جر کی وجہ سے متعدی ہو گیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ موصوف اس قاعدۂ صرفیہ جسے دینی مدارس کے ادنےٰ طالب علم بھی یاد کئے ہوئے ہوتے ہیں سے بھی ناواقف ہیں، کہ "ذَھَبَ" فعل

https://t.me/faizanealahazrat

لازم ہے۔ اس کے معنی ہیں "وہ گیا" اور اس کا فعل مضارع "یذھب" ہے جس کے معنی ہیں وہ جاتا ہے یا جائے گا۔ لیکن جب اس کا صلہ حرف "با" آجائے تو یہ متعدی ہو جاتا ہے، جیسے "ذَھَبَ بہٖ" وہ اسے لے گیا۔ "یذھب بہٖ" وہ اسے لے جاتا ہے یا لے جائے گا" موصوف نے اسی ایک جملہ میں دراصل دو غلطیاں کی ہیں ایک "یذھب بہٖ" کے معنی لازم کے کئے حالانکہ یہ متعدی ہے۔ دوسری غلطی یہ کی کہ اس کے معنی ماضی کے کئے۔ حالانکہ یہ فعل مضارع ہے جس کے معنی میں حال اور مستقبل کا زمانہ پایا جاتا ہے۔

۲۔ اسی طرح دوسرے جملہ "یذھب بہٖ البعض الی غیر الحق" کے معنی بھی غلط کئے۔ یعنی "اور گمراہ ہوا" اس میں بھی موصوف نے دو غلطیاں کی ہیں

أ۔ "یذھب بہٖ" حرف "با" کی وجہ سے فعل متعدی ہے۔ لیکن موصوف نے اسے فعل لازم بنا دیا۔ اس لئے فعل لازم والا معنی کیا۔

أأ۔ دوسری غلطی یہ کی کہ "یذھب بہٖ" فعل مضارع ہے لیکن موصوف نے اس کا معنی فعل ماضی کا کیا۔ اور پانچویں غلطی یہ کی کہ حرف "س" جو "سَیَھْلِکُ" میں موجود ہے اس کا معنی چھوڑ دیا اور یوں معنی کیا "میرے بارے میں دو گروہ ہلاکت کا شکار ہوں گے"۔ پروفیسر صاحب کے اس ترجمہ سے معلوم نہیں ہوتا کہ اس پیش گوئی کا تعلق مستقبل قریب کے ساتھ ہے یا مستقبل بعید کے ساتھ۔ مگر جب "س" کا معنی بھی کیا جائے تو اس کے معنی مستقبل قریب میں ایسا ہونے کے ہیں۔ چنانچہ درایۃ شرح ہدایۃ النحو میں ہے کہ

انما قدم السین علی سوف لدلالۃ علی الاستقبال القریب (درایہ ص۲۶ طبع دہلی)	کہ صاحب ہدایۃ النحو نے سین کو سوف سے اس لئے پہلے بیان کیا کہ سین مستقبل قریب پر دلالت کرتا ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

آیئے، اس کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ :۔

"مستقبل قریب میں، میرے بارے میں دو گروہ ہلاک (مستحق عذاب) ہوں گے ایک حد سے بڑھ کر محبت کرنے والا وہ (محبت میں حد سے بڑھنا) اسے گمراہی کی طرف لے جائے گا اور ایک بغض میں حد سے بڑھنے والا وہ (بغض) اسے گمراہی کی طرف لے جائیگا"

قارئین! غور فرمائیں اور نظر انصاف سے دیکھیں کہ جس میں قرآن و حدیث اور بزرگان دین کے معنوں کو صحیح طور پر سمجھنے کی صلاحیت نہ ہو پھر اس کے نام کے ساتھ علامہ ڈاکٹر اور پروفیسر کے القاب لگاتے جاتے ہوں۔ کیا اس میں ان القاب و خطابات کی توہین نہیں ہے ؎

ہٹ چھوڑیئے بس اب سر انصاف آیئے
انکار ہی رہے گا میری جان کب تلک

https://t.me/faizanealahazrat

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ارشادِ گرامی میں تحریف

پروفیسر صاحب نے حسبِ عادتِ شریفہ، امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ایک ارشادِ گرامی کے معنی نقل کرتے ہوئے اس میں بھی تحریف کر ڈالی۔ چنانچہ وہ اپنے رسالہ "تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب"۔ کے صفحہ ۱۵/۲۷ پر امام صاحب کا ارشادِ گرامی اور اس کا ترجمہ نقل فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے تابعین کے بارے میں فرمایا۔

فهم رجال ونحن رجال	سو وہ بھی انسان تھے اور ہم بھی
(۱۵) هم رجال اجتهدوا و	انسان ہیں وہ بھی انسان تھے جنہوں نے
نحن رجال نجتهد (۲۷)	اجتہاد کیا اور ہم بھی انسان ہیں ہم اجتہاد کرتے ہیں۔

پروفیسر صاحب کی کم علمی یا عربی الفاظ کے معنوی تقاضوں سے بے اعتنائی و بے احتیاطی کا حال ملاحظہ فرمائیں کہ صفحہ ۱۵ اور صفحہ ۲۷ پر دونوں عبارتوں میں وارد لفظ "رجال" کے معنی "انسان" کے کر ڈالے۔ حالانکہ عربی کی معمولی سی سوجھ بوجھ رکھنے والے طالب علم بھی کبھی ایسی غلطی نہیں کریں گے کہ "رجال" کے معنی "انسان" کے کریں۔ "رجال" "رجل" کی جمع ہے جس کے معنی "مرد" کے ہیں۔ انسان میں اور مرد میں بہت فرق ہے "انسان" ایک جنس ہے اور "رجل یا رجال" اس کی ایک نوع ہے۔ اصول فقہ کے طلبہ کو اصولِ فقہ کی پہلی کتاب "اصول الشاشی" کے شروع میں خاص کی بحث پڑھتے ہوتے ہی ان دونوں لفظوں کے درمیان فرق کا علم ہو جاتا ہے کہ "انسان" خاص جنسی اور "رجل" خاص نوعی ہے۔ کوئی بھی سمجھدار اور علم سے کچھ تعلق رکھنے والا شخص "رجل یا رجال" کا معنی انسان اور "انسان" کا معنی "رجل یا رجال" سے نہیں کرے گا۔ کیونکہ

https://t.me/faizanealahazrat

"انسان" میں مرد اور عورت دونوں آجاتے ہیں۔ جب کہ "رجال" صرف مردوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ لیکن پروفیسر صاحب کے اجتہادِ نو کی روشنی میں شاید "رجل" اور "انسان" میں تسادی کی نسبت ہے اس اعتبار سے گویا پروفیسر صاحب کے نزدیک عورت انسان ہی نہ ٹھہری۔ لہٰذا لازم آتا ہے کہ وہ "عورتوں" پر انسان کے لفظ کا اطلاق نہ کریں۔ بلکہ ان کے لئے اپنے اجتہاد کی روشنی میں کوئی نیا ہی لفظ وضع فرمائیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طاہر صاحب سے شعور کی نعمت چھن گئی ہے۔

اور یہ ائمہ اربعہ کی کرامت ہے کہ جو شخص ان کی چوکھٹ سے پھر جاتا ہے اس سے عقل و شعور اور علم و عرفان کی نعمت چھن جاتی ہے۔ کیونکہ ائمہ اربعہ سے پھرنا دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ سے پھرنا ہے اور ایسے شخص کا انجام ذلت اور خواری کے سوا کچھ نہیں ؎

جو تیرے سے یار پھرتے ہیں
در بہ در یوں ہی خوار پھرتے ہیں

https://t.me/faizanealahazrat

امام راغب کے کلام کی معنوی تحریف

پروفیسر صاحب نے امام راغب کے کلام کی بھی معنوی تحریف کر ڈالی۔ چنانچہ موصوف اپنے رسالہ "معارف اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے صفحہ ۹ پر ان کی عبارت نقل کر کے اس کا معنی لکھتے ہیں۔

ومحمد اذا کثرت خصالہ المحمودۃ (ترجمہ) اور محمد اسے کہتے ہیں جس کی قابل تعریف عادات حد سے بڑھ جائیں۔ (مفردات صـ۳۸۵)

ناظرین! پروفیسر صاحب نے امام راغب اصفہانی کی عبارت کا ترجمہ غلط کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی تعریف ہی بدل ڈالی۔ اس میں "حد سے بڑھ جائیں" معنی صحیح نہیں، غلط ہے اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے۔

"اور محمد اس وقت (کہا جائے گا) جب اس کی قابل تعریف عادتیں بہت ہوں"

پروفیسر صاحب کا "کثرت" کے معنی "حد سے بڑھ جانے" کے کرنا، ایک ایسی فاش غلطی ہے کہ ایک علامہ، ڈاکٹر، پروفیسر اور عالم دین و عالم عربی زبان کے دعویٰ فرمانے والے شخص سے اس کا سرزد ہونا، نہ صرف تعجب خیز ہے بلکہ اس فحش غلطی سے ان کے یہ سارے دعوے بے حقیقت ہو کر رہ جاتے ہیں۔ نیز موصوف نے کتاب مذکور کا جو صفحہ ۳۸۵ لکھا ہے یہ کسی عربی نسخے کا صفحہ نہیں ہے۔ بلکہ مفردات کے اردو ترجمہ کا ہی صفحہ ہو سکتا ہے کیونکہ عربی والی کتاب کے صفحات کی تعداد "ح م د" کے مادہ تک ۳۸۵ کبھی نہیں ہو سکتے۔ مثلاً میرے پاس عربی کا نسخہ موجود ہے اس میں یہ عبارت صفحہ ۱۳۱ پر موجود ہے لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ موصوف نے کسی اردو صاحب کے ترجمہ کو ہی نقل کر کے مکھی پر مکھی ماری ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

https://t.me/faizanealahazrat

حضرت حسّان رضی اللہ عنہ کے کلام میں معنوی تحریف

موصوف نے اپنے اسی رسالہ "معارف اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے صفحہ ۱۹ پر حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو مشہور شعر نقل فرمائے اور ان کے یوں اعراب بھی لگائے ہے۔

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِيْ
وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

ترجمہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حسین چہرہ میں نے آج تک نہیں دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خوبصورت شخص کسی ماں نے نہیں جنا"

پروفیسر صاحب نے سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ان دو شعروں میں دو غلطیاں کی ہیں۔

۱۔ یہ کہ حضرت حسّان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے عرض کر رہے ہیں۔ کیونکہ "مِنْكَ" میں "كَ" کلمہ خطاب ہے۔ مگر پروفیسر صاحب کے ترجمہ میں خطاب کی بجائے غیبت پائی جاتی ہے جیسے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدم موجودگی میں اپنے خیال کا اظہار کر رہے ہوں۔

حالانکہ ترجمہ یوں ہونا چاہیئے۔

"یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑھکر حسین میری آنکھ نے نہیں دیکھا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑھ کر خوبصورت بیٹا عورتوں نے نہیں جنا

https://t.me/faizanealahazrat

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے۔ گویا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے چاہتے تھے ویسے پیدا کئے گئے۔

۲۔ یہ کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے "حسن" کی علی العموم توصیف کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعضاءِ مبارکہ میں سے کسی ایک چیز کو مخصوص نہیں کر رہے ہیں۔ لیکن پروفیسر صاحب نے ترجمہ میں ذکرِ حسن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس کے ساتھ مختص کر ڈالا اور محدود بنا ڈالا۔ حالانکہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے کلام میں چہرۂ اقدس کا کوئی ذکر نہیں بلکہ وہ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا حسنِ بے مثال ہیں ؎

داستانِ حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی
جب سمٹی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام بن گئی۔

https://t.me/faizanealahazrat

امام بوصیری علیہ الرحمۃ کے کلام میں معنوی تحریف

پروفیسر صاحب نے حسب معمول شریف، امام ابوصیری علیہ الرحمۃ کے کلام پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے اس کی بھی معنوی تحریف فرمادی۔ اسی رسالہ کے صفحہ ۱۹ پر امام بوصیری علیہ الرحمۃ کے قصیدہ بردہ شریف میں سے تین اشعار نقل فرمائے۔ اور ان کا ترجمہ بھی فرمایا۔

۱:۔ فَهُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهٗ
ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِیْبًا بَارِئُ النَّسَمِ

○

۲:۔ مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِهٖ
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ

○

۳:۔ فَاقَ النَّبِیِّیْنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوْهُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمٍ

ترجمہ:۔ "اللہ تعالیٰ نے آپ کے ظاہری اور باطنی حسن کو درجہ کمال تک پہنچایا اور پھر اپنی محبت کے لئے آپ کو منتخب کرلیا (الی ان قال) آپ کے جود و کرم کی کوئی حد ہے اور نہ علم و فضل کا کوئی ٹھکانہ ہے۔

ان تین اشعار کے ترجمہ میں پروفیسر صاحب نے چار غلطیاں کرکے حضرت امام بوصیری علیہ الرحمۃ کے کلام مبارک میں تحریف کر ڈالی۔

۱۔ یہ کہ فَهُوَ الَّذِیْ "میں "هُوَ" ضمیر اللہ کی طرف لوٹائی۔ حالانکہ اس سے

https://t.me/faizanealahazrat

مراد اللہ تعالیٰ نہیں بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم ہیں۔

۲۔ یہ کہ "تَمَّمَ" فعل لازم ہے اور اس کا فاعل "معناہ" اور "صُوْرَتُہٗ" ہے جس کے معنی ہیں "پورا ہوا" یا "کامل ہوا" مگر موصوف نے "تَمَّمَ" کو متعدی قرار دے کر اس کا فاعل اللہ تعالیٰ کو بنا دیا۔ جو سراسر غلط بلکہ یہ پروفیسر صاحب کے "ترکیب نحوی" سے کورے ہونے کی دلیل ہے۔

۳۔ یہ کہ "اِصْطَفَاہُ" کا فاعل "ھو" ضمیر مستتر ٹھہرالیا اور "بارئ النسم" کو ترجمہ میں سے اڑا دیا حالانکہ یہ فعل مذکور "اصطفاہ" کا فاعل ہے۔

۴۔ "وَلَمْ یُدانوہ فی علم ولا کرم" کا ترجمہ "آپ کے جود و کرم کی کوئی حد ہے اور نہ علم وفضل کا کوئی ٹھکانہ ہے" غلط کیا جب کہ اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے "اور انبیاء علیہم السلام علم وکرم میں آپ کے قریب بھی نہیں ہوتے۔ عام محاورات میں کہتے ہیں "فلاں، فلاں کے قریب بھی نہیں بھٹکا۔" لیکن ہم نے ادب کی وجہ سے قریب بھٹکنے کی بجائے قریب ہونے کا معنی کیا ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

حضرت بایزید کے قول میں تحریف

پروفیسر صاحب اپنے رسالہ "شاہ ولی اللہ دہلوی اور فلسفہ سخودی" کے صفحہ ۸ پر حضرت بایزید کا قول نقل کر کے ساتھ ہی ترجمہ فرماتے ہیں ہم صرف اس کا وہ ابتدائی حصہ درج کر رہے ہیں جس میں تحریف واقع ہوئی ہے (موصوف نے اس میں دو غلطیاں کی ہیں)

غصت لجۃ المعارف الخ (ترجمہ) میں نے معرفت کے سمندروں میں غوطہ لگایا۔ (بحوالہ جواہر البحار)

۱۔ موصوف نے "لُجّہ" کا معنی "سمندروں" سے کیا جو غلط اور سراسر غلط ہے "لُجّہ" کے معنی گہرے پانی کے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً (سورہ نمل ۴۴) پھر جب بلقیس نے اس (صحن) کو دیکھا اسے گہرا پانی سمجھی۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ موصوف قرآن کے معنوں سے بھی بے خبر ہیں اور دعویٰ فرماتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں امت کی کشتی کا ناخدا بنا دیا۔

۲۔ دوسری غلطی یہ فرمائی کہ عربی عبارت میں "المعارف" کا ترجمہ "معرفت" کیا حالانکہ یہ جمع ہے معرفت کی۔ تو جمع کا ترجمہ واحد سے کیا۔ جبکہ اس کا صحیح ترجمہ معرفتوں ہے۔ "معرفت" واحد ہونے کی وجہ سے صرف ایک قسم کی معرفت کو شامل ہوگا۔ جب کہ حضرت بایزید بسطامیؒ "المعارف" جمع کا لفظ لا کر کئی ایک قسم کی معرفتوں میں غوطہ زنی کا اظہار فرما رہے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی متعدد انواع و اقسام ہیں ۱۔ معرفتِ ذات ۲۔ معرفتِ صفات ۳۔ معرفت اسماء ۴۔ معرفتِ افعال۔ جب حضرت بایزید بسطامیؒ "المعارف" جمع کا صیغہ ارشاد فرما کر معرفت کے متعدد انواع و اقسام میں غوطہ زنی کا اظہار فرما رہے ہیں تو ان کے ارشاد کا معنی، واحد کے صیغہ سے کرنا ان کی اس شان میں کمی کرنا ہے جس کا وہ اظہار فرما رہے ہیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

انبیاء سابقین کی نبوّت کے بارے میں جاہلانہ فلسفہ

قارئین! اس پروفیسر و علامہ اور ڈاکٹر کہلانے والے طاہر القادری کے اس جاہلانہ فلسفہ کو بھی ملاحظہ فرمالیجیے جو اس نے انبیاء سابقین کی نبوّت کے بارے میں بیان کیا کہ ان کی نبوت کو ایک خاص زمانے اور خاص علاقے اور خاص قوم تک کیوں محدود رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب "اجزائے ایمان" میں لکھتے ہیں۔

"یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ بار بار نزولِ وحی کا ایک خاص مقصد تھا اور وہ یہ کہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو رشد و ہدایت کا رستہ دکھایا جائے چونکہ ہر نبی کی نبوت اور اس کا دائرہ کار محدود ہوتا تھا۔ اسی بنا پر ان کا پیغام بھی محدود انسانوں تک پہنچ پاتا تھا۔ رسل و رسائل اور تحریر و کتابت کی سہولتوں کے فقدان یا ان کے غیر تسلی بخش نظام کی بنا پر ان کے پیغامات دور دراز کے انسان تک نہیں پہنچ پاتے تھے اور زیادہ دیر تک محفوظ بھی نہیں رہ سکتے تھے۔ اس لئے جب ایک نبی کا زمانہ نبوت ختم ہونے کو ہوتا تو کسی نئے سلسلے کو جاری کر دیا جاتا۔"

(اجزائے ایمان حصہ دوم صفحہ ۴۴)

قارئین! جناب طاہر القادری صاحب کا کہنا یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کی ہدایت کے لئے کسی ایک ہی نبی کو بھیجنے کی بجائے زمین پر اس لئے بار بار وحی بھیجی اور انبیاء علیہم السلام کو بار بار اور یکے بعد دیگرے اس لئے بھیجا کہ ان زمانوں میں ہر نبی کی نبوت کا دائرہ کار محدود ہوتا اور اسی وجہ سے اس کا پیغام بھی محدود انسانوں تک پہنچ پاتا تھا۔ تحریر و کتابت اور ایک جگہ سے دوسری جگہ تک

https://t.me/faizanealahazrat

پہنچنے کی سہولتیں بھی مفقود و نایاب تھیں اور ان کا نظام بھی تسلی بخش نہ تھا اس لئے ان پیغمبروں کے پیغامات بھی دور دراز کے انسانوں تک نہیں پہنچ پاتے تھے اور وہ پیغامات زیادہ دیر تک محفوظ بھی نہیں رہ سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک نبی کی نبوت کے زمانہ کے ختم ہوتے ہی نئے نبی کو بھیج دیا جاتا۔

گویا انبیاء سابقین کی نبوتوں کو مخصوص علاقوں اور مخصوص قوموں تک محدود رکھنے کی یہی وجہ تھی کہ رسل و رسائل اور ابلاغ و تبلیغ کی وسائل نہ پائے جاتے تھے اور تحریر و لکھائی کا کوئی نظام نہ تھا۔ بلکہ اسی قسم کا نظام یا تھا ہی نہیں اور اگر کہیں تھا تو وہ خراب اور غیر تسلی بخش تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کو بار بار وحی بھیجنا پڑتی اور بار بار نبی بھی بھیجنے پڑتے۔ پھر لکھتے ہیں۔

"مگر یہ نظام ہمیشہ کے لئے نہ تھا، انسانیت اپنی منازل طے کر رہی تھی اور اس کے ساتھ اس کی تمام قدریں، تقاضے، وسائل اور مسائل بھی مائل بہ ترقی تھے اور سلسلۂ ارتقاء ہمیشہ اپنے منتہائے کمال کو پہنچ کر ہی رکتا ہے لہٰذا محض یہ نہ تھا کہ یہ ارتقاء کسی آخری منزل کے تعین کے بغیر ہمیشہ جاری رہتا۔ اسے بہرحال اپنے نقطۂ عروج اور منزل تک پہنچ کر ختم ہو جانا تھا۔ انبیاء آتے رہے وحی و نبوت آگے بڑھتی رہی گروہِ انبیاء میں سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم وہ ہستی ہیں جن کی ذاتِ گرامی پر سلسلۂ نبوت اپنے منتہائے کمال کو جا پہنچا"

(اجزائے ایمان حصہ دوم صفحہ ۴۲)

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ جناب طاہر صاحب واضح فرما رہے ہیں کہ زمانہ کے ساتھ ساتھ وسائل بھی ترقی کرتے رہے اور نبوت کا سلسلہ بھی متحرک رہا۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و تشریف آوری پر نبوت اور وسائل ابلاغ و تبلیغ، تحریر و کتابت، اور ایک

https://t.me/faizanealahazrat

جگہ سے دوسری جگہ تک بلکہ دُور دراز تک پیغام رسانی کے وسائل بھی نقطۂ عروج کو پہنچ گئے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نبوت دی گئی وہ آخری وحی پر مشتمل نبوت تھی۔ زمانہ کی ترقی کی رفتار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ پر آکر رک گئی اور وسائل نے جو سلسلۂ ارتقاء طے کرنا تھا وہ طے کرلیا تھا اب اس کے بعد مزید ترقی ممکن نہ تھی اس لئے اس سے آگے سلسلۂ نبوت کو بھی مزید جاری رکھنا بے فائدہ قرار پاتا تھا۔ لہٰذا اللہ تعالےٰ کو نبوت کے سلسلہ کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کرنا پڑا۔"

گویا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک نبوت کے سلسلہ کو زمانہ کے حالات کے تابع رکھا گیا، وسائل ابلاغ و تبلیغ محدود تھے تو نبیوں کی نبوتیں بھی مخصوص جگہ اور مخصوص علاقوں تک محدود رکھی گئیں اور جب وسائل و مسائل ترقی کرتے کرتے اپنے کمال کو پہنچ گئے۔ جس سے آگے وسائل و مسائل کی ترقی ممکن نہ تھی تو نبوت کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا گیا انا للہ وانا الیہ راجعون لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

نام نہاد پروفیسر و ڈاکٹر طاہر القادری کے اس جاہلانہ فلسفہ ختم نبوت کو اس کی جہالت کا ایک بہت بڑا ثبوت ٹھہرایا جائے تو بجا ہے۔ اس فلسفہ سے نہ صرف انبیاء سابقین کی نبوتوں کی اہانت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی شان عالی کی تنقیص اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کی بھی توہین ہے۔ لاحول ولا قوۃ . . .

قارئین! حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین کی نبوت کو جو بعض قوموں اور مخصوص علاقوں تک محدود رکھا اس کی وجہ ہرگز ہرگز وسائل ورسل ورسائل و تحریر و کتابت و پیغام رسانی کی سہولتوں کا فقدان نہ تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایک پیغمبر کی آواز روئے زمین کے تمام باشندوں تک ہی نہیں عالم ارواح کی روحوں تک بھی پہنچا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب کعبہ معظمہ کی تعمیر مکمل فرمائی تو انہیں حکم ہوا کہ حج کی ندا کرو انہوں نے

https://t.me/faizanealahazrat

ندا فرمائی تو ان کی ندا کو عالم ارواح تک پہنچا دیا گیا۔ جیسا کہ معتبر روایات و مستند کتب سے ثابت ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کونسی ایسی نئی چیز ایجاد ہوئی تھی جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وسیلۂ تبلیغ کے طور پر استعمال کیا تھا اور وہ چیز پہلے نبیوں کے زمانوں میں ایجاد نہ ہوئی تھی؟ یہی اونٹوں کا سفر، گھوڑوں کا سفر، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ دین میں جو تکلیفیں اُٹھائیں اور جن آزمائشوں سے گزرے وہ انبیاء سابقین سے بھی بڑھ کر تھیں۔ چنانچہ ایک حدیث شریف میں بھی اسی طرح آتا ہے۔ لہٰذا جو فلسفہ طاہر صاحب نے جھاڑا ہے وہ ایک اندھے کے بوسیدہ جھاڑو سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا جس سے صفائی کی بجائے خاک اور تنکے ہی جھڑتے چلے جائیں اور اندھا یہ سمجھے کہ خوب صفائی ہو رہی ہے۔ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام آسمانِ نبوت کے ستارے تھے اور ستارے بیک وقت کئی ایک ہوتے ہیں اور ان کی روشنی بھی اپنی اپنی سمت و مقام تک محدود ہوتی ہے اس لئے ان کی نبوتیں بھی خاص سمتوں اور علاقوں تک محدود رہی اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو آسمان نبوت کے آفتاب درخشاں و تاباں تھے ان کی جلوہ گری کے بعد ستاروں کے انوار چھپ گئے اور آفتاب کے بعد کسی ستارے کی روشنی کی حاجت محسوس ہی نہیں کی جاتی اور نہ ہی آفتاب کے ہوتے ہوئے کوئی ستارہ نظر آتا ہے اور نہ ہی اس کا نظر آنا ممکن ہوتا ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کے بعد کسی دوسرے نئے نبی کی تشریف آوری کی کوئی حاجت باقی نہ رہی۔ چنانچہ امام ابوصیری فرماتے ہیں:۔

انت شمس فضل هم كواكبها يظهرن انوارها فى الظلم

یارسول اللہ! آپ فضل و کمال کے آفتاب ہیں باقی انبیاء اس کے ستارے ہیں جو آفتاب کے نور کو اندھیروں میں ظاہر کرتے رہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

حرفِ آخر

پروفیسر، علامہ اور ڈاکٹر کہلانے والے دنیائے علم وتحقیق سے بے خبر طاہر القادری صاحب کی بے تکیوں کا باب تو بہت وسیع ہے لکھتے لکھتے قلم تھک رہا ہے۔ ہاتھوں میں مزید جرأت نہیں رہی۔ کاش کہ پڑھے لکھے، دین ودانش اور عقائد و مسلک سے باخبر اہلِ علم خود ہی ان کی کتابیں پڑھ کر ان کی علمی کجرویوں سے واقف ہو جاتے اور بے چارے عوام سُنیوں کو جو اپنا دھن اور دولت ان پر قربان کرتے پھر رہے ہیں ان کے دامِ فریب میں مبتلا ہونے سے بچانے کی فکر کرتے ؎

درد لکھوں کب تک، جاؤں ان کو دکھلاؤں
انگلیاں فگار اپنی، خامہ خونچکاں اپنا

نوٹ :- اس کے بعد پروفیسر طاہر القادری کا علمی جائزہ حصہ دوم بھی ملاحظہ فرمائیے جس میں طاہر القادری کے گمراہ کن خیالات وعقائد کا کتاب وسنت و اجماع امت واقوال ائمہ دین کی روشنی میں عمدہ جائزہ اور مدلل رد پیش کیا گیا ہے

www.KitaboSunnat.com

https://t.me/faizanealahazrat

صدرِ مملکت اور وزیرِ اعظم سے اپیل

صدرِ مملکت اور وزیرِ اعظم سے اپیل ہے کہ طاہر القادری چونکہ ایک عالمِ دین نہیں اور نہ ہی صحیح دانشور ہیں۔ بلکہ قرآن و سنت کی حقیقی تعلیم تک سے نابلد اور بے خبر ہیں۔ جیسا کہ ہم دلائل سے عرض کر چکے ہیں۔ اس لئے طاہر القادری کے ٹی وی پروگرام بند کئے جائیں تاکہ پاکستان ٹی وی پر اہلِ علم و تحقیق کا اعتماد قائم رہے۔

حکومتِ پنجاب سے اپیل

ہم حکومتِ پنجاب سے پہلے تو کچھ عرض کرنے کے قابل نہ تھے البتہ اب جب کہ جناب طاہر القادری کے علامہ پن کی حقیقت ہم نے زیرِ مطالعہ کتاب میں ناقابلِ تردید دلائل سے واضح کر کے اتمامِ حجت کر چکے ہیں۔ امید واثق ہے کہ پنجاب حکومت اپنے اس فیصلے پر نظرِ ثانی کرتے ہوئے اپنے مراسلہ کو منسوخ کرنے میں کوئی تامل نہیں کرے گی۔

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹-... ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
فون ...05959...

https://t.me/faizanealahazrat

فرزندانِ اسلام کے لئے مختلف اسلامی موضوعات پر

دورِ حاضر کے عظیم محقق

مفتی غلام سرور قادری ایم اے اسلامک لاء

کی شہرہ آفاق

تصانیف

(۱) معاشیاتِ نظامِ مصطفےٰ
(۲) معجزاتِ مصطفےٰ
(۳) ندائے یا محمد یا رسول اللہ
(۴) الشاہ احمد رضا بریلوی
(۵) افضلیتِ صدیقِ اکبر
(۶) قاضی اور سربراہِ مملکت
(۷) تحفۂ مومن
(۸) انیس الارواح
(۹) صلوٰۃ وسلام قبل اذان
(۱۰) اسلامی قانونِ شہادت
اور چند شبہات کا ازالہ
(۱۱) الصرح السامی علی شرح الجامی
(۱۲) الوظیفۃ الکریمہ

دورِ حاضر کی اقتصادی و معاشی مشکلات کا حل
گنبدِ خضرا کے سایہ میں لکھی جانے والی نرالی کتاب
ندائے یا محمد یا رسول اللہ کے موضوع پر بے مثال تحقیق
حیاتِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر بہترین تصنیف
اپنے موضوع پر واحد کتاب معہ فتویٰ اہلسنت
عہدۂ قضا اور اسکی ذمہ داریاں سمجھنے کیلئے عمدہ کتاب
مابعد الموت کے احوال پر عمدہ تحقیق
حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمہ کے ملفوظات کا فارسی سے اردو ترجمہ
اذان سے قبل صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا جواز
اسلامی قانونِ شہادت پر اعتراض کا جواب
شرح جامی کی شرح و ترجمہ اردو زبان میں پہلی مرتبہ
حل مشکلات کا عظیم وظیفہ مع شرائط پیری و مریدی، ضرورت و اہمیت بیعت۔

غوثیہ سرور سوسائٹی جامعہ غوثیہ رضویہ
مین مارکیٹ گلبرگ ۲ لاہور

https://t.me/faizanealahazrat

اس کتاب میں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ طاہر القادری کے خیالات اس شریعتِ مطہرہ سے مختلف ہیں جو فقہاء و آئمہ امت کے ذریعے ہم تک پہنچی۔

پروفیسر طاہر القادری کا

علمی و تحقیقی جائزہ

الشاہ مفتی غلام سرور قادری

ناشر

مکتبہ مصباح القرآن
غوثیہ رضویہ (ٹرسٹ) مین مارکیٹ گلبرگ لاہور

https://t.me/faizanealahazrat

لائبریری ملزمہ (رحمانیہ)

اس عظیم الشان کتاب میں تمام قابلِ رد و قابلِ اعتراض عقائد و اعمال سے ثابت کیا گیا ہے کہ پروفیسر طاہر القادری
ان عقائد و اعمال کے بارے میں جو قرآن و سنت اور اجماعِ امت و اقوالِ ائمہ کے خلاف ہیں

پروفیسر طاہر القادری کا

علمی و تحقیقی جائزہ

حصہ دوم

www.KitaboSunnat.com

تصنیف

الشاہ مفتی غلام سرور قادری (ایم اے اسلامک لاء و ایم اے عربی / علوم اسلامیہ
رکن مرکزی زکوٰۃ کونسل و مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان
و مؤسس و مہتمم و شیخ الحدیث دار العلوم جامعہ غوثیہ رضویہ مین مارکیٹ گلبرگ ۔ لاہور

ناشر

مرکزی ادارہ مصباح القرآن (متصل جامعہ غوثیہ رضویہ) مین مارکیٹ گلبرگ لاہور

https://t.me/faizanealahazrat

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب ــــــــ پروفیسر طاہر القادری کا علمی و تحقیقی جائزہ حصہ دوم
تصنیف ــــــــ الشاہ مفتی غلام سرور قادری
تعداد اشاعت ــــــــ گیارہ سو
طبع ــــــــ اوّل
تاریخ اشاعت ــــــــ ماہ جولائی ۱۹۸۸ء بہ مطابق ۱۴۰۸ھ

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹... ے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
06071...
264.1
ع-د-ا-ح

صدقہ جاریہ

اللہ تعالیٰ اس عظیم الشان علمی و دینی خدمت کے عظیم اجر و ثواب میں مصنف کے ساتھ حضرت الحاج عبدالرشید قریشی مدظلہ صدر جامعہ غوثیہ و سرپرست ادارہ ہذا کو بھی شریک فرمائے اور ان کے لئے اِن علمی خدمات کو صدقہ جاریہ فرمائے۔ جن کی خصوصی معاونت سے ادارہ ہذا محض رضائے الٰہی کے لئے ایسی عظیم علمی و تحقیقی خدمات انجام دے رہا ہے۔ (ناظم ادارہ)

التوزیع من الادارۃ المرکزیۃ لاشاعۃ القرآن والسنۃ بمین مانکیت گلبرگ لاهور

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹... ے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
06071...

https://t.me/faizanealahazrat

نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۱	اسلامی نظام کے نفاذ میں رکاوٹ کا باعث۔	۳
۲	انکشاف	۵
۳	دو گواہ	۸
۴	ایک تازہ واقعہ	۱۰
۵	ایک ایسے علامہ جو دیکھ کر بھی قرآن نہ پڑھ سکیں	۱۱
۶	پروفیسر طاہر القادری کی بدترین جہالت	۱۳
۷	کرام اور مقطعات	۱۵
۸	جھوٹے حوالے	۱۷
۹	ڈاڑھی کی حدِ شرعی	۱۸
۱۰	سبع مثانی کی مراد میں غلط بیانی اور تحریف	۲۰
۱۱	پروفیسر طاہر القادری کا ائمہ دین پر ایک اور بہتان	۲۳
۱۲	تصوف میں تحریف	۲۶
۱۳	تزکیۂ نفس کے غلط معنی	۲۶
۱۴	فنا کی غلط تفسیر	۲۸
۱۵	جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا	۳۰
۱۶	نبی اور رسول کی غلط تعریف	۳۱
۱۷	نزولِ وحی کے بارے میں طاہر القادری صاحب کا غلط عقیدہ۔	۳۷
۱۸	حرکتِ زمین اور قرآن مجید	۴۰
۱۹	طاہر القادری صاحب اسلام کو سائنس کے تابع کرنے میں مصروف ہیں	۴۲
۲۰	نیت مقدم اور ارادہ مؤخر؟	۴۴

https://t.me/faizanealahazrat

نمبر	عنوان	صفحہ
۲۱	خدا کو خیال اور احساس ؟	۴۷
۲۲	طاہر القادری کا عقیدہ کہ جس جسم پر موت واقع ہوئی وہ دوبارہ زندہ نہ ہوگا اور نہ ہی اسے عذاب ہوتا ہے۔	۴۸
۲۳	طاہر القادری کا عقیدہ کتاب و سنت اور امت کے خلاف اور کفر ہے۔	۵۱
۲۴	طاہر القادری کا عقیدہ کہ مردہ کے جسم کی تمام ہڈیوں کو مٹی کھا جاتی ہے فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔	۵۵
۲۵	عجب الذنب کے معنی اور مقدار	۵۶
۲۶	طاہر القادری کا ایک اور اجماع کا انکار	۵۸
۲۷	جن کا جسم قبر میں سلامت رہتا ہے۔	۵۹
۲۸	اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا مظاہرہ	۶۱
۲۹	امام بدرالدین عینی اور امام زرقانی کے کلام سے طاہر کا ردّ	۶۴
۳۰	امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے طاہر کا ردّ	۶۶
۳۱	سیدی امام عبدالوہاب شعرانی اور امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی رحمہم اللہ کے کلام سے طاہر کا ردّ	۶۸
۳۲	علامہ تفتازانی کے کلام سے طاہر کا ردّ	۶۹
۳۳	ایک سوال کا جواب	۷۰
۳۴	مرزا قادیانی اور جناب طاہر القادری	۷۲
۳۵	پروفیسر طاہر القادری اپنے خیالات کے آئینہ میں	۷۴
۳۶	فکری تنزل	۷۷
۳۷	طبعی رجحانات اور اجتہاد کی طرف پیش قدمی کا پروگرام	۷۸
۳۸	تقلید سے بیزاری	۷۸

https://t.me/faizanealahazrat

نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۳۹	فروع کی بجائے صرف اصول میں تقلید	۷۹
۴۰	شریعت کے مصادر و مآخذ	۷۹
۴۱	آخری فیصلہ قرآن و سنت کا ہے۔	۷۹
۴۲	اولوالامر کو حکم	۸۰
۴۳	اطاعتِ خدا اور رسول غیر مشروط اور اولوالامر کی مشروط ہے	۸۰
۴۴	خلاصۂ کلام	۸۰
۴۵	امراء و حکام ائمہ مجتہدین اور علماء و فقہا صاحبانِ امر ہیں	۸۱
۴۶	دیگر اہلِ علم کسی مسئلے پر فقہاء و مجتہدین سے اختلاف کر سکتے ہیں۔	۸۱
۴۷	جناب طاہر اپنے فتویٰ سے منافق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف اور گمراہ ٹھہرے۔	۸۳
۴۸	پروفیسر طاہر القادری کا ایک اور بہت بڑا جھوٹ۔	۸۵
۴۹	دعویٰ اجتہاد	۸۷
۵۰	طاہر صاحب اپنے آپ کو صحابۂ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پلہ عالم سمجھتے ہیں۔	۸۸
۵۱	امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان۔	۸۹
۵۲	علماء مجتہدین کا عمل اور حدیث۔	۸۹
۵۳	طاہر القادری کے نزدیک تقلید کی حیثیت۔	۹۳
۵۴	حدیث علماء کو گمراہی میں ڈالنے والی ہے سوائے مجتہدین کے۔	۹۶
۵۵	طاہر صاحب کا لوگوں کو تقلید سے متنفر کرنے کا نیا سلسلہ	۹۷
۵۶	ایک اور مسئلہ میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مخالفت	۹۹
۵۷	طاہر القادری کی فقہ سے عداوت	۱۰۷

https://t.me/faizanealahazrat

نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۵۸	فقہاء نے آنیوالی نسلوں کی ہر ضرورت کو پیشگی پورا کر دیا۔	۱۰۹
۵۹	فقہ کی اہمیت و ضرورت۔	۱۱۲
۶۰	طاہر القادری فقہ سے جاہل	۱۱۳
۶۱	طاہر القادری کے کلام سے ثبوت کہ وہ حنفی نہیں	۱۱۶
۶۲	خلیفہ پر حد کا نفاذ	۱۱۶
۶۳	عورت کی دیت	۱۱۶
۶۴	عورت کی گواہی	۱۱۷
۶۵	انکارِ اجماع قطعی	۱۱۷
۶۶	سنت سے حکمِ کتاب کی منسوخیت	۱۱۸
۶۷	نسخِ اجماع	۱۱۸
۶۸	اجماعِ امت سے اجماعِ اہلسنت مراد ہے۔	۱۲۲
۶۹	امت اہل سنت ہی ہیں۔	۱۲۲
۷۰	امام ربانی مجدد الف ثانی و امام احمد رضا کے فتویٰ سے طاہر القادری ملحد ہے۔	۱۲۶
۷۱	اجماع سے تخصیص	۱۲۶
۷۲	تقلیدِ صحابی اور تابعی کے بیان میں طاہر القادری کی بددیانتی یا جہالت۔	۱۲۹
۷۳	طاہر القادری کی مذکورہ تحریر سے ان کے درج ذیل خیالات روزِ روشن کی طرح سامنے آگئے۔	۱۳۰
۷۴	طاہر القادری کے قول و فعل میں کھلا تضاد	۱۳۱
۷۵	تین عبارتوں کا معمہ	۱۳۴
۷۶	طاہر صاحب کا امام شافعی علیہ الرحمۃ پر بہتان	۱۳۵
۷۷	امام شافعی تقلیدِ صحابہ کو واجب ٹھہراتے ہیں۔	۱۳۶

https://t.me/faizanealahazrat

	عنوان	صفحہ نمبر
	طاہر القادری کی بد دیانتی	۱۳۶
۷۹	طاہر کے ایک اہم نکتہ کا جواب	۱۳۸
	مقلد کا ائمہ کے بارے میں اعتقاد	۱۴۰
	اعلیٰحضرت کی طرف سے جواب	۱۴۱
	طاہر القادری کا بعض مسائل میں امام صاحب کے ساتھ صاحبین کے خلاف سے ناجائز فائدہ اٹھانا۔	۱۴۳
۸۴	"مقلدین کا رد" اور اس کا جواب	۱۴۵
۸۴	امام ابن دقیق العید	۱۴۵
۸۵	طاہر القادری اور عیسائی پادری کا ایک جیسا عقیدہ	۱۴۸
۸۶	حدیثِ قدسی	۱۵۱
۸۷	ایک اور اجماع سے انکار	۱۵۸
۸۸	طاہر القادری تفضیلی شیعہ	۱۶۰
۸۹	اسلامی فرقوں کے درمیان اختلافات کے بارے میں طاہر القادری کا نقطۂ نظر کہ یہ اختلافات فروعی ہیں۔	۱۶۲
۹۰	حقیقت کیا ہے؟	۱۶۶
۹۱	موصوف نے علماء حیدرآباد سے غلط بیانی کی	۱۶۷
۹۲	پروفیسر صاحب کے متعدد جھوٹ	۱۶۸
۹۳	طاہر صاحب کا رسالہ دید شنید پر بہتان اور اس کا جواب	۱۷۰
۹۴	سُنّی اور غیر سُنّی میں اختلافات فروعی ہی نہیں اصولی بھی ہیں۔	۱۷۲
۹۵	مخالفین اہلسنت اور ان کے عقائد	۱۷۲
۹۶	تہتر اسلامی فرقے	۱۷۴

https://t.me/faizanealahazrat

نمبر	عنوان	صفحہ
۹۷	جنتی فرقہ صرف اہلِ سنت وجماعت ہے	۱۷۷
۹۸	ہمارے ملک کے باطل فرقے	۱۷۸
۹۹	مختلف فرقوں کے عقائد کی تفصیل	۱۸۰
۱۰۰	تہتر فرقوں کے نام اور عقائد	۱۸۱
۱۰۱	فرقہ ناجیہ اہلِ سنت ہیں	۱۸۲
۱۰۲	میزان	۱۸۳
۱۰۳	فرقہ ناجیہ	۱۸۴
۱۰۴	حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد	۱۸۴
۱۰۵	تین اہم فریضے	۱۸۴
۱۰۶	فرقہ ناجیہ اور جماعت	۱۸۵
۱۰۷	فرقہ معتزلہ	۱۸۷
۱۰۸	فرقہ شیعہ	۱۸۸
۱۰۹	فرقہ خوارج	۱۸۹
۱۱۰	نواصب	۱۸۹
۱۱۱	فرقہ مرزائیہ یا قادیانیہ	۱۹۰
۱۱۲	فرقہ پرویزیہ	۱۹۰
۱۱۳	دیوبندی عقائد	۱۹۱
۱۱۴	خدا جھوٹ بول سکتا ہے بلکہ ہر برا کام کر سکتا ہے	۱۹۱
۱۱۵	دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی کا عقیدہ کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔	۱۹۲
۱۱۶	امکان کذب کی دلیل اور اس کا جواب	۱۹۲

https://t.me/faizanealahazrat

نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۱۱۷	علماء دیوبند کے مرشد گنگوہی صاحب کا عقیدہ کہ خدا تعالیٰ سے جھوٹ سرزد ہوگیا۔	۱۹۸
۱۱۸	دیوبندیوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کوئی کلام بھی جھوٹ سے خالی نہیں۔	۱۹۹
۱۱۹	عقائد علمائے دیوبند میں عقیدۂ معتزلہ وغیرہ کی ملاوٹ	۲۰۱
۱۲۰	محمود حسن دیوبندی کی بددیانتی	۲۰۲
۱۲۱	ارشادِ علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ	۲۰۳
۱۲۲	علمائے دیوبند معتزلہ کی طرح علمِ الٰہی کے منکر	۲۰۴
۱۲۳	علمائے دیوبندی مجسمہ فرقہ بھی ہیں۔	۲۰۶
۱۲۴	علمائے دیوبند شانِ قرآن کے منکر	۲۰۷
۱۲۵	امام احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ کا فرمانِ ذیشان	۲۰۷
۱۲۶	علمائے دیوبند شانِ رسالت کے منکر اور مرزائیوں کے ہم عقیدہ ہیں۔	۲۰۸
۱۲۷	خاتم النبیین کا من گھڑت معنی	۲۰۹
۱۲۸	علمائے دیوبند کے عقیدے میں سات خاتم النبیین	۲۱۱
۱۲۹	علمائے دیوبند کا عقیدہ کہ شیطان کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے (معاذ اللہ)	۲۱۳
۱۳۰	علمائے دیوبند کی اپنی طرف نبوت کی نسبت پر تسلی واطمینان	۲۱۵
۱۳۱	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب رحمۃ للعالمین کی توہین۔	۲۱۷
۱۳۲	حرفِ حجت	۲۱۸
۱۳۳	مسائلِ ضروریہ کی دو قسمیں	۲۱۹
۱۳۴	اعلیٰ حضرت کا ارشادِ گرامی	۲۲۱
۱۳۵	طاہر القادری کا عوام کو کھلا دھوکہ	۲۲۳

https://t.me/faizanealahazrat

نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۱۳۶	فتاوٰی اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ	۲۲۳
۱۳۷	روافض	۲۲۳
۱۳۸	غیر المقلدین	۲۲۳
۱۳۹	شیعہ و رافض	۲۲۵
۱۴۰	غیر مقلد و دیوبندی	۲۲۵
۱۴۱	فتوٰی تکفیر کی اہمیت	۲۲۶
۱۴۲	وہابی کون ہیں؟ اور ان کے عقائد کیا ہیں؟	۲۲۸
۱۴۳	وہابی عقائد	۲۲۸
۱۴۴	وہابی علماء کے نزدیک اس امت کے اکثر لوگ مشرک ہیں۔	۲۲۹
۱۴۵	علماء و مشائخ اہلسنت کی تکفیر	۲۳۶
۱۴۶	امام عبدالغنی نابلسی کا ان ائمہ کرام اور ان کے منکرین کے بارے میں فرمان۔	۲۳۷
۱۴۷	تبلیغی جماعت کے بزرگوں کا اقرار کہ وہ وہابی ہیں۔	۲۳۸
۱۴۸	پروفیسر طاہر القادری کی بشارتوں اور ان کے عروج سے غلط فہمی۔	۲۳۹
۱۴۹	بشارات کے مقابلہ میں بشارات	۲۴۰
۱۵۰	راقم کے مشاہدات	۲۴۱
۱۵۱	برے لوگوں کے ذریعے دین کی ترقی	۲۵۱
۱۵۲	حرفِ آخر	

https://t.me/faizanealahazrat

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی نظام کے نفاذ میں رکاوٹ کا باعث

وطنِ عزیز پاکستان اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے حاصل کیا گیا تھا، اور اس کے نفاذ کا اعلان ۱۴ اگست ۸۴ء کو ہونے ہی والا تھا مگر قوم اور ملک کی بدقسمتی کہ جناب پروفیسر طاہر القادری نے عین اس وقت عورت کی دیت کا مسئلہ کھڑا کر دیا۔ جب اسلامی نظام کے نفاذ کے اعلان میں چند دن باقی رہ گئے تھے تو طاہر صاحب کی تقریر جو انہوں نے ۱۴ اگست ۸۴ء کو خواتین کے ایک اجتماع سے گلبرگ میں فرمائی تو اس سے کچھ نا سمجھ خواتین کو اس بات کا علم ہوا کہ حدود قصاص اور دیت کے مسودہ میں جسے حکومت نافذ کرنا چاہتی ہے، عورت کی دیت، مرد کی دیت کا نصف مقرر ہوئی تو انہوں نے طاہر القادری کے دیئے ہوئے سبق کی روشنی میں اس کی پرزور مخالفت شروع کر دی، اگرچہ اس سے قبل کچھ چہ میگوئی کا سلسلہ چل رہا تھا، چنانچہ روزنامہ نوائے وقت مؤرخہ یکم اگست ۱۹۸۴ء میں اس قانونِ قصاص و دیت کے بارے میں خواتین کا ایک مذاکرہ شائع ہوا، جس کے مطابق کچھ عورتوں نے جو اسلام کے نفاذ کو چاہتی تھیں، اس مسودہ کی حمایت کی جن میں سے آپا نثار فاطمہ سرفہرست تھیں، لیکن اسی مذاکرہ میں مغربیت سے متاثرہ کچھ خواتین نے کہا کہ آدھی دیت سے عورتیں دوسرے درجے کی شہری قرار پائیں گی، جسے برداشت نہیں کیا جائے گا، اور یہ بھی کہا کہ اس قانونِ اسلام سے عورتیں عدم تحفظ کا شکار

https://t.me/faizanealahazrat

ہو جائیں گی اور ساتھ ہی مرد کی گواہی کے مقابلہ میں عورت کی نصف گواہی کے تسلیم کئے جانے پر بھی ان خواتین نے اعتراض کیا، اور کہا کہ عورت کی نصف دیت اور نصف شہادت نہیں ہونی چاہیئے۔ اور یہ خواتین کے ساتھ ناانصافی ہے وغیرہ وغیرہ۔ محترمہ فوزیہ احمد، خاور ممتاز، محترمہ بیگم مہناز رفیع، محترمہ گل ناز، محترمہ خالدہ جمیل، محترمہ بیگم مسعودہ سلیم اور بیگم نسرین خورشید قصوری، ان سب محترمات نے فرمایا کہ عورتیں اس قانونِ قصاص و دیت اور قانونِ شہادت کو جس میں عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق نہیں دیئے گئے، بلکہ دیت اور شہادت کا آدھا حق دیا گیا ہے، تسلیم نہیں کریں گی۔ یہ سب کا مشترکہ خیال تھا، جس کا انہوں نے اس مذاکرہ میں برملا اظہار کیا۔ اور اس قانونِ قصاص و دیت اور قانونِ شہادت کی مخالفت کی۔

ادھر اسی ۲ر اگست کے روزنامہ میں سابق وزیر اطلاعات ونشریات و مذہبی امور راجہ ظفر الحق کی تقریر کا اقتباس بھی شائع ہوا، جس میں انہوں نے قصاص و دیت کے مسودہ قانون پر شوریٰ میں ہونے والی بحث کا خلاصہ پیش کیا اور اس قانون کی افادیت پر بھی روشنی ڈالی۔ اور ساتھ ہی کچھ علماء کا ایک مذاکرہ بھی ۲۔ اگست ۸۴ء کے روزنامہ نوائے وقت ہی میں شائع ہوا، جس میں مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی، جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث کاندھلوی صاحب وغیرہم شریک ہوئے اور انہوں نے اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں حکومت کی پیش رفت کو سراہا۔ اور جناب پروفیسر طاہر القادری صاحب اس دوران خاموشی سے دو طرفہ خیالات و بیانات کا جائزہ لے رہے تھے۔ بالآخر انہوں نے قانونِ قصاص و دیت اور قانونِ شہادت میں عورت کی نصف دیت اور نصف شہادت کی مخالف خواتین کی حمایت کر کے اس موقع پر لیڈ لے جانے اور شہرت

https://t.me/faizanealahazrat

حاصل کرنے کا فیصلہ کیا تو انہوں نے پہلے تو حضرت مفتی محمد حسین نعیمی صاحب کو لیڈ لے جانے کا مشورہ دیا لیکن نعیمی صاحب پر خدا خوفی غالب تھی، لہٰذا انہوں نے قرآن و سنت و اجماعِ اُمت کے خلاف، عورت کی دیت اور شہادت کے مرد کی دیت و شہادت کے برابر ہونے کا فتویٰ جاری کر کے لیڈ لے جانے سے معذوری ظاہر کی، لیکن جناب طاہر القادری نے ۴، اگست ۸۴ء کو خواتین کا گلبرگ میں جلسہ کیا جس میں مذکورہ خواتین بھی شریک ہوئیں جو اسلامی نظام نہیں چاہتی تھیں تو جناب طاہر ایک سازش کا شکار ہو کر اور دنیا کے بدلے دین بیچ کر قرآن و سنت و اجماع کے خلاف ان چند سرمایہ داروں کی بیگمات کی حمایت میں آواز بلند کر کے لیڈ لے گئے اور عورت کی دیت و شہادت کا جھگڑا کھڑا کر کے اسلامی نظام کے قیام میں ہمیشہ کے لئے روکاوٹ بن گئے، چنانچہ مفتی صاحب کا یہ بیان کہ طاہر القادری صاحب نے مجھے لیڈ لے جانے کا مشورہ دیا۔ لیکن میں خوفِ خدا کے تحت ایسا نہ کر سکا۔ مگر طاہر صاحب لیڈ لے گئے۔ روزنامہ وفاق، امروز، اور جنگ لاہور، جسارت کراچی مؤرخہ ۱۹، اکتوبر ۸۴ء میں شائع ہوا اور عورت کی نصف دیت کے حق میں اجماعی مؤقف پر تمام مکاتب فکر کے علماء کی مشترکہ پریس کانفرنس فلیٹیز ہوٹل لاہور میں ۱۸، اکتوبر ۱۹۸۴ء کو منعقدہ ایک تقریب کے حوالے سے اخبارات میں بیان شائع ہوا۔ نیز مفتی صاحب کا وہ انکشاف ملاحظہ ہو جو مذکورہ بالا اخبارات میں چھپا۔

انکشاف

"مجلس شوریٰ کے رکن اور ممتاز عالم دین مفتی محمد حسین نعیمی نے آج یہاں ایک پریس کانفرنس کے دوران کہا کہ کچھ عرصہ پیشتر وہ اور پروفیسر طاہر القادری جناح ہال میں منعقدہ ایک تقریب میں اکٹھے بیٹھے تھے، پروفیسر طاہر القادری نے انہیں

https://t.me/faizanealahazrat

کہا " مفتی صاحب ! آج لیڈ لے جانے کا موقع ہے ۔ میں نے اس کی وضاحت طلب کی تو کہنے لگے ۔" اگر آپ عورت کی دیت مرد کے مقابلے میں مساوی قرار دے دیں ۔ تو آپ لیڈ لے جائیں گے ،، مفتی محمد حسین نعیمی نے کہا پروفیسر طاہر القادری نے انہیں اس مؤقف کی تائید میں تین کتابوں کے حوالے دیئے ۔ مگر جب دیکھا تو ان تینوں کتب میں سے کسی میں بھی یہ رائے اس مفہوم میں موجود نہ تھی ۔ میں تو اس بنا پر " لیڈ ،، نہ لے جا سکا کہ " کتاب وسنت " کے احکام سے سرتابی کر کے خدا کے غضب کو دعوت دینے کا متحمل نہ ہو سکتا تھا ۔ تاہم پروفیسر طاہر القادری لیڈ لے گئے ۔

بشکریہ روزنامہ وفاق ، امروز ، جنگ لاہور
وجسارت کراچی ۔ ۹ ، اکتوبر ۱۹۸۴ء

طاہر القادری نے محض لیڈ لے جانے اور سستی شہرت کمانے کے شوق میں پورے ملک وملت ، خدا و مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کے سنہری نظام کے ساتھ غداری وبے وفائی کی ، جس مقدس نظام کے لئے اس ملک کو حاصل کیا گیا تھا ، اس کے راستے میں روڑا اٹکا دیا ۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جس کا ہر واقف حال کو رنج ہے اور رہے گا ،

۴ ، اگست کو عورتوں کے اجتماع میں جو موصوف نے خطاب کیا نوائے وقت لاہور نے اس کی درج ذیل رپورٹنگ کی ملاحظہ ہو ۔

پروفیسر طاہر القادری نے کہا ۔ "عورت کی دیت کو نصف قرار دینا اُسے غیر مسلم قرار دینے کے مترادف ہے ۔"

انہوں نے کہا کہ " یہ تفرقات زمانۂ جاہلیت کے پیدا کردہ ہیں ۔ جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم کر دیا ۔"

https://t.me/faizanealahazrat

وہ آج ۴، اگست ۸۴ء کو مجلس خواتین پاکستان کے زیر اہتمام بیگم وحید مشتاق کی رہائش گاہ واقع گلبرگ میں خواتین کو قصاص و دیت کے موضوع پر درس دے رہے تھے:

انہوں نے کہا کہ خواتین کی دیت آدھی قرار دینے کا مطلب انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا ہے:

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۵، اگست ۱۹۸۴ء)

پھر ۸، اگست کو جناب کو صدر مملکت نے اسلام آباد طلب کر لیا اور حکم دیا کہ کابینہ کے سامنے اپنا موقف بیان کریں، چنانچہ موصوف کی اس تقریر کے بارے میں ان کے دوست پروفیسر وارث میر کہتے ہیں۔

"انہوں (طاہر القادری) نے اسلام میں اصول حرکت یعنی اجتہادی کاوشوں کو جاری رکھنے کی محض بات ہی نہیں کی، اپنی بات پر عمل کر کے بھی دکھا دیا ہے۔ قادری صاحب نے ۵، اگست کے نوائے وقت میں اپنے ایک بیان کے ذریعے عورت کی نصف دیت کے حامیوں کو چیلنج دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ ایسا کرنا عورت کو جاہلیت کے دور میں پھینک دینے کے مترادف ہے۔ اس بیان نے حکومتی اور دینی حلقوں میں ہلچل پیدا کر دی۔ صدر مملکت نے بھی قادری صاحب کو کابینہ کے ایک خصوصی اجلاس ۷، اگست میں مدعو کیا۔ اس اجلاس میں عورت کی نصف دیت کی مخالفت میں قادری صاحب کے زور دار دلائل نے سب کو متاثر کیا۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۔ ۳۰، اکتوبر ۱۹۸۴ء)

آخر ۹، اگست کو صدر مملکت نے قصاص و دیت کے قانون کے التواء کا اعلان کر دیا۔

https://t.me/faizanealahazrat

(ملاحظہ ہو روزنامہ نوائے وقت لاہور ۹ اگست ۱۹۸۴ء)

یہ ایک سازش تھی کہ صدر ضیاء الحق پر شوریٰ کا دباؤ تھا اور اس دباؤ میں آکر اس نے ۱۴ اگست ۱۹۸۴ء کو اسلامی قوانین خصوصاً قصاص و دیت اور قاضی کورٹس کے نافذ کرنے کے اعلان کا وعدہ کر لیا تھا۔ مگر صدر کے آس پاس کے رفقاء اور اور کچھ دیگر ارباب اقتدار شاید نہیں چاہتے تھے کہ اسلامی قانون کا نفاذ ہو لیکن اب اسکے لئے معقول بہانہ اور معقول عذر درکار تھا۔ اس سلسلے میں انہیں طاہر القادری ہی بکاؤ مال ہاتھ آگیا۔ اور اس کے ساتھ سودا ہو گیا۔ چنانچہ اس نے عورت کی دیت کے بارے میں جھگڑا ڈال کر حکومت کو چانس فراہم کر دیا۔ اس کے بعد جناب کیساتھ کئے گئے وعدے پورے ہوئے۔ ایک سو ساٹھ کنال اراضی بھی اونے پونے داموں آپ کو دے دی گئی۔ ایک ہنڈا کار نئی شوروم سے نکل کر آگئی۔ اور پورے ملک کے سرمایہ داروں کو اشارہ ہو گیا کہ اندرون ملک اور بیرون ملک اپنے وسائل سے اس کی ہر ممکن مدد کی جائے، چنانچہ اس کے بعد ایسا ہی ہوا یہ وہی طاہر القادری ہے جسے زمانہ جھنگ کی وکالتی پریکٹس کے دوران شاید سائیکل خریدنے کی استطاعت بھی نہ تھی۔ اب ایک مسئلہ میں اسلامی نظام کے مخالفوں کے ہاتھ فروخت ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ تو اب جناب کے ارد گرد کلاشنکوفوں والے محافظ اور گاڑیاں اور دولت کی ریل پیل ہے۔ ماشاء اللہ جناب نے ارباب اقتدار اور مخالفین اسلام سے دام معقول وصول فرما لئے ہیں۔

دو گواہ

چنانچہ روزنامہ جنگ لاہور بروز بدھ مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۴ء میں مولانا متین ہاشمی کا درج ذیل بیان شائع ہوا جو انہوں نے دیت کے متعلق مذاکرہ شادمان میں جس کا اہتمام طاہر القادری نے کیا تھا، طاہر القادری کی موجودگی میں متین ہاشمی صاحب نے یہ بیان فرمایا۔

"انہوں (متین ہاشمی) نے معتبر ذرائع کے حوالہ سے بتایا کہ ۱۴ اگست ۸۴ء

https://t.me/faizanealahazrat

قاضی آرڈیننس کے نفاذ کا فیصلہ کر لیا گیا تھا۔ لیکن دیت کے تنازعہ کی وجہ سے ملک ایک اچھے قانون کے نفاذ سے محروم رہ گیا۔"

جناب عرفانی فرماتے ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد کے ہمہ وقتی ممبر جناب عبدالمالک عرفانی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ پر شدید اختلاف رائے پیدا ہونے سے مسودۂ قانون قصاص و دیت کی منظوری معرض التواء میں پڑ گئی ہے اور اگر یہی صورت رہی تو شاید یہ التواء مستقل حیثیت اختیار کر جائے۔"

(عورت کی دیت صفحہ طبع اردو بازار لاہور)

ان فاضل دو گواہوں نے گواہی دے دی کہ طاہر القادری کے شور مچانے اور اجماعی مسئلہ دیت کے خلاف ایک سازش کے تحت آواز بلند کرنے سے اسلامی نظام کو روک دیا گیا۔

---

https://t.me/faizanealahazrat

ایک تازہ واقعہ

ابھی کا تازہ واقعہ ہے کہ صدر مملکت نے راقم سمیت کچھ علماء کو نفاذِ شریعت آرڈیننس پر نظرِ ثانی کرنے اور بہ اتفاق رائے اس کی منظوری دینے کے لئے اسلام آباد بلایا۔ آخر میں صدر صاحب نے قصاص و دیت کے قانون کو بھی آرڈیننس کے ذریعے نافذ کرنے کا وعدہ کیا جناب خالد اسحاق ایڈووکیٹ کراچی نے یہ کہکر اس کو ایک بار پھر ملتوی کرا دیا۔ کہ دیت کے مسئلہ میں (خالد صاحب نے اپنی اور طاہر القادری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) چونکہ بعض حضرات کو اختلاف ہے۔ اس لئے اسے فی الحال نافذ نہ کیا جائے۔ جس پر صدر صاحب نے اسے پھر ملتوی کر دیا۔ مگر راقم نے صدر صاحب کو مشورہ دیا کہ اسے ملتوی کرنے کی بجائے وفاقی شریعت کے حوالہ کیا جائے۔ اور وہ عورت کی دیت کے اس مسئلہ پر بحث کے لئے معترض حضرات کو دعوت دے ہم بھی پیش ہوں گے۔ اور خالد اسحاق اور طاہر القادری بھی آئیں۔ وہاں حق واضح ہو جائے گا۔ اور ساتھ ہی عدالت کو ہدایت کی جائے کہ دو دن کے اندر اندر بحث کو اکر اپنا فیصلہ دیدے کہ عورت کی دیت نصف ہے یا مرد کی دیت کے برابر۔ چنانچہ صدر صاحب نے راقم کی رائے سے اتفاق فرمایا۔

قادیانیت :۔ یہ اسلام کا قانونِ قصاص و دیت ہی جو ملک میں قتل و غارت اور مار دھاڑ کو روک سکتا ہے۔ قانونِ قصاص و دیت کے نافذ کرنے تک تاخیر رہے گی، قتل و غارت اور مار دھاڑ کا بازار گرم رہے گا۔ اور اس کی تمام تر ذمہ داری طاہر القادری پر ہوگی۔ اور اس کا گناہ اس کے عمل نامہ میں جاتا رہے گا۔

https://t.me/faizanealahazrat

ایسے علامہ جو دیکھکر بھی قرآن صحیح نہ پڑھ سکیں

جناب طاہر القادری اس بدقسمت دور کے ایسے علامہ ہیں، جنہیں دیکھکر بھی قرآن صحیح پڑھا نہیں آتا چنانچہ دیال سنگھ لائبریری میں عورت کی دیت پر مذکرہ کے دوران راقم سمیت اور بھی کئی ایک اہل علم حضرات موجود تھے۔ جناب طاہر صاحب تفسیر احکام القرآن جصاص کو سامنے رکھ کر اور دیکھکر درج ذیل آیت پڑھنے لگے۔

"وَمَا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى" کو "اَوْ اُنْثٰى" پڑھا اور تین بار اور تینوں بار "اَوْ اُنْثٰى" پڑھا۔ آخر سب نے جناب کو لقمہ دیا کہ آیت کو صحیح پڑھئے "اَوْ اُنْثٰى" پڑھئے۔ تب جناب نے صحیح پڑھا ہوا اور نہ قرآن سامنے رکھ کر غلط نہ پڑھتے۔

دوسرا واقعہ جناب رشید احمد صاحب ناظم مطبوعات جمعیۃ شبان اہلحدیث راولپنڈی لکھتے ہیں کہ ۲۵ ستمبر کی شام پاکستان ٹیلی ویژن پر نشر ہونے والے خطاب بعنوان "رحمۃ للعالمین" میں ڈاکٹر (طاہر القادری صاحب) موصوف نے قرآنی آیت "رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا" (المؤمن ۷) میں وَسِعْتَ کو وَسِعَتْ پڑھا حالانکہ مصحف (قرآن شریف) آگے سامنے تھا "انا للہ وانا الیہ راجعون" (نابغہ عصر کا مبلغ علم ص ۲ طبع راولپنڈی) اور تعجب یہ ہے، کہ جناب ڈاکٹر و علامہ پروفیسر کی بد سے بدترین جہالت و حماقت اور قرآن سے قلعاً بے خبری کا عالم یہ ہے، کہ موصوف نے جیسے ٹی وی پر اس آیت کو غلط پڑھا، ایسے ہی تسہیۃ القرآن میں بھی اسے غلط لکھا اور ترجمہ بھی غلط کیا ملاحظہ ہو (تسہیۃ القرآن صفحہ ۲۳ طبع ماہ مئی ۱۹۸۱ء)

"رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا" ہمارا رب جسکی رحمت اور علم ہر شئی پر حاوی ہے" حالانکہ صحیح آیت یوں ہے "رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا"، (المؤمن ۷) اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے، "اے ہمارے رب تو رحمت و علم کے اعتبار سے ہر شئی کو وسیع ہے۔

قارئین:۔ یہ طاہر القادری کے لئے اور اس کے رفقاء و پرستوں کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے محل عبرت ہے، کہ موصوف جسے نہ قرآن صحیح پڑھنا آتا ہے، نہ [illegible] درست کرنا آتا

https://t.me/faizanealahazrat

ہے، جعل سازی سے باز آجائیں اور اس کے رفقاء و معاونین اس کی رفاقت و معاونت سے توبہ کریں۔ ورنہ خدا تعالیٰ کے ہاں جوابدہی کے لئے تیار رہیں، اور ہم موصوف سے بڑے ادب سے عرض کریں گے۔ ؎

حضرت جو تالیف اور تصنیف کریں ہم بیٹھ کے انجمن میں تعریف کریں
حق پر نہ نگاہ جن بزرگوں کی ہو، بہتر ہے یہی کہ وہ نہ تکلیف کریں

https://t.me/faizanealahazrat

پروفیسر طاہر القادری کی بدترین جہالت

قارئین :۔ پروفیسر و علامہ و ڈاکٹر طاہر القادری کے علامہ پن کا مشاہدہ فرمائیں یا اس کی بدترین جہالت کا ایک اور روشن نمونہ ملاحظہ کریں، موصوف اپنی کتاب "تسمیۃ القرآن" میں جس کے بارے میں وہ لکھتے ہیں "میں اپنی زیر تالیف تفسیر "منہاج القرآن" کا ایک ایک حرف اور ایک ایک جز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں" اگر قبول افتد زہے عزو شرف (ملاحظہ ہو، انتساب تسمیۃ القرآن) لکھتے ہیں "عربی قاعدے کی رو سے "الرحمن" اسم فعلان واقع ہوا ہے۔ فعلان کا باب عام طور پر ایسی صفات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جو محض حالت کی حیثیت سے کسی ذات میں موجود ہوتی ہیں، مثلاً پیاسے کے لئے "عطشان" مست و بے خود کے لئے "سکران" غضبناک کے لئے "غضبان" پریشان و ششدر رہنے والے کے لئے "حیران" بہنے والے کے لئے "جریان" اور سرکشی و بغاوت کے لئے "طغیان" (تسمیۃ القرآن صفحہ ۱۱)

قارئین :۔ یقین فرمایئے کہ اس بے ہودہ و لغو اور جاہلانہ تحقیق پر مشتمل کتاب کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا ہی طرف انتساب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک پر کیا گزری ہوگی اور آپ کو اس انتساب سے یقیناً ایذاء پہنچی ہوگی، اس قدر بڑی جسارت کہ بے سروپا اور بے بنیاد اور جاہلانہ تفسیر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی طرف منسوب کیا جائے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اہل علم جانتے ہیں اور جنہوں نے کچھ عربی قواعد پڑھے ہوں گے، وہ پروفیسر صاحب کی اس نرالی تحقیق پر ضرور غم کے آنسو بہائیں گے۔ سب اہل علم جانتے ہیں کہ "رحمٰن" صیغہ مبالغہ ہے اس کا وزن "فَعْلَان" ہے۔ اس میں پہلے حرف پر فتح (زبر) ہے اور دوسرے حرف پر جزم، لیکن اس کی آخری دو مثالیں، جو نام نہاد علامہ نے پیش کی ہیں۔ ایک "جَرَیَان" اور دوسری "طَغیان" وہ نہ صرف غلط بلکہ موصوف کی بدترین

https://t.me/faizanealahazrat

جہالت کا روشن ثبوت ہیں۔ کیونکہ "جَرَیَان" کے پہلے حرف پر اگرچہ زبر ہے، مگر وہ بر سبیل جزم نہیں ہے، بلکہ اس پر بھی زبر ہے، نیز یہ کوئی رَحْمٰن کی طرح اسم مبالغہ نہیں بلکہ مصدر ہے۔ ملاحظہ ہو اقرب الموارد میں لکھتے ہیں "جَرَی یَجْرِی جَرْیًا وجَرَیَانًا۔ (اقرب الموارد ج ۱ صفحہ ۱۱۹) لہٰذا اسم مبالغہ کے لئے مصدر کی مثال پیش کرنا اور دونوں کو ایک دوسرے پر قیاس کرنا کسی اہل علم سے نہیں، طاہر القادری جیسے نام نہاد علامہ سے ہی متوقع ہو سکتا ہے۔ اسی طرح موصوف کا لفظ "رَحْمٰن" کی تحقیق میں "طُغیان" کی مثال پیش کرنا بھی موصوف کی علمی ابتری کا چمکتا ثبوت ہے۔ کیونکہ "رَحْمٰن" کے پہلے حرف پر فتح (زبر) ہے لیکن "طُغیان" کے پہلے حرف پر ضم (پیش) ہے۔ پھر "رَحْمٰن" اسم مبالغہ ہے، اور "طُغیان" مصدر ہے، چنانچہ المنجد میں ہے "طَغٰی یَطْغٰی طَغْیًا وَ طُغْیَانًا" (صفحہ ۴۶۷)

قارئین :۔ جب کوئی شخص کسی ایسے منصب پر فائز ہو جائے، جس کا وہ اہل نہیں تو اس منصب کی جو مٹی پلید ہوگی۔ اس کا قیاس کون کر سکتا ہے۔ طاہر القادری صاحب جو بنیادی طور پر ایک وکیل ہیں، جھوٹے خوابوں اور جھوٹی بشارتوں کے ذریعے اور جھوٹے علامہ پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے، قرآن کی تفسیر لکھنے اور اس کے الفاظ و معانی کی تحقیق فرمانے لگے ہیں، ان سے ایسی جاہلانہ باتوں کا سرزد ہونا کوئی عجیب بات نہیں، بس ان کی خدمت میں اس کے سوا کیا عرض کیا جا سکتا ہے۔ کہ خدارا تصنیف و تالیف کے دھندے سے باز آجائیں، بہت کچھ کما لیا ہے، اب خدا کا خوف کریں اور قرآن و سنت اور اسلامی علوم کو مزید تختۂ مشق و ستم نہ بنائیں۔ ؎

بس اے محسن بندۂ عاجز کار ہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو۔

https://t.me/faizanealahazrat

کرام اور مقطّعات

جناب طاہر اپنی جملہ مطبوعات و تصنیفات کی قابلِ قبول باتوں کو اپنی طرف منسوب
تے ہیں اور ان میں کی گئی غلطیوں اور جہالتوں کو اپنے ساتھیوں کے سر پہ ڈال دیتے ہیں کہ
ن کتابوں کی تدوین و ترتیب اور نظر ثانی کرنا جناب نیر صاحب، جاوید صاحب اور حافظ
تی محمد خاں کی ذمہ داری ہے۔ غلطیوں کو ان کی طرف لوٹایا جائے اور اچھائیوں کو میرے
باندھا جائے۔ جیسا کہ انہوں نے حضرت مولانا تقدس علی خاں کی خدمت میں ارسال
گئے جواب میں لکھا ہے۔ لیکن تسمیۃ القرآن و تفسیر سورۃ فاتحہ ایسی اور بھی کئی کتب و
ل ہیں۔ جس پہ کسی اور کا نام ہی نہیں ہے۔ ان میں بھی بے شمار جہالتیں اور حماقتیں بھری
ہیں اور کیسٹوں میں الفاظ کے تلفظ تک کی پھر ان کے معنوں کی بے شمار غلطیاں ہیں مثلاً
رت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی دوڑ والی حدیث، اور اسی طرح کی بے شمار مثالیں ہیں
ماری اس کتاب میں آپ کو ملیں گی۔ اسی طرح آپ ایک لفظ بولتے ہیں۔ "کرام"
ک کی فتح یعنی زبر کے ساتھ حالانکہ صحیح لفظ "کرام" ہے اور لفظ "مقطّعات"
ا کی کسرہ (زیر) کے ساتھ کہتے ہیں یہ جہالت کے سوا کچھ نہیں (سنئے خطبہ جمعہ مؤرخہ
شمائل نبوی قسط نمبر ۱۔ حلیہ مبارک، سراپا) اسی طرح سن لیجئے ۱۲/۸۳ ۲۳ خطبۂ جمعہ
ت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسلسلہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قسط نمبر ۲۔ اس میں
حدیث پڑھتے ہیں۔ اس میں لفظ "تَنْبَتَ" کہتے ہیں۔ حالانکہ حدیث شریف میں لفظ
نْبَتَ" نہیں ہے یہ غلط ہے اور جناب طاہر کی جہالت کا کرشمہ ہے۔ جب کہ یہ لفظ
یں "تَنْبَأَتْ" ہے۔ لیکن علامہ، ڈاکٹر، مفکر کہلانے والے جناب طاہر کو اس
ی شعور نہیں کہ یہ لفظ کیا ہے؟ جب علمی بے بضاعتی کا یہ عالم اور جہالت کا یہ حال

فتح یعنی زبر کے ساتھ حالانکہ صحیح لفظ "کرام" کاف کی کسرہ زیر سے ہے اور

https://t.me/faizanealahazrat

ہو کہ حدیثِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کے الفاظ صحیح سمجھ میں نہ آئیں اور ان کے تلفظ کی صحت تک جناب کو معلوم نہ ہو۔ پھر دعویٰ کرنا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ کا پیالہ پلایا اور منہاج القرآن بنانے کا حکم فرمایا اور خود لاہور تشریف لانے کا وعدہ فرمایا۔ سراسر جھوٹ، بہتان اور ڈھٹائی نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خدمت کے لئے ایسا ہی شخص ملا تھا جو ایل ایل بی سے بڑھ کر کوئی صلاحیت نہ رکھتا اور فریب دہی کے ذریعے علماء کی صف میں شامل ہو گیا ہے۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

کہتی ہے فلک کی گردش ان سے
تم کیا ہو تمہاری ہستی کیا ہے

https://t.me/faizanealahazrat

جھوٹے حوالے

جناب علامہ طاہر القادری صاحب اپنی تقاریر میں جھوٹے حوالے اور جھوٹی و
ن گھڑت عبارتیں پیش کرنے کے عادی بھی ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ سامعین کوئی علماء
ن تو ہیں نہیں۔ لہٰذا جو جی میں آئے کہتے اور لکھتے ہیں۔ اس کی ایک مثال تو
ہے کہ

موصوف اپنی اسی کتاب اجزائے ایمان کے حصہ دوم صفحہ ۱۸۳ پر فرماتے ہیں
" عدل کی تعریف علمائے لغت نے ان الفاظ میں کی ہے۔
" وضع الشئ علی محلہ "
امام راغب الاصفہانی، مفردات القرآن، بذیل مادہ عدل"

یعنی امام راغب نے اپنی کتاب مفردات القرآن میں عدل کے مادہ کے تحت عدل
تعریف یوں لکھی ہے" وضع الشئ علی محلہ " لیکن یقین فرمائیے کہ امام
غب علیہ الرحمۃ نے عدل کے مادہ کے تحت عدل کی یہ تعریف ہی نہیں لکھی۔ اہلِ علم
فردات کتاب اٹھا کر دیکھ لیں اور جناب طاہر صاحب کی علمی دیانت کی داد دیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

داڑھی کی حد شرعی

جناب طاہر کا یہ کہنا کہ داڑھی ایک قبضہ سے کم دو انگل کے برابر بھی سنت ہے بالکل غلط اور جاہلانہ بات ہے۔ ہمارے فقہاء کرام واضح فرما رہے ہیں کہ

السنون وھو القبضۃ کہ مسنون قبضہ ہی ہے (یعنی چار انگل

(ہدایہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی داڑھی مبارک ایک قبضہ تھی اور حضرت عبد بن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی کو مٹھی میں لے کر اس سے زائد بال دیتے تھے یہ حدیث بخاری شریف کتاب الحج میں اور ابوداؤد و نسائی کی کتاب الحج میں موجود ہے اور فتح القدیر میں ہے۔

واما الاخذ منہا وھی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد

کہ داڑھی میں سے کچھ لینا کہ وہ سے کم ہو جائے۔ جیسا کہ بعض اہل مغ اور مخنث مرد کرتے ہیں تو اسے کسی جائز نہیں کیا۔

(ج ۲ ص ۳۴۸)

درمختار میں ہے "المسنون وھو القبضۃ" کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ سنت ایک قبضہ ہی ہے۔ ظاہر ہے کہ سنت کا اس سے کوئی کم حصہ ہوتا تو حضور علیہ وآلہ وسلم تعلیم جواز کے لئے اس پر عمل بھی فرماتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کبھی بھی اس سے کم نہ فرمائی اور جس کام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ فرمایا اسے کبھی بھی ترک نہ کیا ہو وہ واجب ہوتا ہے لہٰذا داڑھی بقدر قبضہ واجب اسے مسنون بایں معنی کہا جاتا ہے کہ اس کا ثبوت سنت سے ہے یعنی اس کا واجب

https://t.me/faizanealahazrat

سنت سے ثابت ہے۔ لہٰذا طاہر صاحب کا کہنا کہ دو انگل بھی سنت میں شامل ہے ان کا اپنا اجتہاد ہے اور اسلامی تعلیمات میں گمراہ کن ترمیم و تبدیلی اور اس غرض کا ہی حصہ ہے جس کے لئے ادارہ منہاج القرآن معرضِ وجود میں لایا گیا۔

نیز کتب فقہ میں ہے کہ جب داڑھی سنت کے مطابق ہو تو اسے اس نیت سے تیل نہ لگائیں کہ یہ اور بڑھے کیونکہ سنت کی مقدار پوری ہو گئی اب اسے بڑھانے کی حاجت نہیں ہے اس پر علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ شرح در مختار میں فرماتے ہیں کہ

واذا کانت بقدر المسنون وھو القبضۃ) اما اذا لم تکن القدر المسنون فلا یکرہ لتصلہ	جب داڑھی بقدر مسنون ہو اور وہ قبضہ ہے (تو اسے تیل نہ لگائے کہ اور بڑھے لیکن جب قدرِ مسنون نہ ہو تو حرج نہیں تاکہ بڑھ کر قدرِ مسنون کو پہنچ جائے۔
(طحطاوی ج ۱ صفحہ ۴۶)	

علامہ امام طحطاوی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ دو انگل داڑھی ہرگز سنت نہیں ہے اگر سنت ہوتی تو اسے مزید بڑھانے کے لئے تیل لگانے کی حاجت و اجازت نہ ہوتی۔ جب کہ امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ اگر داڑھی قدرِ مسنون قبضہ سے کم ہے تو اس نیت سے داڑھی کو تیل لگانے میں حرج نہیں کہ وہ بڑھ کر قدرِ مسنون تک پہنچ جائے۔ لہٰذا طاہر صاحب کا دو انگل داڑھی کو قدرِ مسنون قرار دینا اسلامی تعلیمات میں تحریف اور دین کے مسلمات میں تبدیلی کرنے کی جسارت اور اپنی شریعت ایجاد کرنا ہے ؎

جسے چاہیں اسے حق مانتے ہیں
جسے چاہیں خطا گردانتے ہیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

سبع مثانی کی مُراد میں غلط بیانی اور تحریف

پروفیسر طاہر القادری صاحب عام طور پر جعلی قسم کی باتیں کر کے عام لوگوں کو اپنی مصنوعی علمیت سے متاثر کرنے کی خوب مہارت رکھتے ہیں بلکہ خلافِ واقعہ باتیں بڑی جسارت کے ساتھ سپردِ قلم فرما دیتے ہیں۔ اس کی کئی ایک مثالیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے اور آگے بھی آئیں گی۔ کہ موصوف اپنی اسی کتاب "سُورۃ فاتحہ اور تعمیرِ شخصیت" کے صفحہ ۳۰ پر "السبع المثانی" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

"سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِی" سے مُراد بالاتفاق سُورۃ فاتحہ ہے"

اسی طرح صفحہ ۲۴ اور ۲۳ پر بھی موصوف نے دعویٰ کیا ہے کہ "اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سبع مثانی سے مراد سورۃ فاتحہ ہے"۔ لیکن، قارئین! یقین فرمائیں کہ پروفیسر صاحب کا یہ دعویٰ، قرآنی علوم کی تحقیق میں کذب بیانی، غلط گوئی اور کھلی تحریف ہے۔ بلاشبہ پروفیسر صاحب کے اس دعویٰ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ موصوف قرآنی علوم سے صحیح خبر نہیں رکھتے بلکہ خود بھی بھٹکے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی بھٹکانے میں لگے ہوئے ہیں۔

ع۔ ہم تو ڈوبے ہیں صنم، تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے

سچ بات یہ ہے کہ سبع مثانی سے، سورۃ فاتحہ کے مراد ہونے میں آئمہ کا کوئی اتفاق نہیں ہے۔ بلکہ "سبع مثانی" کی مراد میں، خود صحابہ کرام اور تابعین میں اختلاف رہا ہے اس سلسلے میں کہ "سبع مثانی" سے کیا مراد ہے۔ اصحابِ تفاسیر نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔ بعض مفسرین نے تین قول نقل کئے اور بعض نے چار اور امام فخر الدین عمر رازی علیہ الرحمۃ نے پانچ اقوال نقل کئے اور آخری قول کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ یہ پانچواں قول، چوتھے

https://t.me/faizanealahazrat

قول سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ اگرچہ ان میں بعض اقوال بعض کی نسبت قوی یا اقوی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ امام رازی لکھتے ہیں :۔

"وللناس فیہ اقوال" سبع مثانی کے بارے میں کئی اقوال ہیں، پہلا قول جو اکثر مفسرین کا قول ہے۔ یہ ہے کہ اس سے مراد فاتحۃ الکتاب یعنی سورۃ فاتحہ ہے یہ حضرت علی، عمر، ابن مسعود، ابوہریرہ، حسن، ابوالعالیہ، مجاہد، ضحاک، سعید بن جبیر اور قتادہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سبع مثانی سے مراد سبات طویل سورتیں ہیں۔ بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف اور انفال و توبہ اکٹھی (کیونکہ ان دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہ لاکر ان میں فرق نہیں کیا گیا) اور ان کو مثانی اس لئے کہا گیا ہے کہ ان میں حدود / امثال وغیرہ مکرر مذکور ہوئے ہیں یہ حضرت عبداللہ بن عمر اور بعض روایات کی رو سے حضرت ابن عباس اور ان کے شاگرد، سعید بن جبیر و مجاہد کا قول ہے۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت سفیان سے یہ قول بھی مروی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ سبع مثانی سے وہ سات سورتیں ہیں جو طوال و مئین سے کم اور مفصل سے زائد ہیں اور چوتھا قول یہ ہے کہ سبع مثانی سے مراد سارا قرآن کریم ہے اور یہ بھی بعض روایات میں حضرت ابن عباس اور ان کے شاگرد حضرت طاؤس سے مروی ہے اور پانچواں قول یہ ہے کہ اس سے مراد فاتحہ اور مثانی سے مراد سارا قرآن کریم ہے۔"

(تفسیر کبیر ج ۱۹ صفحہ ۲۰۷ تا صفحہ ۲۱۰ و تفسیر مظہری ج ۵ صفحہ ۳۱۲ تا صفحہ ۳۱۴ و تفسیر درمنثور ج ۴ صفحہ ۱۰۴ تا ۱۰۵ و تفسیر روح المعانی ج ۱۴ صفحہ ۷۵ تا ۷۹ و تفسیر امام قرطبی ج ۱۰ صفحہ ۵۴/ ۵۵ و تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التاویل امام ابوالبرکات نسفی ج ۱ صفحہ ۲۷۸)

قارئین ملاحظہ فرمائیے، دور جدید کے خود ساختہ مفسر پروفیسر طاہر القادری صاحب

https://t.me/faizanealahazrat

کا دعویٰ کہ "سبعا من المثانی" سے مراد "بالاتفاق" سورۃ الفاتحہ ہے ان کی کس قدر صریح غلط بیانی، علوم قرآن سے بے خبری اور عوام مسلمانوں کو علوم قرآن سے متعلق غلط معلومات فراہم کرنے کی بڑی جسارت ہے۔ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کو دین کے بڑے کا ناخدا بنانے لگے تھے جو امت کو قرآن و سنت کی غلط تعبیر و غلط تفسیر فراہم کر کے الٹا اس کے بڑے کو ڈبوئے جا رہا ہے؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ، پروفیسر صاحب کو امت سے کیا غرض، ان کو تو سستی شہرت اور اس کے ذریعے سادہ لوح قوم سے لاکھوں اور کروڑوں روپے چندہ سے دلچسپی ہے۔

کرم کوشیاں ہیں، ستم کاریاں ہیں
بس اک دل کی خاطر یہ تیاریاں ہیں

https://t.me/faizanealahazrat

پروفیسر طاہر القادری کا ائمہ دین پر ایک اور بہتان

قارئین! پروفیسر طاہر القادری نے "سبع مثانی" سے متعلق ایک دعویٰ کیا تھا کہ "سبع مثانی سے مراد بہ اتفاق سورۃ فاتحہ ہے"۔ ان کے اس دعویٰ کو دلائل کی روشنی میں ہم غلط اور ائمہ پر بہتان قرار دے چکے۔ اب موصوف نے ایک اور دعویٰ فرمایا ہے چنانچہ وہ اپنی کتاب "سورۃ فاتحہ اور تعمیرِ شخصیت" کے صفحہ ۴۴ پر دعویٰ فرماتے ہیں کہ

"ائمہ و محدثین کا اجماع ہے کہ یہ عبادت ملتِ ابراہیمی کے مطابق زیادہ تر فکر و مراقبہ پر مشتمل ہوتی تھی"

پروفیسر صاحب کا یہ دعویٰ قطعاً غلط بلکہ ائمہ و محدثین پر کھلا افتراء، اور دین میں تحریف ہے۔ ائمہ و محدثین کا اس بات پر کوئی اجماع نہیں ہے۔ بلکہ پروفیسر صاحب کے دعویٰ کے برعکس اس میں ائمہ و محدثین کا اختلاف ہے:

چنانچہ امام محمد بن یوسف الکرمانی، شارح بخاری، شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں جو عبادت فرماتے تھے اس میں تین احتمال ہیں۔ ایک احتمال یہ ہے کہ کسی سابقہ شریعت کے مطابق عبادت فرماتے تھے۔ پھر اس میں بھی کئی ایک اقوال ہیں کہ وہ کس کی شریعت تھی ایک قول شریعتِ نوح کا ہے دوسرا شریعتِ ابراہیم کا، تیسرا شریعتِ موسیٰ کا اور چوتھا شریعتِ عیسیٰ کا اور ایک قول یہ ہے کہ اس عبادت کا کسی کی شریعت سے ہونا بھی ثابت نہیں ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ عبادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ہی عقل و شعور کے تقاضا کے مطابق ہوتی تھی اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ وہ عبادت

https://t.me/faizanealahazrat

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی شریعت کے مطابق تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رویائے صالحہ سے حاصل ہوتی تھی۔"

(خلاصۂ عبارت شرح کرمانی ج ۱ صہ ۳۲/۳۳)

اور امام بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

"ان عبادته عليه الصلوٰة والسلام قبل البعثة هل كانت شريعة احد ام لا؟ فيه قولان لاهل العلم وعزى الثانى الى الجمهور، انما كان يتعبد بما يلقى اليه من نور المعرفة الخ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کی عبادت، کیا کسی کی شریعت تھی یا نہ؟ اس میں اہل علم کے دو قول ہیں دوسرے قول کی نسبت جمہور کی طرف کی گئی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل پر جو نور معرفت ڈالا جاتا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی کے مطابق عبادت کرتے تھے

(عمدۃ القاری ج ۱ صہ ۶۱)

لیجئے، جناب پروفیسر طاہر القادری کی علمی صحت و تحقیق کا نظارہ بھی کیجئے۔ جن کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے ادارہ منہاج القرآن اس لئے قائم فرمایا ہے کہ وہ دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق، دین کی جدید تعبیر کریں گے۔ اور یہ کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی یہ خدمت سونپی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جس شخص کی معلومات کا یہ عالم ہو کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عبادت کی کیفیت کا صحیح علم نہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء میں فرماتے تھے۔ اس کا اجتہاد، دین کی جدید تعبیر و توجیہہ کرنے اور خدمتِ دین کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مامور ہونے کا دعویٰ سادہ لوح عوام کو مغالطے میں ڈالنے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ اہلِ علم حضرات جنہوں نے اس شخص کو قریب سے دیکھا ہے خوب پہچان گئے ہیں۔ خدا کرے

https://t.me/faizanealahazrat

اس کی شب بیداریوں کے چکروں میں پڑے ہوئے عوام بھی اس کو پہچان لیں ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

غرض یہ کہ جناب پروفیسر صاحب اپنی نادانی سے اسے تمام ائمہ و محدثین کا اجماع و اتفاق قرار دے کر نہ صرف ائمہ و محدثین پر افتراء و بہتان باندھ رہے ہیں۔ بلکہ آنے والی خالی الذہن نسلوں کو بھی جہالت و نادانی کے گڑھے میں گرا رہے ہیں اور قوم کے لاکھوں اور کروڑوں روپے اسی جہالت کو فروغ دینے پر بے دریغ صرف فرما رہے ہیں۔

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

https://t.me/faizanealahazrat

تصوّف میں تحریف

جناب طاہر القادری صاحب نے جہاں قرآن وحدیث وفقہ میں تحریف فرمائی ہے وہاں تصوّف بھی جناب کی تحریف سے محفوظ نہیں رہا۔ چنانچہ اہلِ علم حضرات اس بات سے باخبر ہوں گے۔ تصوّف عملی کی ابتدا تزکیۂ نفس سے ہوتی ہے اور تزکیۂ نفس کے بعد فنا کا مقام آتا ہے۔ جناب طاہر القادری صاحب تصوّف کا درس بھی دیتے اور اپنے آپ کو روحانی پیشوا کی حیثیت سے منوانے کے لئے اخبارات میں اپنی شب بیداریوں کے اشتہارات بھی چھپواتے ہیں۔ جب کہ اس سلسلے میں جناب کی علمی صلاحیت کا یہ عالم ہے کہ نہ تو تزکیۂ نفس کے معنی جانتے ہیں اور نہ ہی فنا کے معنی ومفہوم کی سمجھ رکھتے ہیں۔

تزکیۂ نفس کے غلط معنی

چنانچہ تزکیۂ نفس کی امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ نے جو تعریف کی ہے۔ موصوف اپنی اسی کتاب "اسلامی فلسفۂ زندگی" میں اس کو نقل کرنے کے بعد اس کا ترجمہ فرماتے ہیں

"تنمیتھا بالخیرات والبرکات" (ترجمہ) خیرات وبرکات کا انسانی نفس میں نشوونما پانا تزکیۂ نفس ہے۔

اس ترجمہ کی رو سے مطلب یہ ہوگا کہ نفسِ انسانی میں خیرات وبرکات (نیکیاں) نشوونما پاتی ہیں۔ یہ ترجمہ غلط ہی نہیں جاہلانہ اور احمقانہ بھی ہے۔ جب کہ اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "نفسِ انسانی کو خیرات وبرکات (نیکیوں) کے ذریعے نشوونما دینا اور

https://t.me/faizanealahazrat

پروان چڑھانا، تزکیۂ نفس کہلاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خیرات و برکات نشوونما نہیں پاتیں۔ بلکہ ان کے ذریعے نفس کو نشوونما دی جاتی ہے۔ یعنی خیرات و اعمالِ صالحہ، نفس کے ستھرا کرنے اور اس کو سنوارنے کا ذریعہ ہیں۔ پھر پروفیسر طاہر القادری صاحب کی کم علمی کا مظاہرہ بھی دیکھئے کہ امام راغب کے کلام میں لفظ **تنمیتھا** "میں "تنمیۃ" باب تفعیل کا مصدر ہے اور متعدی ہے جس کے معنی ہیں، نشوونما دینا اور پروان چڑھانا مگر موصوف اس کا ترجمہ "نشوونما پانا"، کر کے اسے لازم بنا دیا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

جناب طاہر صاحب نے جو امام راغب کی عبارت کا ترجمہ فرمایا۔ اس کی رو سے جناب طاہر صاحب کے نزدیک گویا خیرات و برکات (نیکیاں)، نشوونما پاتی ہیں لیکن نفس انسانی وہاں کا وہاں ہی رہتا ہے۔ غالباً موصوف نے اپنے ہی حال کے مطابق اس کا ترجمہ فرمایا ہے۔

افسوس کہ جس شخص کو تزکیۂ نفس کا معنی کرنا نہیں آتا وہ لوگوں کو تزکیۂ نفس کی تعلیم دے رہا ہے۔ پروفیسر صاحب قرآن و حدیث کا بھی یہی حشر فرما رہے ہیں۔ ان کی تحریفی کارستانیوں سے کوئی بھی شعبہ علم و تحقیق محفوظ نہیں رہا۔ ؎

دستِ جنوں نے ایسی اڑائی ہیں دھجیاں
چھوڑا نہ ایک جیب و گریباں کے تار کو!

www.KitaboSunnat.com

https://t.me/faizanealahazrat

فنا کی غلط تفسیر

محترم طاہر القادری صاحب نے اپنے خود ساختہ تصورِ تصوف کے سلسلے میں فنا کی جو تفسیر فرمائی ہے وہ نہ صرف غلط بلکہ گمراہی ہے اور گمراہ کن بھی۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب "اسلامی فلسفۂ زندگی" کے صفحہ ۵۰ پر فنا کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں "اپنی ذات کو فنا کر دو"۔ "وصالِ ذات کی شرط فنائے ذات قرار دے دی گئی"۔

"فان لم تکن" (کہ تم خود نہ رہو) یعنی اپنی ذات کو فنا کر دو

"مطلب یہ کہ اگر تمہارا وجود فنا ہو جائے جو حق تعالیٰ کی رویت و مشاہدہ میں حائل و مانع ہے تو تم اللہ کو دیکھ لو گے"۔ صہ ۵۷

پھر ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کے ایک جملہ کے معنی کرتے ہوئے اس میں اپنی طرف سے پیوند لگاتے ہیں "یعنی اپنی ذات کے لحاظ سے حالتِ فنا میں داخل ہو جائے الخ"

"مجاہدہ کرے کہ فنائے ذات کے مقام پر فائز ہو جائے"۔

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہی ہے کہ فنا کے معنی بندے کا اپنی ذات کو معدوم کر دینا ہے خواہ وہ اس کا مطلب کچھ بیان کریں لیکن لفظِ فنا کی نسبت ذات کی طرف کر کے صوفیاء کرام کے مسلک سے ہٹ کر گمراہی اور بے دینوں کا مسلک اختیار کرنا ہے اور کایہ فنا کا تصور بالکل جہل و گمراہی ہے۔ بندے کی ذات کبھی بھی فنا نہیں ہوتی نہ اس کا وجود فنا ہو جاتا ہے اور نہ ہی اس کی ہستی معدوم ہوتی ہے بلکہ فنا کا تعلق صرف صفات کے ساتھ ہے۔ چنانچہ علامہ میر سید شریف جرجانی علیہ الرحمۃ م ۸۱۶ھ کتاب التعریفات میں فرماتے ہیں۔

الفناء سقوط الاوصاف یعنی فنا بشری صفات کا زائل ہونا ہے

المذمومة كما ان البقاء وجود الاوصاف المحمودة

جیسا کہ بقا اچھی صفات کا موجود ہونا ہے

(کتاب التعریفات صہ ۲۳۰)

اور علامہ عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری جامع العلوم میں فرماتے ہیں۔

(الفناء فی اللہ) ھو تبدل الصفات البشریة بالصفات الالھیة

یعنی فنا فی اللہ، بشری صفات کے خدائی صفات کے ساتھ بدل جانے کا نام ہے

(جامع العلوم ج ۳ صہ ۲۵۰)

ان دونوں بزرگوں نے جو فنا فی اللہ کی تعریف کی ہے اس سے بالکل واضح ہو رہا ہے کہ اس میں فنائے ذات کا کوئی تصور نہیں بلکہ فنا فی اللہ اس بات کا ہی نام ہے کہ بندہ (احکام شریعت پر عمل اور اعمال صالحہ کے اکتساب کے ذریعے) اپنے اندر کی ناپسندیدہ صفات کو دور کر کے اپنے میں وہ صفات پیدا کرے جو خدائے قدوس کو پسند اور اسکی صفات کی عکاسی کرتی ہوں

اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمۃ حاشیہ عبدالغفور علی شرح الجامی میں فرماتے ہیں۔

ومعنی الفناء فی اصطلاح الصوفیة تبدید الصفات البشریة بالصفات الالھیة دون الذات (حاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی علی عبدالغفور صہ)

اور صوفیہ کی اصطلاح میں فنا صفاتِ بشریہ کے صفاتِ الٰہیہ سے تبدیل کرنے کا نام ہے نہ کہ ذات کی تبدیلی۔

لیجئے امام المحققین علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے تو "دون الذات" کی قید لگا کر بالکل واضح کر دیا کہ فنا میں صفات کی تبدیلی ہوتی ہے ذات کی نہیں۔ لہٰذا جناب طاہر القادری صاحب کا فنا کی تعریف و تفسیر میں ذات کو معدوم و فنا کر دینے کا ارشاد فرمانا، لغو و باطل اور جہل کے سوا کچھ نہیں۔ افسوس کہ آج علم تصوف سے بے خبر اور روحِ تصوف سے عاری جناب طاہر القادری جیسے لوگ مسندِ ارشاد پر متمکن اور تصوف کا درس دے رہے ہیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا

مثال مشہور ہے "دروغ گورا حافظہ نہ باشد" کہ جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا کبھی وہ کچھ کہتا ہے اور کبھی کچھ کہتا ہے۔ جناب طاہر القادری کا حال بھی ایسا ہی ہے اور یہ مثال جناب موصوف پر سو فیصد صادق آتی ہے۔ چنانچہ موصوف اپنی کتاب "اجزائے ایمان" حصہ دوم کے صفحہ ۲۵ پر فرماتے ہیں۔

"انبیاء علیہم السلام کی تعداد تو ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش ہے"۔

اس کے چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں۔

"انبیاء کی تعداد تو شمار اور احصاء سے ماورا ہے"۔

موصوف نے پہلے تو انبیاء علیہم السلام کی تعداد اور حد بیان کر دی کہ چوبیس ہزار یا اس کے قریب قریب کچھ کم یا زیادہ۔ لیکن اس کے چند سطروں کے بعد فرما دیا کہ انبیاء کی تعداد تو شمار اور احصاء سے ماورا ہے۔ یعنی ان کی تعداد اس سے کہیں بلند اور بڑھ کر ہے کہ کوئی اس کا شمار کر سکے یا ان کی تعداد کا احاطہ کرے یا حد بتا سکے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

https://t.me/faizanealahazrat

نبی اور رسول کی غلط تعریف

جناب طاہر صاحب اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۳۲ پر "نبی اور رسول میں فرق" کے عنوان سے فرماتے ہیں کہ

"نبی تو ہر وہ پیغمبر ہے جسے شرف نبوت سے سرفراز کیا گیا ہو"

نبی کی یہ تعریف کسی نے نہیں کی۔ یہ تعریف جناب کی خود ساختہ یا دوسرے لفظوں میں ایجادِ بندہ ہے کیونکہ اس سے نبی کا تصور واضح نہیں ہوتا اور نبی کا فارسی میں ترجمہ "پیغمبر" ہے۔ اور جب کہ نبی کی صحیح تعریف یوں ہے۔

"نبی اس بشر (آدمی) کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو" (بہارِ شریعت ج ۱ صفحہ ۱)

قارئین! غور فرمائیں کہ جناب طاہر صاحب کے برعکس صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کی کس قدر واضح اور جامع تعریف فرمائی کہ اس کے ذریعے نبی کا ایک واضح تصور علم میں آجاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں طاہر صاحب کی تعریف (نبی کی) غلط ہے پھر رسول کی تعریف فرماتے ہیں۔

"رسول اسے کہتے ہیں جسے نبوت کے بعد منصب رسالت پر بھی سرفراز کیا گیا ہو اور اسے کسی مخصوص قوم کی طرف دعوت و تبلیغ کا باقاعدہ پیغام اور پروگرام دے کر بھیجا ہو یہ پروگرام اسے کتاب یا صحیفے کی صورت میں باری تعالیٰ نے سپرد کیا ہو۔"

(اجزائے ایمان حصہ دوم صفحہ ۲۶)

رسول کی یہ تعریف بھی کسی نے نہیں کی۔ یہ طاہر صاحب کی خود ساختہ اور من گھڑت

https://t.me/faizanealahazrat

اور سراسر غلط ہے۔ رسول کی تعریف میں پرویز صاحب نے اس قدر لمبی چوڑی اور خود ساختہ عبارت لکھی ہے کہ آپ کتابیں کھول کھول کر ڈھونڈتے پھریں ایسی تعریف کہیں نہیں ملے گی یہ تعریف غیر ضروری اور غیر واضح الفاظ پر مشتمل ہے اور اس میں طاہر صاحب نے یہ بات بھی شامل کی ہے کہ رسول کے لئے کتاب یا صحیفے کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ جسے کتاب یا صحیفہ نہ دیا گیا ہو وہ رسول نہ ہو گا۔ طاہر صاحب کی بیان کردہ تعریف سے کئی ایک رسول، رسول قرار نہیں پائیں گے (معاذ اللہ) مثلاً حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں ہے

وکان رسولا نبیا — کہ وہ رسول نبی تھے۔

اور یہ بھی مسلم بات ہے کہ ان کو کوئی کتاب نہ دی گئی اور نہ ہی نئی شریعت یا نئے احکام بلکہ وہ شریعتِ ابراہیم کے تابع تھے۔ اس کے باوجود وہ نبی رسول تھے لیکن طاہر صاحب کی بیان کردہ تعریف سے تو ان کی رسالت کی نفی لازم آتی ہے (معاذ اللہ) اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام بھی رسول ہیں جن کی رسالت کی گواہی بھی قرآن دے رہا ہے۔ چنانچہ سورۂ غافر میں ہے کہ

ولقد جاءکم یوسف من قبل بالبینات — اور البتہ بے شک تمہارے پاس پہلے یوسف معجزات لائے۔

(سورۂ غافر ۳۵)

اس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے بنی اسرائیل کی طرف حضرت یوسف علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا گیا اور وہ معجزات لائے مگر ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی کتاب یا صحیفہ نہیں دیا گیا تھا۔ حالانکہ وہ رسول ہیں۔ چنانچہ امام حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

قد بعث اللہ فیھم — بے شک بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام

https://t.me/faizanealahazrat

رسولا من قبل موسیٰ علیہ السلام وھو یوسف علیہ السلام

سے پہلے اللہ نے ایک رسول کو بھیجا اور وہ یوسف علیہ السلام ہیں

(تفسیر ابن کثیر، ج ۴ ص ۷۹)

حضرت یوسف علیہ السلام کے رسول ہونے میں بھی کوئی شک نہیں بلکہ یہ قطعی اور یقینی بات ہے اور یہ بھی قطعی اور یقینی بات ہے کہ ان کو کوئی کتاب یا صحیفہ بھی نہیں دیا گیا تھا۔ تو طاہر صاحب کی بیان کردہ تعریف کی رو سے جس میں انہوں نے رسول کے لئے کتاب یا صحیفہ کا دیا جانا بیان کیا، لازم آتا ہے کہ حضرت اسماعیل کی طرح حضرت یوسف علیہ السلام بھی رسول نہ ہوں اور ایسا خیال نہ صرف غلط، بلکہ کفر ہے (معاذ اللہ)

اس لئے علماءِ محققین نے رسول کی تعریف کرتے ہوئے کتاب یا صحیفہ یا شریعتِ جدیدہ لانے کی شرط کا ذکر ہی نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو شرح عقائد میں رسول کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

الرسول انسان بعثہ اللہ تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام (صفحہ ۵۰ طبع مصر)

رسول اس انسان کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے احکام کی تبلیغ کے لئے مخلوق کی طرف بھیجا ہو۔

نبی اور رسول میں جو فرق علامہ شیخ ابو العلا محمد مصطفےٰ استاذ جامعہ ازہر قاہرہ نے بیان کیا وہ نہایت ہی موزوں ہے ملاحظہ فرمائیے۔

الرسول ھو انسان ذکر حر اوحی الیہ بشرع وان لم یکن بجدید لیعمل بہ فی خاصۃ نفسہ وامر

رسول وہ انسان مرد آزاد ہے جس کی طرف شریعت کی وحی کی گئی ہو اگرچہ نئی شریعت کی نہ ہو تاکہ وہ اس پر خود عمل کرے اور اسے اس کے دوسروں

https://t.me/faizanealahazrat

بتبلیغه والنبی هو انسان ذکر حر اوحی الیه بشرع لیعمل به فی خاصة نفسه سواء امر بتبلیغه او لم یؤمر۔

تک پہنچانے کا حکم کیا گیا ہو اور نبی وہ انسان مرد آزاد ہے جسے شریعت کی وحی کی گئی ہو تاکہ وہ خود اس پر عمل کرے خواہ اسے دوسروں تک اس کے پہنچانے کا حکم کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو۔

(حدیث الاسلام ج ۱ صفحہ ۴۱ طبع قاہرہ)

اس سے فرق واضح ہو گیا کہ وحی دونوں کو ہوتی ہے لیکن رسول پر تبلیغ فرض ہوتی ہے جب کہ نبی کے لئے تبلیغ کی فرضیت ضروری نہیں۔ یعنی اگر تبلیغ فرض ہو گی تو وہ رسول بھی ہو گا اور نبی بھی اور اگر تبلیغ فرض نہ ہو گی تو وہ نبی ہو گا لیکن رسول نہ ہو گا علامہ ازہری نے رسول کی تعریف میں اسے کتاب کے دیے جانے کو لازمی قرار نہیں دیا۔ گویا نبی محض وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام و معارف کی وحی کی جائے لیکن اس پر ان احکام و معارف کا دوسروں تک پہنچانا فرض نہ ہو اور اس پر اگر کتاب نازل ہو تو اس میں احکام نہ ہوں بلکہ علوم و معارف بیان کئے گئے ہوں اس صورت میں نبی صاحب کتاب بھی ہو سکتا ہے اور صاحب کتاب ہونے کے باوجود وہ رسول نہ ہو گا۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام۔ چنانچہ دنیائے علم و عرفان کے شیخ اکبر حضرت امام محی الدین بن عربی متوفی ۶۳۸ھ جن کی ولادت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی دعا سے ہوئی۔ اپنی تفسیر میں نبی اور رسول کے درمیان فرق کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ بخوفِ طوالت اس کا اردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

"نبی اور رسول کے درمیان فرق یہ ہے کہ نبی اس کو کہتے ہیں جو مقام قرب میں فنا کے درجہ کو پہنچا ہوا ہو۔ مقام استقامت کی طرف وجود موہوب کے ساتھ رجحان رکھتا ہو، متحقق بالحق اور عارف بالحق ہو۔ حق

https://t.me/faizanealahazrat

کے امر سے حق کی ذات، صفات، افعال اور احکام کی خبر رکھتا ہو۔ اپنے سے پہلے رسول کی شریعت کی بنا پر اس کی طرف دعوت دینے کو مبعوث ہوا ہو۔ لوگوں کے لئے شریعت کے احکام نہ لایا ہو اور نہ حکم و ملت کا واضع ہو۔ معجزات دکھانے والا۔ لوگوں کو خدا کے عذاب سے ڈرانے اور جنت کی خوشخبری سنانے والا ہو۔ جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام، کہ وہ سب کے سب دینِ موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والے تھے۔ کسی ملت و شریعت کے واضع نہ تھے اور ان میں سے کوئی صاحبِ کتاب بھی تھا۔ جیسے داؤد علیہ السلام، ان کی کتاب (زبور) معارف و حقائق اور وعظ و نصیحت کی باتوں پر مشتمل تھی۔ احکام و شرائع پر نہیں۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں اور وہ اولیاء عارفین اصحابِ تصوّف ہیں اور رسول وہ ہے جو اس سب کچھ کے علاوہ شریعت و قوانین کا واضع بھی ہو۔" (تفسیر امام ابن عربی، ج ۲ صفحہ ۱۱۰)

شیخ اکبر علیہ الرحمۃ نے رسول کی طرف شریعت و قوانین کے وضع کرنے کی نسبت فرمائی یہ وضع عام ہے کہ نئی ہو یا شریعتِ سابقہ کی تجدید و تبلیغ کی صورت میں ہو کیونکہ اس میں الفاظ یہ ہیں۔

"والرسول هو الذی یکون له مع ذلك كله وضع شریعة وتقنین" (ج ۲ صفحہ ۱۱۰)

اور رسول وہ ہے جس کے لئے اس سب کچھ کے باوجود شریعت و تقنین کی وضع بھی ہو۔

اس میں "شریعۃ و تقنین" کے الفاظ مطلق ہیں یعنی اس میں شریعتِ جدیدہ اور تقنینِ جدید کی کوئی قید و شرط نہیں ہے جو شریعتِ جدیدہ و سابقہ اور تقنین جدید و سابق،

https://t.me/faizanealahazrat

دونوں کو عام ہے۔ لیکن اس تعریف میں کتاب یا صحیفے کی کوئی قید نہیں ہے۔ لہٰذا طاہر القادری صاحب کی تعریف نہ تو جامع قرار پاتی ہے کہ اس سے حضرت اسماعیل اور حضرت یوسف علیہما السلام رسول ہونے سے خارج ہو جاتے ہیں حالانکہ ان کا رسول ہونا قرآن سے قطعاً ثابت ہے اور نہ ہی یہ تعریف مانع ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نبی محض ہونے کے باوجود صاحبِ کتاب ہونے کی وجہ سے رسول قرار پاتے ہیں حالانکہ وہ رسول نہ تھے۔ نبی محض اور امرِ خداوندی سے موسیٰ علیہ السلام کے داعی و مبلغ تھے

یہ ہیں علامہ طاہر القادری صاحب کے جوشِ خطابت اور مدہوشیِ قلم کی ستم کاریاں کہ نبی اور رسول میں فرق بیان کیا تو ایسا کہ نبی کی تعریف رسول پر اور رسول کی تعریف نبی پر صادق آتی ہے۔ کہیں رسول، نبی محض ٹھہر رہے ہیں اور کہیں نبی محض رسول قرار پا رہے ہیں اور دعویٰ یہ ہے کہ جناب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دین کی خدمت سونپی اور کشتیٔ امت کا واحد ناخدا بنا دیا ہے اور دودھ کے پیالے پلاتے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ پھر سادہ لوح سنیوں پر تعجب ہے جو ایسے جہل مرکب سے دین کی خدمت کی توقعات لئے اس کے پیچھے پیچھے بھاگے پھر رہے ہیں ؎

ہم کو ان سے وفا کی ہے اُمید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

https://t.me/faizanealahazrat

نزولِ وحی کے بارے میں طاہر القادری صاحب کا غلط عقیدہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نزولِ وحی کے بارے میں طاہر قادری صاحب نے جو عقیدہ اپنا رکھا ہے اسے بھی ملاحظہ فرمائیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں

"وحی محمدی کے بعد تا قیامت وحی نازل نہیں ہو سکتی"

(اجزائے ایمان حصہ دوم صفحہ ۱۴)

حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور چونکہ وہ نبی ہیں اس لئے ان پر وحی کا نزول بھی ہو گا۔ لیکن طاہر صاحب کی عبارت سے اس کی بھی نفی ہو گئی جو بالکل غلط اور عقیدۂ اہلسنت کے خلاف اور سنتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منافی ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی کا نزول ہو گا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ایک طویل حدیث میں ہے۔

ثم یاتی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ قوم قد عصمھم اللہ منہ فیمسح عن وجوھھم ویحدثھم بدرجاتھم فی الجنۃ فبینما ھو کذلک اذ اوحی اللہ الی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

پھر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لوگوں کے پاس آئیں گے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے دجال سے بچا لیا ہو گا پس شفقت سے ان کے چہروں کو سہلائیں گے اور انہیں ان کے جنت کے درجوں کی خبر دیں گے۔ پس اس حال میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اللہ تعالیٰ وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے ایسے

https://t.me/faizanealahazrat

انی قد اخرجت عباد الی لایدان لاحد بقتالھم فحرز عبادی الی الطور الخ
(صحیح مسلم جلد ۲ صـ۴۰۱)

بندے (یاجوج وماجوج کی قوم کے لوگ باہر) نکالے ہیں کہ کسی کو ان سے لڑنے کی طاقت نہیں۔ پس تم میرے ان بندوں کو کوہِ طور کی طرف پناہ میں لے جاؤ الخ

اس حدیث میں سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی کا نزول ہوگا۔ لہٰذا طاہر القادری صاحب کا اپنی اس کتاب میں یہ کہنا کہ "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی بھی شخص پر اور کسی بھی رنگ میں وحی نازل نہ ہوگی اور یہ کہ وحی محمدی کے بعد تا قیامت وحی نازل نہیں ہو سکتی" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات کے خلاف ہے۔ اس قسم کی حدیثیں اور بھی بے شمار مقامات پر کتب احادیث میں موجود ہیں۔ مثلاً صحیح ترمذی، صحیح ابن ماجہ، مسند امام احمد اور مستدرک امام حاکم میں یہ حدیث موجود ہے۔ اس سے آئمہ محدثین نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسبِ فرمان قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور ان پر وحی بھی نازل ہوگی۔ جناب طاہر القادری صاحب نے چونکہ باقاعدہ درسِ نظامی نہیں پڑھا اور دورۂ حدیث مکمل کرنے کی سعادت سے محروم رہے ہیں۔ اس لئے کتبِ حدیث کے نام تو گن سکتے ہیں۔ لیکن ان سے کما حقہٗ استفادہ کی صلاحیت و اہلیت نہیں رکھتے اس لئے تو عقائد میں بھٹکے اور اپنی جہالت کی وجہ سے راہِ حق کو گم کئے پھر رہے ہیں۔ پھر تکبّر اور غرور اور "چوں من دیگرے نیست" کے گھمنڈ کی وجہ سے امام اہلسنت قبلہ سید احمد سعید الکاظمی علیہ الرحمۃ کی کوشش کے باوجود بھی راہِ راست پر نہیں آتے اور طاہر القادری صاحب کے قبولِ حق سے مایوس ہو کر انہیں کہنا پڑا کہ "اگر آج تمہارا باپ زندہ ہوتا تو تم گمراہ نہ ہوتے۔" اور اس سے بڑی گمراہی اور کیا ہوگی کہ وہ آئمہ و فقہاءِ اُمت کو اپنا فریق قرار دے کر ان کے حوالوں

https://t.me/faizanealahazrat

کو تسلیم کرنے سے انکار کردیں (ہمارے پاس اس کی کیسٹ موجود ہے سُن سکتے ہیں)
اگر جناب طاہر کو ان احادیث کا علم ہوتا تو یوں کہتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا
تا قیامت کسی پر بھی وحی نازل نہ ہوگی ۔

https://t.me/faizanealahazrat

حرکتِ زمین اور قرآنِ مجید

جناب طاہر القادری صاحب نے اپنی کتاب "اجزائے ایمان" کے حصّہ دوم صفحہ ۸۶ پر سورۃ انبیاء کی آیات نمبر تیس سے چونتیس تک کا ترجمہ کرتے ہوئے درج ذیل آیت سے زمین کی تیز رفتاری اور اس کی حرکت کو ترجمۂ قرآن کا حصّہ بنا کر قرآن کریم کے ساتھ ناقابلِ برداشت زیادتی کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ ط الخ (الانبیاء)

(ترجمہ) اور ہم نے زمین کی تیز رفتاری کے باعث اس میں پیدا ہونے والی جنبش کو ختم کرنے کے لئے اس میں پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے تاکہ وہ اپنے اوپر بسنے والی مخلوق کو لے کر کانپے بغیر حرکت کرے۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ کس قدر بڑی زیادتی ہے جسے موصوف نے قرآنِ کریم کے ساتھ روا رکھا ہے کہ اس ترجمہ میں، زمین کی تیز رفتاری اور اس کا حرکت کرنا دونوں کو ترجمہ میں شامل کر کے دونوں باتوں کو معنی و مفہوم قرآن کا جزو اور حصہ بنا دیا تاکہ ایک خالی الذہن شخص جب جناب طاہر القادری صاحب کا کیا ہوا ترجمۂ قرآن پڑھے تو شعوری یا لاشعوری طور پر اس بات کا قائل ہو اور یہ عقیدہ اختیار کر لے کہ زمین متحرک ہے اور زمین کی حرکت قرآنِ کریم سے ثابت ہے۔ لہٰذا وہ یہ بات بھی سمجھے بغیر نہیں رہے گا کہ جو اہلِ فکر و دانش اور اربابِ علم و نظر زمین کی حرکت کے قائل نہیں بلکہ زمین کو ساکن مانتے ہیں وہ قرآن کے ہی منکر ہیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) جب کہ

https://t.me/faizanealahazrat

اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے۔

"اور زمین میں ہم نے لنگر ڈالے کہ انہیں لے کر نہ کانپے"

(ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

ہمارے علماء کرام نے اسی آیت سے زمین کے حرکت نہ کرنے کا مسئلہ نکالا ہے چنانچہ حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر قرآن "نور العرفان" میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"معلوم ہوا کہ زمین حرکت نہیں کرتی کیونکہ رب تعالیٰ نے پہاڑوں کو لنگر فرمایا۔ لنگر ڈال دیئے۔ پر پہاڑ جنبش نہیں کرتا، ایسے ہی زمین اب جنبش (حرکت) نہیں کرتی"

(صفحہ ۵۱۷ طبع گجرات)

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر القادری صاحب اسلام کو سائنس کے تابع کرنے میں مصروف ہیں

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جناب طاہر القادری صاحب اسلام کو سائنس کے تابع کرنے میں مصروف ہیں اور ان کے نام نہاد اجتہاد کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ قرآن وسنت کے معنوں میں تحریف کر کے دورِ جدید کا ایک عظیم اور جدید مفکر کہلایا جائے امام اہلسنت، مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حرکتِ زمین کے خلاف رسالہ تحریر فرمایا۔ نیوٹن اور آئن سٹائن کے نظریات کی نہایت ہی معقول دلائل سے تردید کی۔ ۱۹۱۹ء میں اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل اور پاک وہند کے ممتاز ریاضی دان پروفیسر مولوی حاکم علی۔ جو اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ سائنسی موضوعات پر خط وکتابت کے ذریعے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تبادلہ خیال کرتے رہتے تھے اور بریلی جا کر بھی بالمشافہ گفتگو کرتے اور سائنسی تجربات بھی کرتے تھے اور ان کا قیام اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک ایک ماہ رہتا تھا۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ

"غریب نواز! کرم فرما کر میرے ساتھ (نظریۂ حرکتِ زمین میں) متفق ہو جاؤ تو پھر انشاء اللہ سائنس اور سائنس دانوں کو مسلمان کیا ہوا پائیں گے۔"

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

"محبِ فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات ونصوص میں تاویلاتِ دور از کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے یوں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی۔ نہ کہ سائنس

https://t.me/faizanealahazrat

نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اُسے (سائنس کو) اختلاف ہے۔ سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے دلائل سے سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے۔ جا بجا سائنس کے اقوال سے مسئلہ اسلامی کا اثبات ہو۔ سائنس کا ابطال و اسکات ہو۔ یوں قابو میں آئے گی اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس دان کو باذنہٖ تعالیٰ دشوار نہیں۔ الخ

(امام احمد رضا اور نظریۂ حرکتِ زمین" صفحہ ۱)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے حرکتِ زمین کے رد میں ۱۰۵ دلائل ارشاد فرمائے جن میں سے ۱۵ دلائل اگلی کتابوں کے ہیں اور ۹۰ دلائل خود اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی فکر رسا کی ایجاد ہیں جو اہلِ علم کے لئے قابلِ مطالعہ ہیں۔ (") اور بہت سے سائنس دان آج بھی حرکتِ زمین کے نظریہ کے خلاف ہیں۔ چنانچہ ان کے نام " امام احمد رضا اور نظریۂ حرکتِ زمین" میں مذکور ہیں۔

مگر جناب طاہر القادری صاحب کو تو جدید دور کے مفکر کہلانے کا شوق لئے پھر رہا ہے لہٰذا جناب والا! اس شوق کو عملی جامہ پہنانے کے لئے قرآنِ کریم کے معانی و تعلیمات کو مسخ کرنے میں مصروف ہیں۔ ناواقف اور سادہ لوح مالداروں اور حکومت کی لامحدود اعانت موصوف کی پشت پر ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم قرآنِ کریم اور حدیث شریف کے معنوں کو اس طرح غلط اور موڑ توڑ کر چھاپتا تو اس کے خلاف عوام و خواص کی طرف سے ایک طوفانِ احتجاج بلند ہو جاتا ہے مگر یہاں اس کے باوجود سب کچھ گوارا کیا جا رہا ہے کیوں؟ اس لئے کہ قرآنِ کریم کے ساتھ ایسی زیادتی کرنے والا، خود قرآن ہی کی تعلیمات کو فروغ دینے کا مدعی ہے ؎

کسی دشمن نے یہ عزت مجھے اب تک نہیں بخشی
ہمیشہ دوست ہی کا ہاتھ پہنچا ہے گریباں تک

https://t.me/faizanealahazrat

نیّتِ مقدم اور ارادہ مؤخر؟

جناب طاہر صاحب جو مدعی ہیں کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کا کام سونپا ہے۔ تجدید و تحقیق اور اجتہاد کے کیسے کیسے گُل کھلا رہے ہیں۔ اسی کتاب میں فرماتے ہیں، صفحہ ۱۷۳

"نیّت مقدم ہوتی ہے اور ارادہ مؤخر، لہٰذا ارادہ ہمیشہ نیت کے تابع ہوتا ہے"

جس شخص کو اس قدر علم بھی نہ ہو بلکہ علم و تحقیق کے نام پر جہالت پھیلا رہا ہو۔ اسے مفکرِ اسلام و مفسرِ قرآن اور علامہ کے القاب سے یاد کیا جائے۔ اس سے بڑھ کر اور ستم کیا ہوگا۔

آیئے، اب صحیح اہلِ تحقیق کی بھی سنئے۔ ہدایہ میں ہے "والنیۃ ھی الارادۃ" کہ نیت ارادہ ہی ہے۔ اس کی شرح میں علامہ عینی "البنایہ شرح ہدایہ" میں فرماتے ہیں۔

النیۃ ھی الارادۃ ھذا تفسیر النیۃ ای الارادۃ الجازمۃ القاطعۃ (البنایہ ج ۱ ص ۵۷۸)	نیت ارادہ ہی ہے یہ نیت کی تفسیر ہے یعنی وہ ارادہ جو پکا اور قطعی ہو۔

گویا ارادہ کی دو قسمیں ہیں ایک ارادۂ محضہ جس میں جزمیت اور قطعیت نہ ہو دوسرا وہ ارادہ جس میں جزمیت اور قطعیت ہو جسے دوسرے لفظوں میں عزم بالجزم کہتے ہیں اسی عزم بالجزم کا نام نیت ہے اس کے بعد عمل کا ہی مرحلہ ہوتا ہے۔ چنانچہ امام اکمل الدین متوفی ۷۸۶ھ عنایہ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں۔

النیۃ فی اللغۃ العزم والعزم ھو الارادۃ الجازمۃ	نیت لغت میں عزم کا نام ہے اور عزم وہ ارادہ ہے جو پکا و قطعی ہو۔

https://t.me/faizanealahazrat

القاطعۃ (العنایہ ج ۱ ص ۲۲۶)

اس عبارت سے ہی ارادے کی تقسیم ظاہر ہو رہی ہے ایک وہ جو پکا اور قطعی نہ ہو۔ یہ ابتدائی نوعیت کا ارادہ اور دوسرا وہ جو پکا اور قطعی ہو یہ جزمیت اور قطعیت ارادے کا دوسرا اور آخری درجہ ہے۔ اسی کا نام نیت ہے۔

امام زین الدین ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمۃ متوفی ۹۷۰ھ بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں فرماتے ہیں۔

النیۃ اسم للمقترن بالفعل (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۵)

یعنی نیت اس عزم و پختہ ارادہ کا نام ہے جو فعل کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے

امام ابن نجیم علیہ الرحمۃ نے تو ازحد وضاحت و صراحت ہی فرما ڈالی کہ نیت اس پختہ ارادہ اور عزم بالجزم کا نام ہے جس کے بعد کام کی ہی نوبت آجاتی ہے۔ یعنی نیت اور کام کے درمیان کوئی اور مرحلہ باقی نہیں رہ جاتا۔ روزنامہ نوائے وقت کے علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری فرماتے ہیں کہ ترتیب یوں ہے۔

"پہلے خواہش پھر غور و خوض پھر نیت پھر عزم و ارادہ پھر عمل"

(اجزائے ایمان حصہ دوم صفحہ ۱۷۲-۱۷۳)

لیکن ائمہ اہلسنت فرماتے ہیں کہ پہلے ارادہ پھر نیت یعنی عزم بالجزم۔ چنانچہ امام شمس الدین محمد الخراسانی علیہ الرحمۃ متوفی ۹۶۲ھ اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں کہ

النیۃ لغۃ العزم وشرعا القصد الی الفعل الخ

نیت کے لغوی معنی عزم کے ہیں اور شریعت فعل کا ارادہ کر لینا نیت ہے

(فتاوی قہستانیہ ج ۱ ص ۳۱)

امام موصوف نے بھی واضح کر دیا کہ نیت کے بعد ارادہ کا مرحلہ نہیں ہے عمل کا مرحلہ ہے اور امام زین الدین ابو یحییٰ زکریا الانصاری علیہ الرحمۃ فتح الوہاب میں فرماتے ہیں کہ

https://t.me/faizanealahazrat

النیۃ قصد الشئ مقترنا بفعلہ (فتح الوہاب ج ۱ ص ۱۰۷)

نیت کسی شئ کا ارادہ کرنا جب کہ وہ ارادہ فعل کے ساتھ ملا ہُوا ہو۔

ان ائمہ کرام کی تحقیق سے واضح ہوگیا کہ جناب طاہر صاحب کا یہ کہنا کہ پہلے نیت ہوتی ہے پھر ارادہ ہوتا ہے پھر عمل۔ سراسر غلط اور جاہلانہ بات ہے۔ اسی سے ہی قارئین اندازہ فرمالیں کہ جناب موصوف کس طرح متلاشیانِ علم وتحقیق کو علم کے نام پر غلط معلومات فراہم کر رہے ہیں یہ کیا ہی غضب اور کیا ستم ہے۔ کہ ایک شخص کو نہ علم سے واسطہ ہے اور نہ تحقیق کی خبر۔ وہ زمانہ کا مفکر ومفسر بنا ہوا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

ہم کو آئینِ چمن بندی سکھانے آتے ہیں
گلستاں کے رنگ وبُو سے ہیں جو بیگانے ابھی

https://t.me/faizanealahazrat

خُدا کو خیال اور احساس؟

قارئین، یقین فرمائیے کہ جناب طاہر صاحب جو پروفیسر، علامہ اور ڈاکٹر ایسے اونچے اونچے القاب رکھتے ہیں ان کے مبلغ علم کا یہ عالم ہے کہ آدابِ خداوندی اور اوصافِ پروردگار سے متعلق بنیادی عقائد تک سے ناواقف ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب "اجزائے ایمان" کے حصہ اوّل میں خدا تعالیٰ کے لئے لفظ "خیال" اور لفظ "احساس" بھی استعمال کر گزرے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

"بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ خداوندِ قدوس کو اپنی مخلوق کی سہولت اور آسانی کا کس قدر خیال اور احساس تھا۔"

(اجزائے ایمان حصہ اوّل ص ۱۲۶)

جب کہ خیال، وہم اور شک مخلوق کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ خیال سے قطعاً و یقیناً پاک ہے اسی طرح "احساس" بھی "حیوان" (جاندار) چیز کی صفت ہے جس کا جسم ہو اور اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانیت سے قطعاً اور یقیناً پاک ہے۔ لہٰذا اس کے لئے خیال اور احساس کے کلمات استعمال کرنا عقائد سے بے خبری کی دلیل ہے اور جو عقائد سے واقف نہ ہو وہ قوم کا راہنما اور اسلام کا مبلغ نہیں ہو سکتا۔

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر القادری کا عقیدہ کہ جس جسم پر موت واقع ہوئی وہ دوبارہ زندہ نہ ہوگا اور نہ ہی اسے عذاب ہوتا ہے۔

جناب ڈاکٹر طاہر القادری کا ایک نیا عقیدہ، نئی تحقیق، نیا اجتہاد اور عقائدِ اسلام میں ایک نئی اختراع دگراہ کن بدعت وضلالت بھی ملاحظہ فرمائیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

"بعث بعد الموت (مرنے کے بعد اٹھائے جانے) کے لئے یہ ضروری نہیں کہ بعینہٖ اسی بدن اور اسی جسم کو (جو دنیا میں ہے اور جس پر موت وارد ہوتی ہے) دوبارہ انہی ذرات اور خلیوں (CELLS) کے ساتھ زندہ کیا جائے جن سے اس کا دُنیوی وجود تشکیل پایا تھا۔"

(اجزائے ایمان حصہ اوّل صہ ۲۱۵)

عذابِ قبر کا انکار

اس کے بعد عذابِ قبر کی مثال دیتے ہیں کہ جیسے ایک شخص خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ کوئی جرم کرتا ہے پھر پکڑا جاتا ہے پھر خواب ہی میں اس کی سزا پاتا ہے اسے کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ درد بھی محسوس کر رہا ہے اور وہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ یہ سزا اس کے اسی جسم کو دی جا رہی ہے جو چارپائی پر پڑا ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہوتا بلکہ اس کا خواب میں چارپائی پر پڑے ہوئے جسم کے مشابہ کوئی مثالی جسم ہوتا ہے اس پر عذاب ہوتا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"جب آپ خواب کے دوران ہو کرب والم (تکلیف) کی خاص

https://t.me/faizanealahazrat

کیفیت سے گذر رہے تھے اس وقت آپ کو قطعاً یہ احساس نہیں تھا کہ جس جسم کو خواب میں سزا دی جا رہی ہے اور اس پر تکلیف وارد ہو رہی ہے وہ کوئی دوسرا جسم ہے اور حقیقی جسم چارپائی پر پڑا ہے۔

(اجزائے ایمان حصہ اوّل صفحہ ۲۱۷)

جناب ڈاکٹر صاحب کی ڈاکٹری جاگی تو اجتہاد اور جدید تحقیق کے نام پر اسلام کے بنیادی عقائد کا آپریشن شروع کر دیا اور واضح کر کے رکھ دیا کہ جیسے خواب میں سونے والے کو اپنے جسم پر وارد ہونے والی تکلیف اسی دُنیوی اور عنصری یا مادی جسم پر گزرتی محسوس ہوتی ہے لیکن دراصل وہ خواب کے محض تصوراتی اور خیالاتی جسم پر ہوتی ہے۔ اس سے مادی جسم کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مگر اسے عینیت کا شعور ہوتا ہے کہ وہ خواب میں اس خیالی جسم کا خیال نہیں کرتا۔ بلکہ اس کو خیال میں وہی خواب والا جسم بعینہٖ مادی جسم محسوس ہوتا ہے۔ یہی حال اہلِ قبور کے عذاب کا اور موت کے بعد اٹھائے جانے کا ہے وہ عذاب اس جسمِ حقیقی پر نہیں ہوتا یونہی موت کے بعد اُٹھایا جانا اور عذاب ہونا اسی مثالی و خیالی جسم کے ساتھ ہو گا۔ کیونکہ وہ مادی جسم تو خاک ہو گیا یا جانوروں کی غذا بن گیا یا جل کر راکھ ہوا پھر ہوا میں تحلیل ہو گیا۔ اس میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا۔ لہٰذا اس پر عذاب کیسے وارد ہو سکتا ہے چنانچہ موصوف مزید لکھتے ہیں۔

" بعینہٖ اس شخص کی حالت اور کیفیت وہی ہوتی ہے جسے قبر میں دفن کیا جاتا ہے اس کے جسم کے مادی ذرّات کو بلاشبہ مٹی کھا گئی۔ اس کی ہڈیوں کو زمین نے ختم کر دیا۔ اس کے جسمانی ذرات اور خلیوں میں سے کچھ نہ بچا۔ لیکن اس شخص کی رُوح تو باقی ہے وہ نہ فنا ہوئی اور نہ ہی اسے مٹی نے نگلا ہے۔ مٹی انسانی جسم، بدنی ذرات اور خلیوں کو تو ختم کر سکتی ہے مگر رُوح اور اس میں پائے جانے والے احساسِ عینیت کو ختم

https://t.me/faizanealahazrat

نہیں کر سکتی۔ (اجزائے ایمان حصہ اوّل ص۲۱۷)

پھر فرماتے ہیں۔

"لہٰذا جسم انسانی کے گل سڑ جانے کے باوجود اس کی حقیقی شخصیت، اس کا شعور ذاتی اور اس کا ادراکِ نفس اپنی جگہ باقی رہتا ہے اور وہ عالم برزخ میں اس کے بدن پر جزا و سزا کا جو سلسلہ مرتب ہوتا ہے وہ اس کے ظاہری جسم اور مادی خلیوں پر نہیں بلکہ اس کی حقیقی اور اصلی شخصیت پر ہوتا ہے۔ جو رُوح کے تشخص کے باعث مثالی جسم کی صورت میں موجود رہتی ہے اسی طرح اگر جسم آگ میں جل گیا ہو یا سمندر میں ختم ہو گیا ہو تب بھی اصلی شخصیت باقی رہتی ہے جو جزا و سزا کے لئے کافی ہے۔"

(اجزائے ایمان ص۲۱۸)

پھر فرماتے ہیں۔

"واقعہ یہ ہے کہ حیات بعد الموت کا تعلق جسم کے خاکی ذرات کے ساتھ نہیں بلکہ اس کے باطنی تشخص اور روحانی تمثیل کے ساتھ ہے۔"

(اجزائے ایمان حصہ اوّل ص۲۱۸)

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر القادری کا عقیدہ کتاب و سنّت اور اُمت کے خلاف اور کفر ہے

طاہر القادری کا یہ عقیدہ جو تفصیل کے ساتھ حوالوں سے اوپر بیان ہوا۔ کتاب و سنت و امت کے خلاف اور کھلی گمراہی ہے۔ بلاشبہ سنت، کتابِ الٰہی کی تفسیر و تشریح ہے جو سنت میں ہے اس کا سرچشمہ کتاب اللہ ہے۔ آیئے سنت کی روشنی میں دیکھتے ہیں مسئلہ کی حقیقت کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان کے جسم پر کچھ بھی گزرے خواہ وہ مٹی میں دفن ہو یا آگ میں جل جائے یا سمندر میں ڈوب جائے یا اسے جانور کھا جائے۔ بہرصورت اس کے جسم کے اجزاء جنہیں اجزاء اصلیہ کہا جاتا ہے۔ روح کا ان سے تعلق رہتا ہے اور ان میں روح کا لوٹایا جانا سنت سے ثابت ہے۔ جس کا انکار گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ

ویعاد روحه فی جسده	میّت کے جسم میں رُوح کو لوٹایا جاتا
(مشکوٰۃ ص۲۵)	ہے۔

مسلک امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ایسی احادیث کی روشنی میں امام اعظم رضی اللہ عنہ نے عقائد کے بارے میں اپنی مشہور کتاب "الفقہ الاکبر" میں لکھا ہے۔

واعادة الروح الی العبد	اور بندے کی طرف (موت کے بعد)
حق (الفقہ الاکبر)	اس کی روح کا لوٹایا جانا حق ہے۔

اس کی شرح میں امام المحدثین قدوۃ الفقہاء والمحققین امام علی القاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

واعادة الروح ای ردها	رُوح لوٹایا جانا بندے کی طرف یعنی

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر القادری کا عقیدہ کتاب و سنت اور امت کے خلاف اور کفر ہے

طاہر القادری کا یہ عقیدہ جو تفصیل کے ساتھ حوالوں سے اوپر بیان ہوا۔ کتاب و سنت اور امت کے خلاف اور کھلی گمراہی ہے۔ بلاشبہ سنت، کتاب الٰہی کی تفسیر و تشریح ہے جو سنت میں ہے اس کا سرچشمہ کتاب اللہ ہے۔ آیئے سنت کی روشنی میں دیکھتے کہ مسئلہ کی حقیقت کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان کے جسم پر کچھ بھی گزرے خواہ وہ مٹی میں دفن ہو یا آگ میں جل جائے یا سمندر میں ڈوب جائے یا اسے جانور کھا جائے۔ بہرصورت اس کے جسم کے اجزاء جنہیں اجزاء اصلیہ کہا جاتا ہے۔ روح کا ان سے تعلق رہتا ہے اور ان میں روح کا لوٹایا جانا سنت سے ثابت ہے۔ جس کا انکار گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ

ویعاد روحہ فی جسدہ	میت کے جسم میں روح کو لوٹایا جاتا
(مشکوٰۃ ص۲۵)	ہے۔

مسلک امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ایسی احادیث کی روشنی میں امام اعظم رضی اللہ عنہ نے عقائد کے بارے میں اپنی مشہور کتاب "الفقہ الاکبر" میں لکھا ہے۔

واعادۃ الروح الی العبد	اور بندے کی طرف (موت کے بعد)
حق (الفقہ الاکبر)	اس کی روح کا لوٹایا جانا حق ہے۔

اس کی شرح میں امام المحدثین قدوۃ الفقہاء والمحققین امام علی القاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

واعادۃ الروح ای ردھا	روح لوٹایا جانا بندے کی طرف یعنی

https://t.me/faizanealahazrat

او تعلقها الی العبد ای جسده الخ
"حق" شرح فقہ اکبر صـ۱۲۱)

اس کے جسم کی طرف حق ہے۔

پھر لکھتے ہیں۔

بجمیع اجزاءہ او ببعضها مجتمعة او متفرقة فی قبرہ حق (صـ۱۲۱)

یعنی خواہ روح کا بندے کے تما
جسم کی طرف یا اس کے بعض اجزاء
طرف لوٹایا جانا، خواہ وہ اجزاء اکٹھے ہ
یا الگ ہوں حق ہے۔

نیز ابو الشکور سالمی علیہ الرحمۃ تمہید شریف میں فرماتے ہیں۔

"قالت المعتزلة ان الاجسا
تفنی وتصیر معدومة ثم
ان اللہ تعالیٰ خلق جسدا غیر
هذا الجسد یوم القیامة وادخل
الروح وعذبه واثابه و
هذا کفر والمذهب عند
اهل السنة والجماعة ان
هذه الاجساد تحشر بعینها
بدلیل قوله تعالیٰ "کل
نفس بما کسبت رهینة" وقوله
"جزاء بما کانوا یعملون" ولان
العمل حصل من هذا الجسد
ولو جوزنا تعذیب جسد آخر

یعنی معتزلہ نے کہا کہ اجسام ف
ہو کر معدوم ہو جاتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ر
قیامت اس جسم کے علاوہ ایک اور جسم
کرے گا اور اس میں رُوح ڈالے گا ا
اسے عذاب وثواب دے گا اور یہ اہل س
کے نزدیک کفر ہے اور اہلسنت وجماع
نزدیک مذہب یہ ہے کہ یہی جسم بلا
اٹھائے جائیں گے اس پر دلیل اللہ تعا
ارشاد ہے" ہر جان اپنے کھگئے کے سا
گروی رکھی ہوئی ہے" اور یہ ارشاد بھی
کہ ان کو ان کے عمل کی بھرپور جزا دی جا
گی اور اس لئے بھی کہ عمل اسی دنیا وا
جسم نے کیا اور اگر ہم دوسرے جسم کے عذا

https://t.me/faizanealahazrat

بسبب هذا العمل فانه لا یکون
عدلا واللہ تعالیٰ یقول ولا
تزر وازرۃ وزر اخریٰ فوجب
ان یحشر هذا الجسد بعینه
حتی یجازی ویکافی باعماله۔
(صفحہ ۱۲۳ - ۱۲۴)

ثواب دیئے جانے کو جائز قرار دیں اس عمل
کی وجہ سے تو یہ عدل نہ ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے کہ کوئی کسی دوسرے کے بوجھ
کو نہیں اُٹھائے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ
اسی جسم کو زندہ کیا جائے بعینہٖ، تاکہ اسے
اس کے اعمال کی جزا دی جائے

نیز امام المحققین حضرت علی القاری لکھتے ہیں کہ

فالسؤال یشمل الاموات
جمیعها حتی ان من مات و
اکلته السباع فان اللہ تبارک و
تعالیٰ یعلق روحه الذی فارقه
بجزئه الاصلی الباقی من اوّل
عمره الی آخره المستمر علی
حالتی النمو والذبول الذی
تعلق به الروح اولا فیحیا
بحیاته سائر اجزاء البدن
لیُأتی فیثاب او یعذب ولا
یستبعد ذلك فان اللہ تعالیٰ
عالم بالجزئیات والکلیات کلها
حسب ما هی علیها فیعلم الاجزاء
تفاصیلها ویعلم مواقعها و

سوال قبر تمام مردوں کو شامل ہے
یہاں تک کہ یقیناً (اس کو بھی) شخص مرگیا اور
اسے درندے کھا گئے۔ پس بلاشبہ اللہ تعالیٰ
اس کی رُوح کو جو اس سے جُدا ہوگئی اس
کے (جسم کے) اس اصلی چیز کے ساتھ
متعلق فرماتا ہے۔ ابتدائے عمر سے آخر عمر
تک، بڑھنے اور سکڑنے کی دو حالتوں پر
ہمیشہ رہتا ہے جس کے ساتھ روح پہلے
شروع سے متعلق ہوتی ہے پھر وہ زندہ ہوتا
ہے اور اس کی زندگی کے ساتھ بدن کے
تمام اجزاء زندہ ہوتے ہیں۔ تاکہ اس سے
سوال کیا جائے پھر اسے ثواب دیا جائے یا
عذاب۔ اور روح کا جسم کے اسی اصلی جز
کے ساتھ متعلق ہونا بعید نہیں۔ پس بلاشبہ

https://t.me/faizanealahazrat

محالها ویمیز ما هو اصل و فصل ویقدر علی تعلیق الروح بالجزء الاصلی منها حالة الانفراد وتعلیقه به حال الاجتماع فان البنیة عندنا لیست شرطا للحیاة بل لا یستبعد تعلیق ذلك الروح الشخصی الواحد بکل واحد من تلك الاجزاء المتفرقة فی المشارق والمغارب۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۴۶۸)

اللہ تعالیٰ تمام جزئیات اور کلیات کے جاننے والا ہے ان کے حقائق کے مطابق پس وہ جسم کے تمام اجزاء کو ان کی تفاصیل کے ساتھ جانتا ہے اور ان کے مواقع کو جانتا ہے (کہ وہ اجزاء کہاں کہاں منتشر ہو کر پڑے) اور وہ اس کو تمیز کر سکتا ہے جو اصل ہے اور جو الگ ہے اور وہ رُوح کو ان اجزاء میں سے اصلی جز کے ساتھ متعلق کرنے کی قدرت رکھتا ہے اس کے منفرد ہونے کی حالت میں اور دوسرے اجزاء کے ساتھ جمع ہونے کی حالت میں۔ پس بلاشک ہمارے نزدیک حیات برزخی کے لئے جسمانی ڈھانچہ کا ہونا شرط نہیں بلکہ ایک شخص کے ان تمام جسمانی اجزاء میں سے جو مشارق و مغارب میں پھیل گئے، ہر ایک جز کے ساتھ رُوح کا متعلق کیا جانا بعید نہیں ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

پروفیسر طاہر کا عقیدہ کہ مُردہ کے جسم کی تمام ہڈیوں کو مٹی کھا جاتی ہے فرمانِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف ہے

طاہر القادری کا عقیدہ کہ مردہ کے جسم کی تمام ہڈیوں کو مٹی کھا جاتی ہے۔ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قطعاً خلاف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میت کی تمام ہڈیوں کو زمین نہیں کھاتی۔ اگر کھاتے بھی، تو ایک ہڈی ایسی ہے جو ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ویبلیٰ کل شیءٍ من الانسان الا عجب ذنبہ فیہ یرکّب الخلق (صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۱۷)	اور انسان کے جسم میں سے ہر شئ گل جاتی ہے سوائے اس کی اس ہڈی کے جو کمر کے آخر میں جڑ والی ہڈی ہے۔ اس میں انسان کی تخلیق ترکیب پاتی ہے۔

اس کی شرح میں امام سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

" وہ ہڈی باقی رہتی ہے تاکہ انسان کا وہ جسم جسے مثلاً عذاب پہنچے۔ بعینہٖ وہی جسم ہو جس سے گناہ سرزد ہوا۔ اسی ہڈی سے دوبارہ جسم انسانی کی تخلیق وہاں سے ہوتی ہے وہ بنیاد ہے۔ اس سے جسم انسانی کا دوبارہ تخلیق پذیر ہونا بعینہٖ اسی جسم سابق کا دوبارہ معرضِ وجود میں آنا ٹھہرتا ہے۔ اس کے برعکس اگر اس سے پیدا نہ کیا جائے تو وہ نیا جسم ہوگا جس کا دنیا کی نیکی و بدی سے تعلق ہی نہ ہوگا اور یہ بات درست نہیں ہے۔

(ملاحظہ ہو حاشیہ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۷)

https://t.me/faizanealahazrat

امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس ہڈی کے جسے عجب الذنب کہا جاتا ہے ہمیشہ کے لئے باقی رہنے کا فلسفہ بیان فرمادیا کہ وہ حصّہ اس لئے باقی رکھا جاتے گا۔ گلتا سڑتا نہیں بلکہ صحیح وسالم رہتا ہے تاکہ جس کو عذاب وثواب پہنچے وہ بعینہٖ وہی جسم یا اسی کا حصہ ہو جس نے بدی یا نیکی کی۔ لیکن طاہر القادری صاحب اس کے برعکس ایک تو سارے کے سارے جسم کے گل جانے کے قائل ہیں جو اس حدیث کے خلاف ہے اور دوسرے عذاب وثواب میں مثالی جسم کے قائل ہیں جس کا دنیا کی نیکی یا بدی سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ اور اس سے تعذیب بلا معصیّت لازم آتی ہے یعنی بلا قصور کسی کو سزا دینا۔ یہ ہے مجتہد صاحب کے اجتہاد کا نتیجہ جو تعلیماتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف و برعکس برآمد ہو رہا ہے ؎

ہر تسلی ہر تشفی ہے نئے انداز سے
اب شکایت کیا کرے بیمار چارہ ساز سے

صحیح بخاری کی دوسری حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ

لیس من الانسان شئ الا یبلی الا عظما واحدا وھو عجب الذنب ومنہ یرکب الخلق یوم القیامۃ۔

ایک ہڈی کے سوا انسان کی ہر چیز گل جاتی ہے اور وہ ہڈی عجب الذنب ہے اور قیامت کے دن اسی سے دوبارہ انسان کی تخلیق ترکیب پذیر ہوگی۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۳۵)

عجب الذنب کے معنی اور مقدار

عجب الذنب کے معنی دم کی جڑ کے ہیں

https://t.me/faizanealahazrat

عجب الذنب کے معنی دم کی جڑ کے ہیں اور یہاں انسان کی پیٹھ کی ہڈی جو کمر کو جاتی ہے اس کے آخری حصّہ کے ہیں اور وہ لطیف (باریک) ہڈی ہے۔

سنن ابی داؤد میں ہے۔

کل ابن آدم تاکل الارض الاعجب الذنب منہ خلق و منہ یرکب (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۹۶)	تمام انسان کو زمین کھا جاتی ہے سوائے عجب الذنب کے اسی سے انسان کو پیدا کیا گیا اور اسی سے اس کو دوبارہ بنایا جائیگا

یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے اس میں ہے " ومنہ یرکب الخلق یوم القیامۃ " (ج ۲ ص ۴۰۷) کہ قیامت کے دن دوبارہ اسی ہڈی سے انسان کو بنایا جائے گا۔ (نیز ملاحظہ ہو سنن ابن ماجہ ص ۳۱۵ و مسند امام احمد ج ۲ ص ۳۱۵ - ۴۲۲)

امام طیبی فرماتے ہیں " لانہ لایفنی اصلا " کہ یہ ہڈی ہرگز فنا نہیں ہوتی

نسائی شریف میں بھی یہ حدیث ہے اور اس کے حاشیہ پر امام سندھی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم) یہ ہڈی کیا چیز ہے یعنی اس کی مقدار کس قدر ہے؟ فرمایا " مثل حبۃ خردل " رائی کے دانہ کے برابر ہے (نسائی ج ۱ ص ۲۹۳)

اور مسند امام احمد علیہ الرحمۃ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ

ماھو یارسول اللہ؟ قال مثل حبۃ خردل منہ تنبتون (ج ۳ ص ۴۸)	یہ ہڈی کس قدر ہے؟ فرمایا رائی کے دانہ کے برابر ہے تم قیامت کے دن اسی سے اُگائے جاؤ گے۔ (پیدا کئے جاؤ گے)۔

یہ حدیث مؤطا امام مالک میں بھی ہے اس کی شرح میں امام باجی علیہ الرحمۃ فرماتے

https://t.me/faizanealahazrat

ہیں کہ اگرچہ مٹی انسان کے سارے جسم کو کھا جائے گی لیکن اس کو نہیں کھاتی (گویا اللہ تعالیٰ کا امر یہی ہے کہ یہ ہڈی باقی رہے اور جسے خدا رکھے اسے کون چکھے)

پھر فرماتے ہیں کہ

لانہ اوّل ما خلق من الانسان وھذا الذی یبقی منہ لیعاد ترکیب الخلق الیہ۔

(المنتقی شرح موطا ج ۲ ص ۳۱)

کیونکہ یہی ہڈی انسان کے اعضاء سے پہلے پیدا کی جاتی ہے اور یہی وہ ہڈی ہے جو باقی رہتی ہے تاکہ اس کی ترکیب تخلیق اسی کی طرف لوٹائی جائے یعنی انسان کی دوبارہ تخلیق وہاں سے ہو۔

طاہر القادری کا ایک اور اجماع کا انکار

ثابت ہوا کہ وہ ہڈی جسے "عجب الذنب" کہتے ہیں سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق وہ ہرگز نہ گلتی ہے اور نہ ہی جلتی ہے وہ رائی کے دانہ کے برابر بڑی لطیف ہڈی ہے وہ ہڈی ہمیشہ رہتی ہے وہی انسان کی تخلیق کی بنیاد ہے شروع میں بھی اور آخر میں بھی۔ اس میں روح لوٹا کر اللہ تعالیٰ میت کو ثواب یا عذاب پہنچاتا ہے۔ اور اسی پر سب آئمہ اہلسنت کا اجماع اور اتفاق ہے اس کے گل جانے اور نیست و نابود ہو جانے کا اہلِ حق میں سے کوئی بھی قائل نہیں بلکہ سب معترف ہیں۔ طاہر القادری ایک نئے نام نہاد مجتہد ہیں جو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماعِ آئمہ کے خلاف راستہ لئے جا رہے ہیں، خدا تعالیٰ اسے ہدایت دے۔ آمین

https://t.me/faizanealahazrat

جن کا جسم قبر میں سلامت رہتا ہے۔

امام قسطلانی شارح بخاری نے ارشاد الساری شرح بخاری میں "غیر الانبیاء" کی قید لگا کر واضح فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسم مبارک کو زمین نہیں کھاتی چنانچہ حدیث میں بھی ہے۔

اور امام باجی نے شہداء کو بھی شامل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کے اجسام کو بھی زمین نہیں کھاتی (ج ۲ ص ۳۱)

اور امام عبدالباقی زرقانی نے شرح مؤطا میں ایسے دس حضرات کا ذکر کیا ہے جن کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی

"امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان شریف "کُلّ ابن آدم" کہ ہر انسان یا ہر ابن آدم کے جسم کو زمین کھا جاتی ہے سوائے اس ہڈی کے جسے "عجب الذنب" کہتے ہیں، عام مخصوص عنہ البعض ہے۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ انبیاء اور شہداء کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی اور تمہیں وہ دلیل کافی ہے جو احد کے شہیدوں کے بارے میں آیا ہے کہ جب ان کو ۴۶ سال کے بعد ان کی قبروں سے نکالا گیا تو ان کے اجسام تر و تازہ تھے۔ گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا کہ جن کے جسموں کو مٹی کھاتی ہے ان کے سارے جسم کو کھاتی ہے۔ سوائے عجب الذنب کے اور جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ اسے مٹی نہیں کھاتی تو یہ بات بھی تسلیم کرنا چاہیئے کہ شہیدوں کے جسم کو بھی نہیں کھاتی اور یہ بات ان کے حق میں تسلیم ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کو

https://t.me/faizanealahazrat

عملاً تسلیم کرتے ہیں (یعنی صحیح العقیدہ اور شریعت کے پابند ہیں) اور امام ابن عبدالبر کے علاوہ بعض آئمہ نے اس پر مزید فرمایا ہے کہ صدیقین[۳]، علماء اہلسنت[۴]، ثواب کی غرض سے اذان دینے[۵] والے، قرآن[۶] کے حافظ، مجاہد[۷]، طاعون سے مرنے والے، جنہوں نے اس پر صبر کیا تاکہ ثواب ہو، اللہ تعالیٰ کا کثرت سے[۹] ذکر کرنے والے اور آپس میں محض[۱۰] اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے والے یہ دس لوگ ہیں جن کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی۔" (شرح زرقانی علی المؤطا ج ۲ صہ ۲۹۵)

خیر! یہ تو ایک ضمنی بات تھی کہ کون کون سے لوگ ہیں۔ جن کے اجسام مبارکہ کو مٹی نہیں کھاتی مگر بتانا یہ تھا کہ جناب طاہر کا یہ کہنا کہ انسان کا سارا جسم مٹی ہو جاتا ہے یا جل جاتا ہے حتیٰ کہ اس کے تمام ذرات اور خلیوں کو بھی مٹی کھا جاتی ہے اس کے جسم سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا، ان تمام احادیث کے قطعاً خلاف اور اجماع کے بھی منافی ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

اللہ تعالےٰ کی عظیم قُدرت کا مظاہرہ

اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا مظاہرہ جس سے طاہر القادری بے خبر ہے۔ کیونکہ اس نے دورۂ حدیث باقاعدہ پڑھا ہی نہیں، حضرت قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے حضور منت وسماجت اور سفارش کے ذریعے حدیث کی سند لے کر کام چلانا شروع کر دیا۔ اگر فی الواقع دورۂ حدیث پڑھا ہوتا تو یہ گمراہ کُن عقیدہ اختیار نہ کرتے کہ۔

۱۔ "بعث بعد الموت مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے) کے لئے ضروری نہیں کہ بعینہٖ اسی بدن اور اسی جسم کو دوبارہ انہی ذرات اور خلیوں کے ساتھ زندہ کیا جائے جن سے اس کا دنیوی وُجود تشکیل پایا تھا۔" (اجزاء ایمان حصہ اوّل ص۲۱۵)

اور یہ کہ:۔

۲۔ جسے قبر میں دفن کیا جاتا ہے اس کے جسم کے مادی ذرات کو بلاشبہ مٹی کھا گئی۔ اس کی ہڈیوں کو زمین نے ختم کر دیا۔ اس کے جسمانی ذرات اور خلیوں میں سے کچھ باقی نہ رہا۔" (اجزائے ایمان حصہ اوّل ص۲۱۷)

۳۔ "واقعہ یہ ہے کہ حیات بعد الموت کا تعلق جسم کے خاکی ذرات کے ساتھ نہیں بلکہ اس کے باطنی تشخص اور روحانی تمثیل کے ساتھ ہے۔"
(اجزائے ایمان حصہ اوّل ص۲۱۸)

جناب طاہر کے یہ تینوں خیالات کتاب وسنت کے قطعاً خلاف اور اجماعِ اُمت سے متصادم ہیں۔ ابھی پچھلی سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں مشکوٰۃ شریف کے حوالے سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ:۔

https://t.me/faizanealahazrat

۱۔ "میت کے جسم میں رُوح لوٹائی جاتی ہے"۔

امام الائمہ سراج الامہ حضرت سیّدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشادِ گرامی بھی گزرا کہ :-

۲۔ "موت کے بعد بندے کی رُوح کا میت کے جسم میں لوٹایا جانا حق ہے"۔

(فقہ اکبر)

مُلا علی قاری علیہ الرحمۃ کی تشریح بھی دیکھ چکے کہ

۳۔ "رُوح کا بندے کے جسم کی طرف صرف تعلق رکھنا ہی نہیں بلکہ لوٹایا جانا حق ہے۔ خواہ رُوح بندے کے تمام جسم کی طرف لوٹائی جائے یا اس کے بعض اجزاء کی طرف اور خواہ وہ اجزاء اکٹھے ہوں یا الگ ہوں"۔ (شرح فقہ اکبر)

پھر مرقاۃ کے حوالے سے بھی پڑھ لیا کہ

۴۔ "خواہ میت قبر معروف میں ہو یا اسے درندہ کھا گیا ہو یا اس کے جسم کے اجزاء ایک دوسرے سے جُدا جُدا ہو کر ریزہ ریزہ ہو کر مشرق و مغرب تک پھیل گئے ہوں۔ رُوح اس کے اجزاءِ اصلیہ سے متعلق ہوتی ہے اور یہ کہ اس کے ہر ہر جز کے ساتھ رُوح کا تعلق ہوتا ہے"۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

اور حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم کی حدیث شریف میں دیکھ چکے کہ

۵۔ "انسان کے جسم کو مٹی کھاتے تو اس کے سارے جسم کو کھانے کے باوجود عجب الذنب کو نہیں کھاتی۔

اب اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا مظاہرہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کیسے انہیں ذرات کو اور خلیوں کو دوبارہ ان کی اصلی حالت میں لا کر اپنے بندے کو اپنی بارگاہ میں

https://t.me/faizanealahazrat

حاضر کرتا ہے۔ اس سلسلے میں متعدد کتبِ حدیث کے حوالوں کا مشاہدہ کریں۔ نسائی میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :۔

" اَسْرَفَ عبدٌ علیٰ نفسہ حتی حضرتہ الوفاۃُ قال لاھلہ اذا انا مُتُ فَاحْرِقُونی ثم اسحقونی ثم اذرونی فی الریح فی البحر فواللہ لئن قدراللہ علیّ لیعذِّبُنی عذابا لایعذبہ احدا من خلقہ، قال ففعل اھلہ ذلک قال اللہ عزوجل لکل شیٔ اخذ منہ شیئا اَدِّ ما اخذت منہ، فاذا ھو قائم، قال اللہ عزوجل ما حملک علی ما صنعت؟ قال خشیتک فغفر اللہ لہ۔

(سنن نسائی ج ۱ ص ۲۹۲)

ایک بندے نے اپنی جان پر زیادتی کی (گناہ کئے) یہاں تک کہ اس کی وفات کا وقت آگیا۔ اس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے آگ میں جلادینا پھر مجھے پیسنا۔ پھر مجھے ہوا میں دریا کے اندر اُڑا دینا۔ پس خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قابو پالیا تو وہ مجھے اس قدر عذاب دے گا کہ ایسا عذاب اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہ دے گا۔ تو اس کے گھر والوں نے ویسا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر اس شئی کو جس نے اس کے جسم میں سے کچھ لیا تھا حکم دیا کہ جو کچھ تو نے اس کے جسم سے لیا اسے ادا کر، پس جبھی (فوراً) وہ اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے ایسا کیوں کیا؟ عرض کی تیرے ڈر سے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری کی جلد دوم صفحہ ۹۵۹، اور صفحہ ۹۷۷

https://t.me/faizanealahazrat

پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور جلد اوّل کے صفحہ ۴۹۱، اور صفحہ ۴۹۵ پر بھی روایت کیا۔ اس میں ہے " وَكَانَ نَبَّاشاً " کہ وہ شخص کفن چور تھا۔ نیز اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم کی جلد دوم صفحہ ۳۵۷ پر روایت کیا۔

نیز اس حدیث کو امام مالک علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب " مؤطا " میں بھی روایت کیا ہے (ملاحظہ ہو مؤطا مع شرح زرقانی ج ۲ صفحہ ۲۹۸) مؤطا میں ہے کہ انہوں نے اس کے جسم کو جلا کر اس کی آدھی راکھ کو ہوا میں اُڑا دیا اور آدھی راکھ کو دریا میں بہا دیا

امام زہری جو امام مالک کے استاذ ہیں، کی روایت میں یوں ہے " قال لبنیہ اذا انا مت فاحرقونی ثم اطحنونی " کہ اس شخص نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے آگ میں جلانا پھر مجھے پیسنا (پھر راکھ کو اڑا دینا) ۔ اس حدیث کو امام ابو عوانہ علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا۔ اس میں ہے " فی اسرع من طرفۃ عین " یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو جس کے پاس اس کے جسم کا کوئی ذرہ تھا اور جس حالت میں تھا، حکم دیا کہ اسے واپس ادا کرے تو وہ آنکھ جھپکنے سے بھی بڑھ کر تیزی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے اصلی جسم کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔

امام بدرالدین عینی اور امام زرقانی کے کلام سے طاہر کا رد

ان تمام حدیثوں سے طاہر کا رد تو خود بخود ہو ہی گیا مگر آئمہ کے کلام سے بھی رد ملاحظہ فرماتے جائیں۔

چنانچہ امام عبدالباقی زرقانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

وفیہ دلالۃ علی رد من زعم ان الخطاب لبنی اسرائیل۔ اس حدیث میں اس شخص کی تردید پر دلالت ہے جو یہ خیال باطل رکھتا ہے

https://t.me/faizanealahazrat

لان التحریق والتذریۃ انما وقعا علی الجسد وھو الذی جمع واعید ولابی عوانۃ من حدیث حذیفۃ عن الصدیق "انہ آخر اھل الجنۃ دخولا

(شرح زرقانی علی المؤطا ج ۲ ص ۲۹۸)

کہ قبر کا سوال وجواب صرف رُوح سے ہوتا ہے۔ یہ خیال غلط ہے کیونکہ جلائے جانے اور ہوا میں بکھیرے جانے کے دونوں عمل اس کے جسم پر واقع ہوتے تھے اور اسی جسم کو جمع کیا اور اصلی حالت میں (جہاں اللہ نے چاہا) لوٹایا گیا (اور حاضر کیا گیا) اور امام ابوعوانہ کی روایت میں حضرت حذیفہ سے حضرت ابوبکر صدیق سے ہے کہ یہ شخص آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔

اور صحیح بخاری کے الفاظ میں جہاں "فَجَمَعَ اللّٰہُ" ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کی راکھ کو جہاں جہاں اور جس حال میں تھی اپنے حکم سے اکٹھا کیا، کے تحت امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں

"ای جمع جسدہ لان التحریق والتفریق انما وقعا علیہ وھو الذی یجمع ویعاد عند البعث وفی حدیث سلمان الفارسی عند ابی عوانۃ وصححہ فقال اللہ، کن فکان کاسرع من طرف العین۔"

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۶۲)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے جسم کو اکٹھا کیا۔ کیونکہ جلانے اور بکھیرنے کے دونوں عمل اس کے جسم پر ہی واقع ہوئے تھے اور مرنے کے بعد اسی جسم کو دوبارہ اکٹھا کیا اور لوٹایا جاتا ہے اور امام ابوعوانہ کی مسند میں حضرت سلمان فارسی کی حدیث میں ہے اور اسے انہوں نے صحیح قرار دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کو اکٹھا کرنے اور حاضر کرنے کا ارادہ فرمایا تو "کُن"

https://t.me/faizanealahazrat

فرمایا، تو وہ شخص آنکھ جھپکنے سے بھی زیادہ
تیزی سے حاضر ہو گیا۔

ان تمام حدیثوں اور ان کے شارحین آئمہ اہلسنت سے طاہر صاحب کے اس گمراہ اور گمراہ کن نظریے کی انتہائی وضاحت سے تردید ہو گئی کہ "مرنے کے بعد دوبارہ اسی جسم کو زندہ نہیں کیا جاتا۔ بلکہ مرنے والے کو ایک اور مثالی جسم یعنی پہلے جسم سے ملتے جلتے ایک خیالی جسم کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں حاضر کیا جاتا ہے اور کیا جائے گا اور جزاء و سزا کا سلسلہ اسی مثالی و خیالی جسم پر گزرتا ہے۔ کیونکہ اس کا پہلا جسم تو مٹی ہو گیا یا جلا دیا گیا یا پانی میں ڈوب گیا اور جانوروں کی غذا ہو گیا۔"

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کے کلام سے طاہر کا رد

امام حافظ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور کتاب "شرح الصدور بشرح احوال الموتی والقبور" میں لکھتے ہیں

وھی لاتزال متعلقۃ بہ وان بلی وتمزق وتقسم و تفرق (صفحہ ۶۰)

اور زندگی کا تعلق مرنے والے کے جسم کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے۔ اگرچہ اس کا جسم گل جائے اور ریزہ ریزہ ہو جائے اور بٹ جائے اور بکھر جائے۔

امام صاحب نے واضح فرما دیا کہ مرنے والے کے جسم اور بدن کے ساتھ زندگی جو ایک خاص نوعیت کی ہوتی ہے۔ ہمیشہ متعلق اور قائم رہتی ہے اگرچہ اس کا جسم گل جائے یا ریزہ ریزہ ہو کر منتشر ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ زندگی بدن کے ساتھ روح کے تعلق سے ہی ہے روح کے تعلق کے بغیر نہیں ہے۔ جیسا کہ اوپر گزرا بحوالہ عمدۃ القاری

https://t.me/faizanealahazrat

نیز امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں کہ

ان من لم یدفن ممن بقی علی وجہ الارض یقع لھم السؤال و العذاب ویحجب اللہ ابصار المکلفین عن رویۃ ذلک کما حجبھا عن رؤیۃ الملائکۃ والشیاطین قال بعضھم وترد الحیاۃ الی المصلوب ونحن لانشعر بہ کما انا نحسب المغمی علیہ میتا و کذلک یضیق علیہ الجوکضمۃ القبر ولا یستنکر شیئا من ذلک من حافظ الایمان قلبہ وکذلک من تفرقت اجزاءہ یخلق اللہ الحیاۃ فی بعضھا او کلھا ویوجہ السوال علیھا قالہ امام الحرمین قال بعضھم و لیس ھذا ابعد من الذر الذی اخرجہ اللہ من صلب آدم واشھدھم علی انفسھم الست

بلاشبہ جو دفن نہیں کیے گئے ان لوگوں میں سے جو زمین پر باقی رہ گئے ان کے لئے سوال اور عذاب دونوں واقع ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مکلفین کی آنکھوں کو اس کے دیکھنے سے روکتا ہے جیسا کہ اس نے انہیں فرشتوں اور شیطانوں کے دیکھنے سے روکا بعض آئمہ نے فرمایا کہ جو پھانسی پر لٹکایا گیا اس کی طرف رُوح لوٹائی جاتی ہے اور اس کا شعور نہیں رکھتے۔ جیسا کہ ہم بے ہوش کو مُردہ سمجھ لیتے ہیں (حالانکہ اس میں جان ہوتی ہے مگر وہ بے حس و حرکت پڑا ہوتا ہے) اور اسی طرح اس پر فضا، قبر کی تنگی کی طرح تنگ کی جاتی ہے اور وہ شخص اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا جس کے دل میں ایمان رچا بسا ہے اور اسی طرح جس شخص کے جسم کے اعضاء بکھر گئے اللہ تعالیٰ اس کے کُل یا بعض اجزاء میں رُوح لوٹاتا ہے اور اس پر سوال متوجہ کیا جاتا ہے۔ یہ امام الحرمین نے ارشاد فرمایا۔ بعض نے فرمایا کہ یہ ان

https://t.me/faizanealahazrat

بربکم قالوا بلیٰ ،
(شرح الصدور ص۵۹)

کے ذرّوں سے بڑھ کر بعید نہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پیٹھ سے نکالا اور انہیں ان پر گواہ کیا۔ فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے عرض کی۔ "کیوں نہیں"

قارئین! غور فرمائیں کہ طاہر صاحب کا یہ کہنا کہ "وہ جسم گل جاتا ہے، مٹی ہو جاتا ہے یا اسے جانور کھا گئے یا وہ جل کر راکھ ہو گیا اور ہواؤں میں بکھر گیا۔ ختم ہو گیا۔ لہٰذا جزا و سزا، عذاب و ثواب اسی جسم کو نہیں ہوتا ہے بلکہ ایک اور مثالی جسم ہوتا ہے اسی پر کیفیاتِ عذاب و ثواب وارد ہوتی ہیں۔"

بالکل غلط، حدیث اور آئمہ کی بھی تحقیق کے برعکس منکرین سنت و اجماع کا مذہب ہے جسے جناب طاہر صاحب اپنے خود ساختہ اجتہاد کی آڑ میں سادہ لوح مسلمانوں کے قلب و دماغ میں راسخ کر رہے ہیں۔

سیّدی امام عبدالوہاب شعرانی اور امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی رحمہم اللہ علیہ کے کلام سے طاہر کا رد۔

قارئین! اب سیّدی امام عبدالوہاب شعرانی و امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی علیہ الرحمۃ کے کلام سے بھی طاہر کا رد ملاحظہ فرمائیں۔ سیّدی امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ "مختصر تذکرۃ القرطبی" میں فرماتے ہیں۔

وقد اجمع اھل الکشف — اور اہلِ کشف نے اس بات پر اتفاق

https://t.me/faizanealahazrat

علی ان المیت یحس بضغطۃ القبر ویحس باختلاف اضلاعہ ولو کان فی بطون السباع والطیر او کان قد حرق وذری فی الریح فتحس کل ذرۃ بالالم ولو کانت متفرقۃ۔

کیا کہ میت قبر کی تنگی محسوس کرتا ہے اور پسلیوں کے باہم پیوست ہونے کو محسوس کرتا ہے اگرچہ درندوں اور پرندوں کے پیٹ میں ہو یا جلایا گیا ہو اور ہوا میں بکھیر دیا گیا۔ پس اس کے جسم کا ہر ذرہ درد کو محسوس کرتا ہے اگرچہ اس کے جسم کے ذرّے منتشر ہو گئے ہوں۔

(مختصر تذکرۃ القرطبی صفحہ ۳۹)

ان آئمہ نے فرمادیا کہ کسی کا جسم گل جائے، راکھ ہو جائے، ہواؤں میں بکھر جائے، پانی میں ڈوب جائے یا جانوروں کی غذا ہو کر ان کے پیٹ میں چلا جائے، کہیں ہو اور کسی بھی حالت میں ہو اس کے جسم کا ذرہ ذرہ درد والم کو محسوس کرتا ہے مگر اس کے برعکس طاہر صاحب کے اجتہاد نے جو گُل کھلائے ملاحظہ فرمائیں۔

"واقعہ یہ ہے کہ حیات بعد الموت کا تعلق جسم کے خاکی ذرات کے ساتھ نہیں بلکہ اس کے باطنی تشخص اور روحانی تمثیل کے ساتھ ہے"

(اجزائے ایمان طاہر حصہ اوّل صفحہ ۲۱۹)

طاہر صاحب کی اس جاہلانہ اور غیر نہاد تحقیق و اجتہاد پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے ؎

حیران ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں!

www.KitaboSunnat.com

علامہ تفتازانی کے کلام سے طاہر کا رد

درسِ نظامی کی مشہور کتاب

https://t.me/faizanealahazrat

شرح عقائد کے مصنف علامہ امام تفتازانی علیہ الرحمۃ کے کلام سے بھی جناب طاہر کا رد ملاحظہ فرماتے جائیں۔ لکھتے ہیں کہ

ان الغریق فی الماء او الماکول فی بطون الحیوانات او المصلوب فی الھواء یعذب وان لم نطلع علیہ۔

بلاشبہ جو پانی میں ڈوب گیا یا جانوروں کے پیٹ میں کھایا گیا یا ہوا میں پھانسی پر لٹکا ہوا ہے اسے بھی عذاب دیا جاتا ہے اگرچہ ہم اس پر مطلع نہ ہوں۔

(شرح عقائد مصری ص ۱۶۳)

طاہر القادری کی کی ہوئی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے درس نظامی پڑھا ہی نہیں ورنہ اس کے کلام میں اس قدر حماقتیں دیکھنے میں نہ آتیں۔ یہ جھوٹ موٹ کے فاضل اور نام نہاد مجتہد اپنی اور کی خود ساختہ تحقیقات سے مسلمانوں کو گمراہ کئے جا رہے ہیں اور ان سادہ لوح مسلمانوں کو خدا تعالیٰ ہی سمجھ دے جو اپنی دولت کو لٹا کر جہالت کو فروغ دینے میں اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔

ایک سوال کا جواب

قارئین! آپ نے ان تمام حوالہ جات میں پڑھ لیا کہ اگر کسی کو جانور کھا گیا اور وہ اس کے پیٹ کی غذا بن گیا وہ جہاں ہے اور جس حال میں ہے وہاں بھی اسے عذاب پہنچتا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسے وہاں عذاب ہوتا ہے تو ضروری ہے کہ اس جانور کو اس کے عذاب کا احساس ہو اور وہ بے چین نظر آئے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات درست نہیں۔ اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ عذاب کا تعلق عالم آخرت سے ہے جسے وہی شخص ہی محسوس کرتا ہے جسے عذاب ہوتا ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

جب شریعت ایک بات ارشاد فرما دے تو بندے کا کام اسے تسلیم کرنا ہے اس کو اپنی ناقص عقل سے ماپنا نہیں ورنہ ان تمام چیزوں کا انکار کرنا ہو گا جنہیں ہم دیکھے بغیر مانتے ہیں بلکہ ان کو ایمان کا ہی حصہ قرار دیتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمارے پیٹ میں کیڑے اور جراثیم موجود ہیں۔ اور ہم کیڑوں کے ختم کرنے اور جراثیم کے خاتمہ کے لئے دوا استعمال کرتے ہیں جس سے وہ کیڑے ایذا پاتے ہیں پھر مرجاتے ہیں مگر انسان ان کی ایذاء کو محسوس ہی نہیں کرتا۔ چنانچہ محقق خیالی لکھتے ہیں کہ

واما تعذیب الماکول بخلق	رہا کھائے گئے انسان کو، کھانے
نوع الحیاۃ فی بطن الاکل	والے جانور کے پیٹ میں ایک طرح کی زندگی
فواضح الامکان کدودۃ فی	پیدا کرکے، عذاب دینے کا مسئلہ تو یہ
الجوف وفی خلال البدن فانها	واضح الامکان ہے جیسے پیٹ کے اور بدن
تألم ویتلذذ بلا شعور منا	کے درمیان کیڑا ہے کہ وہ درد اور لذت پاتا
(خیالی علی شرح العقائد ص۱۶۳)	ہے۔ ہمیں اس کا شعور تک نہیں ہوتا۔

ابھی براس شرح شرح عقائد، شرح تجرید، شرح مواقف، شرح مقاصد اور منارہ شرح منارہ وغیرہا کتب کلام و عقائد میرے پیش نظر ہیں، انکے حوالہ جات بھی درج کرنے لگوں تو کتاب و قلم کی منزل اور دور ہو جائے بس انہیں حوالہ جات پر اکتفا مناسب ہے، اگر کسی کو خدا تعالیٰ ہدایت دے تو ایک حرف بھی کافی ہے ورنہ ہزاروں اور لاکھوں کتابوں کے حوالہ جات پیش کئے جائیں جب بھی کچھ نہیں اور نہ ہی اس قدر فرصت ہے کہ اس سے بڑھکر کچھ عرض کیا جائے۔ ابھی تو جناب کی کیٹیں باقی ہیں۔ راقم نے جناب کی تین چار کیسٹیں بھی سنی ہیں جنکی اغلاط و بیہودہ تحقیقات اور جاہلانہ تفسیرات و تشریحات پر ایک الگ اور مستقل کتاب معرض وجود میں آئے گی انشاء اللہ

ع تم کو بھی ہم دکھائیں کہ مجنوں نے کیا کیا
فرصت کشاکش غم پنہاں سے گر ملے

https://t.me/faizanealahazrat

مرزا قادیان اور جناب طاہر القادری

قارئین کو یہ معلوم کر کے حیرت ہو گی کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور جناب طاہر القادری کے عقائد میں کچھ مماثلت بھی پائی جاتی ہے۔ مثلاً غلام احمد قادیانی ان تمام حدیثوں کا منکر ہے جو اس کے موقف کے خلاف ہیں۔ اسی طرح طاہر القادری صاحب نے ان تمام صحیح حدیثوں کا انکار کر دیا جن سے ان کے باطل و بے بنیاد موقف عورت کی دیت سو اونٹ کے خلاف پچاس اونٹ کا واضح ثبوت میسر آتا ہے۔ اسی طرح قادیانی نے اجماع کا انکار کیا تو طاہر القادری صاحب نے بھی اجماع کا انکار کر کے پوری امت کے فقہاء و آئمہ مجتہدین کو اپنا فریق قرار دیا اس کے علاوہ مرزا قادیانی انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کا منکر ہو گیا اور ان سے اتحاد کا نعرہ بلند کیا اور طاہر القادری صاحب ان انگریزوں کے پیدا کردہ اور ان کے مداح مخالفین اہل سنت گمراہ فرقوں کے خلاف لسانی و قلمی جہاد کرنے کے منکر ہو کر ان کے ساتھ اتحاد کے داعی بن بیٹھے۔ قادیانی بھی کہتا ہے کہ اسے خدا اور رسول نے یہ خدمت سونپی ہے۔ اس کا شعر ملاحظہ ہو ؎

اب تو جو فرمان ملا اس کا ادا کرنا ہے کام
گرچہ میں ہوں بس ضعیف و ناتواں و دل فگار

(براہین احمدیہ ج ۵ ص ۹۸)

اور طاہر القادری صاحب نے بھی یہ دعویٰ کر دیا کہ "مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی اور فرمایا" "تم اللہ کے دین کا، میری امت کی نصرت اور میری سنت کی خدمت کا اور میرے دین کی سربلندی کا کام کرو۔ میں یہ کام تمہارے سپرد کرتا ہوں" میں نے عرض کیا، میں تو ایک ناکارہ، نا اہل کمزور اور ناتواں انسان ہوں، خطا کار ہوں اور

https://t.me/faizanealahazrat

اس لائق نہیں ہوں کہ یہ کام کر سکوں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ تم شروع کرو اللہ تمہیں توفیق اور وسائل دے گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ منہاج القرآن کا ادارہ بناؤ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہارے ادارہ منہاج القرآن میں خود آؤں گا۔ تم منہاج القرآن کا ادارہ نصرتِ دین کے لئے قائم کرو، میرا وعدہ ہے کہ میں لاہور میں تمہارے ادارہ منہاج القرآن میں آؤں گا۔" (قومی ڈائجسٹ ماہِ نومبر ۱۹۸۶ء صفحہ ۲۴)

پہلے تو طاہر القادری صاحب کا یہ دعویٰ مسلکِ اہلسنت کی نفی کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نورِ نبوت کے اعتبار سے ہر جگہ موجود ہیں اس مسلک کو حاضر و ناظر کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ درحقیقت ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اس قدر قریب ہیں کہ اس قدر ہماری جانیں بھی ہمارے قریب نہیں ہیں۔ قرآن کہتا ہے

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

بس درمیان میں ایک حجاب و پردہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس حجاب و پردہ کو دور فرما دیں تو ہم حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے میں موجود پائیں گے اور یہ شانِ اعجازی ہے جو ہماری عقلِ ناقص سے ماوراء ہے۔ لیکن طاہر صاحب کا دعویٰ نہ صرف مسلکِ اہلسنت کی نفی کرتا ہے بلکہ یہ دعویٰ غلام قادیانی کے دعویٰ سے مماثلت رکھتا ہے۔ وہی الفاظ "ضعیف و ناتواں" کے جو قادیانی نے استعمال کئے۔ طاہر صاحب نے بھی وہی کہے۔

پھر غلام احمد قادیانی نے اس پیش گوئی کا دعویٰ کیا کہ مجھے وحی آئی ہے۔

"ہر طرف سے مال آئے گا"

پھر کہتا ہے کہ

"یہ مالی امداد اب تک پچاس ہزار روپیہ سے زیادہ آچکی ہے بلکہ میں یقین کرتا ہوں کہ ایک لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے"

https://t.me/faizanealahazrat

(براہین احمدیہ ج ۵ صفحہ ۵۷)

اسی طرح طاہر القادری صاحب نے بھی پیش گوئی جڑ دی اور کہا کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی کہ:

"رسول اللہ نے فرمایا کہ، تم شروع کرو، اللہ تمہیں توفیق اور وسائل دے گا۔" (قومی ڈائجسٹ نومبر ۱۹۸۶ء صفحہ ۲۴)

پھر قادیانی کی طرح تسلیم بھی کرتے ہیں کہ

ادارہ منہاج القرآن کا ماہانہ چندہ سوا لاکھ روپے ہے (صفحہ ۴۴)

نیز غلام احمد قادیانی کا دعویٰ تھا کہ وہ بیک وقت نبی بھی ہے اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بھی۔ چنانچہ لکھتا ہے۔

"مجھے خدا تعالیٰ نے میری وحی میں بار بار امتی کہہ کے بھی پکارا ہے اور نبی کر کے بھی پکارا ہے میں ظلی طور پر نبی ہوں۔ پس میں اُمتی بھی ہوں اور ظلی طور پر نبی بھی ہوں۔ میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی"

(براہین احمدیہ ج ۵ صفحہ ۱۸۴/۱۸۸/۱۸۹)

غلام احمد قادیانی کے دعویٰ کا مطلب یہ ہے کہ بیک وقت وہ نبی اور امتی دونوں ہو سکتا ہے چنانچہ وہ اس کی مثال یہ دیتا ہے کہ:

"جیسے پہلے انبیاء علیہم السلام میں سے کچھ پیغمبر غیر تشریعی نبی بھی ہوتے تھے اور اپنے سے پہلے رسول کی امت میں اور اس کی شریعت کے تابع ہوتے تھے۔"

اور جناب طاہر نے بھی اسی قادیانی موقف کی تائید کر دی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"پھر انہی (موسیٰ علیہ السلام) کی امت و شریعت میں حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ جنہیں کتاب زبور مرحمت فرمائی گئی (الی ان قال) پھر

https://t.me/faizanealahazrat

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جنہیں کتاب انجیل مرحمت فرمائی گئی (اجزائے ایمان حصہ دوم صفحہ ۲۸)

طاہر صاحب نے اس عبارت میں واضح طور پر اس بات کا اظہار فرما دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام دونوں اپنی اپنی جگہ پیغمبر اور نبی ہوتے ہوئے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت میں تھے۔ اُمت میں ہونے کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں ہو سکتا کہ وہ ان کے اُمتی تھے۔ یعنی نبی بھی تھے اور اُمتی بھی۔ اور یہی مرزا غلام احمد قادیانی کا موقف ہے کہ وہ بھی ایک جہت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمتی ہے اور دوسری جہت سے نبی بھی ہے۔ اس موقف کی تائید میں وہ طاہر القادری صاحب کی اس عبارت کو پیش کر سکتے ہیں اور بلاشبہ طاہر القادری صاحب کا مفہوم و مقصود بھی یہی ہے۔ جب کہ یہ سراسر غلط ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اُمتی ہوں بلکہ وہ تو بجائے خود پیغمبر اور مستقل طور پر نبی تھے۔ کسی نبی کے اپنے سے پہلے رسول کی شریعت و کتاب کے احکام کی پیروی کرنے یا اس کی روش کو اپنانے سے اس کا امتی ہونا لازم نہیں آتا۔ مثلاً ہمارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر انبیاء سابقین کی نبوتوں اور ان کی کتابوں کی تصدیق فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی روش کے اپنانے کا بھی حکم ہوا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ہدایت کی پیروی کریں اور ملت پر رہیں تو کیا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے امتی ہو گئے؟ ہرگز نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوّلِ مخلوق ہونے اور باقی سب کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے پیدا ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام الانبیاء اور امام المرسلین ہیں اور سب نبیوں کے کمالات اور خوبیاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی خوبیوں کا عکس

https://t.me/faizanealahazrat

ہیں۔ اس لئے تمام انبیاء، انبیاء ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء و اُمتی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن انبیاء سابقین میں سے کسی کو کسی دوسرے رسول کی امت میں یا اس کا امتی شمار کرنا۔ جیسے طاہر صاحب نے کیا۔ قادیانی نظریہ کی حمایت اور اس عقیدہ میں اس کی ہمنوائی ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

تصویر کا دوسرا رُخ

فکری ارتقاء

۱۔ پروفیسر کو یہ سوال ہر وقت پریشان کرتا رہتا کہ ..... ہماری درس گاہوں (دینی مدارس) کی فضاء اس قابل کیوں نہیں کہ وہ طلباء کو فکری بلند پروازی عطا کر سکے۔ (فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے ص ۲۱ - ۲۲)

(یہ دینی درس گاہوں کے علماً و طلباً پر تنقید ہے جس میں انہیں فکری بلند پروازی سے محروم بتایا جا رہا ہے)۔

۲۔ غیر مسلم داعیانِ انقلاب کارل مارکس، فریڈرک اینجلز، لینن، سٹالن اور ماؤزے تنگ وغیرہ کے افکار کے مطالعہ سے آپ پر یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ ان کی تحریروں میں افکار اور فلسفۂ انقلاب کی بابت جو خود اعتمادی و عزم کی پختگی، نظریاتی خالصیت اور نتیجہ خیزی کا یقین پایا جاتا ہے۔ عصرِ حاضر کے بیشتر اسلامی داعیانِ انقلاب کی تحریروں میں وہ بھی نظر نہیں آتا۔ بلکہ اس تقابلی مشاہدے نے آپ کو (پروفیسر صاحب کو) مزید پریشان کیا کہ آج باطل کے مقابلہ میں حق کے علمبردار کس قدر مایوسی، بے یقینی، نظریاتی التباس، فکری مرعوبیت اور ذہنی شکست خوردگی کا شکار ہو چکے ہیں ان کی

https://t.me/faizanealahazrat

تمام ترمساعی کے نتائج صرف عقیدۂ آخرت میں محصور ہو کر رہ گئے ہیں۔ الخ
(فرقہ پرستی صہ ۲۳-۲۴)

اس عبارت میں موصوف نے کفار کی مدح سرائی فرمائی اور ان کے مقابلہ میں علما کو قریب قریب مایوسی کا شکار، بے یقین، عقائد و نظریات میں التباس و اشتبا کا شکار، اور کفار سے مرعوب اور شکست خوردہ ٹھہراتے ہوئے اس بات کا برا منایا کہ قوم کو آخرت کی فکر کا سبق کیوں دیتے ہیں۔

طبعی رجحانات اور اجتہاد کی طرف پیش قدمی کا پروگرام

پروفیسر صاحب راسخ العقیدہ، حنفی المذہب ہونے کے باوجود، جدید قانونی اقتصادی، سیاسی اور بین الاقوامی مسائل میں قرآن و سنت کی روشنی میں اجتہاد کے قائل ہیں۔

"آپ شدت سے محسوس کرتے ہیں کہ آئمہ متقدمین و متاخرین کی فقہی آرا کی روشنی میں اجتہادی کاوشیں جاری رہنی چاہئیں۔" (فرقہ پرستی صہ ۲۵)۔

تقلید سے بیزاری

"اگر تمام معاملات میں محض تقلید ہی مکمل طور پر حاوی و طاری رہی تو مسلمانوں کی علمی صلاحیتیں زنگ آلود ہو کر ناکارہ رہ جائیں گی۔"
(فرقہ پرستی صہ ۲۵)

https://t.me/faizanealahazrat

فروع کی بجائے صرف اصول میں تقلید

"ملت کے احیاء اور امت کے عروقِ مردہ میں تازہ زندگی پیدا کرنے کے لئے اسلافِ امت اور آئمہ اسلام کی پیروی میں، ان کے وضع کردہ اصولوں کے مطابق اجتہادی اور تخلیقی انداز میں علمی ارتقاء کا سلسلہ قائم رہنا چاہیئے۔"

شریعت کے مصادر و مآخذ

اسلام نے شرعی مسائل کی تحقیق کے لئے درج ذیل چار بنیادی دلائل تجویز کئے ہیں جنہیں مصادرِ شریعت اور مآخذ قانون کہا جاتا ہے۔

۱۔ قرآن ۲۔ سنت ۳۔ اجماع ۴۔ قیاس

(تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب طاہر القادری ص۵)

آخری فیصلہ کتاب و سنت کا بس

اگر کسی معاملہ میں اختلاف رائے واقع ہو جائے تو حتمی فیصلہ کے لئے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کیا جائے (تا) اختلاف واقع ہونے کی صورت میں (فردوہ الی اللہ والرسول فرمانِ خدا کے قدوس کے مطابق) رجوع کا حکم صرف اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی طرف ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

اولوالامر کو اس میں شامل نہیں کیا گیا ——— اس کی وجہ یہ ہے کہ قانون کا مصد
اصلاً صرف اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں (تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب ص

اولوالامر کو حکم

اختلاف پیدا ہونے کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف
رجوع کرنے کا جو حکم مذکورہ بالا آیت (فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ)
میں دیا گیا ہے وہ بھی دراصل اولوالامر ہی کو حکم دیا گیا ہے۔ (تحقیق مسائل ص۔)

اطاعتِ خدا اور رسول غیر مشروط اور اولوالامر کی مشروط ہے

اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت تو مستقل اور غیر مشروط ہے لیکن
اولوالامر کی اطاعت مستقل اور غیر مشروط نہیں بلکہ وہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ
ان کے احکام، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کے تابع ہوں
اور ان میں کوئی تضاد و تخالف نہ ہو (تحقیق مسائل ص۔)

خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ آیت متذکرہ کی رو سے اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اساسی، مستقل اور غیر مشروط حیثیت حاصل ہے۔ جب کہ
صاحبانِ امر کی اطاعت غیر مستقل، مشروط اور پہلی دونوں اطاعتوں کے تابع قرار

https://t.me/faizanealahazrat

دی گئی ہے (تحقیق مسائل ص۷)

اُمراء وحکام، آئمہ مجتہدین اور علماء وفقہاء صاحبانِ امر ہیں

امراء وحکام، آئمہ مجتہدین اور علماء وفقہاء سب صاحبانِ امر کے زمرے میں شامل ہیں ان کی فقہی آراء، علمی اقوال، فتاویٰ، تحقیقات اور اجتہادات کی حجیت ہمیشہ کتاب و سنت کے تابع اور مشروط ہوتی ہے (تحقیق مسائل ص۷)

دیگر اہلِ علم کسی مسئلے پر فقہاء ومجتہدین سے اختلاف کر سکتے ہیں

شریعت نے بے شک فقہاء مجتہدین کے اجتہادات سے استفادہ کرنے اور ان کی آراء واقوال کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے مگر صرف اسی صورت میں جب کسی مسئلہ پر کتاب وسنت خاموش اور غیر واضح ہوں، مزید براں ان کی حجیت چونکہ مشروط ہوتی ہے اس لئے دیگر اہل علم کا ان سے کسی مسئلہ پر تحقیقاتی اختلاف کرنا شرعاً ناجائز نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں قول فیصل کتاب وسنت کو تصور کیا جاتا ہے۔

"فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول" کا یہی منشاء ہے (تحقیق مسائل ص۷)

پھر لکھتے ہیں "تابعین (اس میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ آگئے) یا ان کے بعد کے اقوال اور اجتہادات (اس میں باقی آئمہ ثلاثہ آگئے) سے اہل علم (جیسے عامر القادری صاحب کہ ان سے بڑا اہل علم اور کون ہو گا جس کا دعویٰ ہے کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کی خدمت کا کام سونپا اور ادارہ بنانے کا حکم دیا) کسی دلیل شرعی

https://t.me/faizanealahazrat

کی بنا پر اختلاف کر سکتے ہیں (تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب ص۱۶) اپنے لئے راستہ ہموار فرما دیا۔

جناب طاہر صاحب نے مذکورہ بالا تحقیق فرما کر اپنے لئے اس بات کا راستہ ہموار فرما دیا کہ آپ دعوائے حنفیت و سنیت کے باوجود ایک اہل علم ہونے کی حیثیت سے آئمہ و فقہاء و مجتہدین سے کسی بھی مسئلہ پر اختلاف کر سکتے ہیں ان کے لئے یہ جائز ہے۔ ان کے لئے قول فیصل کتاب و سنت ہوگی۔ نہ کہ آئمہ و مجتہدین کی بات۔ ورنہ اختلاف کیونکر؟ چنانچہ دیت کے مسئلہ پر یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ عورت کی نصف دیت اکثر فقہاء کا مذہب ہے اور اکثر صحابہ کا اجماع ہے پھر بھی انہوں نے اکثریت کے مذہب کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ انہوں نے قرآن سے ہی عورت کی پوری دیت یعنی سو اونٹ استنباط فرمائی ہے۔ کیونکہ دیت کا مسئلہ ۱۹۸۴ء میں اٹھایا اور یہ کتاب "تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب" ۱۹۸۵ء میں لکھی

اس پر ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ پہلے تو تمام صحابہ و ائمہ کرام کا اجماع ہے، اسے اکثریت کا اجماع کہنا بڑی جہالت اور ڈھٹائی کی بات ہے تاہم اگر اسے سب کا نہیں اکثریت کا ہی اجماع تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس کے منحرف ہونے والے کو کیا کہنا چاہیئے؟ اس سلسلے میں ہم جناب طاہر القادری ہی کا قول خود ان کی اپنی ذات پہ لاگو کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

https://t.me/faizanealahazrat

جناب طاہر اپنے فتویٰ سے منافق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف اور گمراہ ٹھہرے

جبکہ جناب طاہر اپنی کتاب "منافقت اور اس کی علامات" میں لکھ چکے ہیں

"امت کی اکثریت کا کسی مسئلے پر متفق ہو جانا خود بھی شرعی دلیل قرار پاتا ہے۔ اس پر عمل اور اس سے انحراف حرام ہوتا ہے (غالباً اس پر عمل فرض اور اس سے انحراف کہنا چاہتے ہوں گے) کیونکہ قرآن مجید نے بالعموم اہل ایمان کی راہ کی پیروی نہ کرنے کو براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت اور گمراہی قرار دیا۔

(منافقت اور اس کی علامات ص ۴۵-۴۶)

نوٹ: طاہر صاحب کے خیالات کے اور اعلیٰ حضرت بریلوی و مجدد الف ثانی رحمہما اللہ تعالیٰ علیہ کے خیالات کے درمیان کھلا تضاد ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل ایک حوالہ کے علاوہ مزید تحقیق اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "الفضل الموہبی" اور اس پر راقم کا حاشیہ "النقل الرضوی علی الفضل الموہبی" میں ملاحظہ فرمائیں انشاء اللہ ایمان تازہ ہوگا۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں (ملاحظہ ہو مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی ج ۱ ص ۶۵۹ - ۶۶۰)

"ما مقلدان را نسے رسد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرأت در اشارات نمائیم"

https://t.me/faizanealahazrat

(ترجمہ) ہم مقلدین امام اعظم کے لئے جائز نہیں کہ احادیث کے مقتضا پر عمل کرتے ہوئے اشارہ میں جرأت دکھائیں۔ مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ بعض احادیث صحیحہ میں "تشہد" میں انگلی اٹھانے کا ثبوت ملتا ہے تاہم چونکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ (فقہ حنفی) کی ظاہر الروایۃ میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ ہم مقلدین امام اعظم اپنے امام کے فرمان کے خلاف، ان حدیثوں پر عمل کرتے ہوئے انگلی سے اشارہ کرنے کی جرأت نہیں کریں گے کیونکہ ہمارے امام ہماری نسبت کتاب وسنت کو زیادہ جانتے تھے۔"

مگر طاہر صاحب فرماتے ہیں کہ دیگر اہل علم فقہاء ومجتہدین سے کتاب وسنت کی روشنی میں اختلاف کرسکتا ہے۔ حجت صرف کتاب وسنت ہے اور یہی غیر مقلدین کا مذہب ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

پروفیسر طاہر القادری کا ایک اور بہت بڑا جھوٹ

"اپنے منہ میاں مٹھو" کی مصداق کتاب "نابغۂ عصر" وغیرہ میں جناب پروفیسر صاحب اپنے شوقِ اجتہاد کا اظہار فرما چکے ہی تھے۔ لیکن کویت میں اپنے ایک حالیہ دورے کے دوران وہاں کے عربی زبان میں چھپنے والے ایک مقامی اخبار "القبس" کو جو موصوف نے اپنے مجتہد ہونے اور اجتہاد کا دروازہ کھولنے کی خوشخبری سنائی اور اپنے جامعہ منہاج القرآن کے طلباء و متعلمین کی حیرت انگیز تعداد بتائی اسے اخبار نے شائع کیا اور موصوف نے اس اخبار کے ایک صفحہ کا عکس بھی اپنے ماہنامہ "منہاج القرآن" بابت ماہ جولائی ۱۹۸۷ء کے صفحہ ۴۰ پر شائع کیا۔ ہم اس عکس کی عبارت قارئین کو پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں اور پروفیسر صاحب کی مکاری اور فریب دہی کی داد دیں۔

جامعہ منہاج القرآن کے طلباء و متعلمین کی تعداد

الجامعة تضم حاليا ۲۰۰ طالب فی النظام الداخلی واکثر من اثنی عشر الف متعلم یترددون علی المرکز لحضور مجالس العلم و الذکر (صفحہ ۴۸)

اس وقت جامعہ منہاج القرآن میں اقامت رکھنے والے طلباء کی تعداد دو صد ہے اور جو طالب علم جامعہ میں آکر علم پڑھ کر واپس لوٹ جاتے ہیں ان کی تعداد بارہ ہزار سے زیادہ ہے

یہ "بارہ ہزار متعلمین" کی تعداد کا اس قدر بڑا جھوٹ جو طاہر القادری صاحب نے غیر ملکی اخبار کے سامنے غیر ملک میں جاکر صادر فرمایا ہے۔ انہی کا ہی حصہ ہے۔ ان کے اسی ایک جھوٹ سے ان کی دوسری کذب بیانیوں کی کیفیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر طاہر صاحب یہ فرمائیں کہ اس بارہ ہزار سے ان کے جمعہ کے نمازی مراد ہیں یا شب بیداری کے جمعراتیے

طالبعلم

طالبعلم جامعہ میں علم و ذکر کی مجلسوں میں آتے اور واپس لوٹ

https://t.me/faizanealahazrat

توان کا فرمانا اس لئے غلط ہے کہ ایسے لوگوں کو متعلم قرار نہیں دیا جاسکتا۔ لیکن عربی اخبار اور رسالہ منہاج القرآن میں جو الفاظ شائع ہوئے ہیں ان میں بارہ ہزار متعلم کے الفاظ ہیں اور متعلم کا لفظ ہی بتا رہا ہے کہ ان کی مراد عام نمازی اور جمعرا تیے نہیں ہیں اور اگر ایسے لوگ متعلم ہیں تو پھر بادشاہی مسجد، داتا صاحب کی مسجد، ہماری مسجد جامعہ غوثیہ گلبرگ لاہور اور دیگر مساجد کے سب نمازی اور سامعین وعظ بھی متعلم ہوئے۔ پھر تو ایسی صورت میں ہر مسجد کے خطیب ملک سے باہر جاکر اپنی اپنی مسجدوں کے سامعین اور نمازیوں کو جو کثیر تعداد میں ہوتے ہیں اپنی اپنی درس گاہوں کے طلباء و متعلمین کی فہرست میں شمار کرکے سب کی مجموعی تعداد بتاکر اپنے غیر ملکی بھائیوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال سکتے ہیں ؎

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ عرف کے لحاظ سے انہیں ہرگز "متعلم" نہیں کہا جاسکتا۔ ایسے لوگوں کو "متعلم" قرار دے کر ان کو اپنے جامعہ سے منسوب کرنا جیسا کہ طاہر القادری صاحب نے کیا ہے۔ سفید جھوٹ اور غیر ملکی کو یتی بھائیوں کو فریب اور دھوکہ میں ڈالنے کے سوا کچھ نہیں ہے اور یقین جانئے کہ پروفیسر صاحب کا دعویٰ کہ "انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی کہ ادارہ منہاج القرآن بناؤ۔ میں تمہارے پاس لاہور آؤں گا اور یہ کہ میں نے اپنے دین کی تبلیغ کا کام تمہارے سپرد کیا ہے"۔

اسی طرح کی کذب بیانی اور سادہ لوح عوام کی سادگی سے ناجائز فائدہ اُٹھانے کے سوا کچھ نہیں

https://t.me/faizanealahazrat

دعویٔ اجتہاد

پروفیسر طاہر القادری صاحب نے اس اخبار سے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ اجتہاد کا دروازہ بھی کھول چکے ہیں اس اخبار کے وہ الفاظ ملاحظہ ہوں جو انہوں نے وہاں سے اپنے ماہنامہ منہاج القرآن جولائی ۱۹۸۰ء کی اشاعت میں خراجِ تحسین حاصل کرنے کے لئے نقل کئے ہیں

ودعا القادری الی فتح باب الاجتہاد المنضبط بالاصول والقواعد التی وضعھا الخ۔
(ماہنامہ منہاج القرآن جولائی ۸۰ء صـ۴۸)

اور قادری نے ایسے اجتہاد کی دعوت دی (دعویٰ کیا) جو ایسے اصول اور قواعد کے ساتھ منضبط ہے جنہیں قادری نے (مسلمانوں کے لئے) طے کر دیا ہے۔

جناب طاہر القادری صاحب نے باہر جاکر نہ صرف اجتہاد کے دروازے کھول دینے کا دعویٰ کیا بلکہ یہ خوشخبری بھی سنادی کہ انہوں نے اجتہاد کے اصول و قواعد بھی وضع فرما دیئے ہیں۔ گویا مسلمانوں کو ان آئمہ اربعہ کے بعد اب نئے زمانہ کا ایک نیا امام میسر آگیا ہے۔ جس نے اجتہاد کے صدیوں سے بند شدہ دروازہ کو کھول ڈالا ہے اور اس کے قواعد و اصول بھی طے کر دیئے ہیں۔

اور قادری نے ایسے اجتہاد کے دروازہ کو کھولنے کی دعوت

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر صاحب اپنے آپ کو صحابۂ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پلہ عالم سمجھتے ہیں

جناب طاہر صاحب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث جس میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوال کے جواب میں عرض کی تھی کہ میں پہلے قرآن سے مسئلہ تلاش کروں گا۔ اس میں نہ ملے تو حدیث سے، اس میں نہ ملے تو اجتہاد کروں گا،

نقل کرنے کے بعد ہر ایک پڑھے لکھے کو اجتہاد کرنے کی ہدایت عام صادر فرماتے ہیں

۱۔ ہر علمی اور دینی مسئلے کا حل سب سے پہلے قرآن مجید سے تلاش کیا جائے۔

۲۔ اگر پوری سعی و استعداد بروئے کار لانے کے باوجود قرآنِ مجید سے کوئی حکم میسّر نہ آسکے تو پھر اس کا فیصلہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تلاش کیا جائے۔

۳۔ اگر کسی مسئلے کا حل پوری جستجو کے باوجود سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی نہ میسّر آئے تو پھر (کتاب و سنت کی روشنی میں) اجتہاد کیا جائے۔

۴۔ اجتہاد کے لئے تمام دینی اور علمی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے بھرپور سعی کی جائے تاکہ کوئی کمی نہ رہ جائے۔

https://t.me/faizanealahazrat

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان

جناب طاہر القادری اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

"امام مالک نے بھی اثباتِ احکام کے لئے دلائل شرعیہ کی اسی ترتیب سے تمسک کیا۔ آپ نے کتاب وسنت کو جملہ دلائل ومصادر پر ترجیح دی صرف ان کی عدم موجودگی میں تعاملِ اہل مدینہ اور اس کے بعد فتاوی واقوالِ صحابہ کی طرف التفات فرمایا اور اپنے قول کو کبھی بھی نص کے مقابلہ میں اہمیت نہ دی۔" (تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب ص۱۶)

یہ امام مالک علیہ الرحمۃ پر بہتان ہے آیئے۔ امام مالک علیہ الرحمۃ کا مذہب ملاحظہ فرمایئے:۔

امام مالک علیہ الرحمۃ مجتہد ہیں اور مجتہد کے لئے حجت نص ہی ہوتی ہے لیکن مقلد کے لئے ضروری نہیں کہ اسے معلوم ہو کہ امام مجتہد کے پیشِ نظر فلاں نص ہے۔ امام ابن الحاج مکی مالکی علیہ الرحمۃ امام مالک کا قول لکھتے ہیں۔

العمل اثبت من الاحادیث علماً کا عمل حدیثوں سے زیادہ مستحکم ہے

(المدخل ج ۱ ص ۱۲۲)

لیجئے یہ امام مالک علیہ الرحمۃ ہیں جو فرماتے ہیں کہ علماً دین وائمہ مجتہدین کا عمل حدیثوں سے زیادہ مستحکم ومعتبر ہے کیونکہ وہ احادیث کو اس عالم سے بہتر جانتے ہیں جو مجتہد نہ ہو۔

علماً مجتہدین کا عمل اور حدیث

امام ابن الحاج فرماتے ہیں کہ امام مالک

https://t.me/faizanealahazrat

علیہ الرحمۃ کے پیروکاروں نے کہا۔

وانہ لضعیف ان یقال فی مثل ذلک حدثنی فی مثل ذلک فلان عن فلان	ایسی صورت میں حدیث سنانا اور حدثنی فلان عن فلان کہنا پوچ و کمزور بات ہے

(المدخل ج ۱ ص ۱۲۲)

یعنی جب علمأ مجتہدین کا عمل معلوم ہو تو اس کے خلاف کسی حدیث کو حجت لانا کمزور اور غیر معتبر بات ہے۔ کیونکہ مجتہد جو حدیث سنانے والے کی حدیث کے خلاف عمل کرتا ہے تو ضرور اس کی نظر میں اس سے بڑھ کر قوی دلیل موجود ہو گی۔

نیز فرماتے ہیں

وکان رجال من التابعین تبلغہم عن غیرہم الاحادیث فیقولون ما نجہل ہذا ولکن مضی العمل علی غیرہ۔	یعنی تابعین کی ایک جماعت کو جب دوسروں سے ان کے خلاف حدیثیں پہنچتیں وہ کہتے کہ ہمیں ان حدیثوں کی خبر ہے مگر عمل اس کے خلاف ہے۔

(المدخل ج ۱ ص ۱۲۲)

لیجئے اب نام نہاد مفکر ان آئمہ تابعین پر کیا فتویٰ صادر فرمائیں گے کہ وہ منکرین حدیث تھے یا وہ جناب کی بیان کردہ ترتیب سے بے خبر؟

نیز موصوف مزید لکھتے ہیں کہ

وکان محمد بن ابی بکر بن جریر ربما قال لہ اخوہ لم تقض بحدیث کذا فیقول لم اجد الناس	امام محمد بن ابی بکر بن جریر بارہا ان کے بھائی کہتے تم نے فلاں حدیث کے مطابق فیصلہ کیوں نہ کیا۔ وہ فرماتے میں نے علمأ کو اس پر عمل کرتے نہیں پایا۔

https://t.me/faizanealahazrat

علیہ (المدخل ج ۱ ص ۱۲۲)

جناب طاہر القادری جو آئمہ مجتہدین کو اپنا فریق بنائے بیٹھے ہیں۔ ذرا خوفِ خدا دل میں جگہ دیں اور ہوش میں آکر جعلی اجتہاد سے (جو سراسر فساد فی الدین سے عبارت ہے) توبہ کریں اور قادریت کا فریب دے کر سادہ لوح عوام کو مزید بے وقوف نہ بنائیں۔

امام موصوف مزید فرماتے ہیں کہ

امام بخاری و مسلم کے استاذ الاستاذ امام المحدثین عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں کہ

السنة المتقدمة من سنة اهل المدينة خير من الحديث — اہلِ مدینہ کی پرانی سنت حدیث سے بہتر ہے۔

(المدخل ج ۱ ص ۱۲۲)

اہلِ مدینہ کی پرانی سنت جس پر اہلِ مدینہ چلے آرہے ہیں۔ ضرور کسی دلیل ثابت پر ہی ہوگی جس کی انتہا، مجتہد پر ہوگی اور وہ مجتہد ضرور اس حدیث سے باخبر ہوگا جو اس کے عمل کے خلاف اور عملِ اہلِ مدینہ کے مقابلہ میں ہے لہٰذا اس کے پاس اس کا مناسب جواب ہوگا یا تاویلِ معقول۔ اس کے بعد جناب طاہر کے ارشاداتِ عالیہ مکڑی کے جالے سے زیادہ قوت نہیں رکھتے ؎

آں تیغ عقل و آں نگہ پُر فسوں نماند
سودا بجوش آمد و آں رنگِ خون نماند

06071

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر القادری کے نزدیک تقلید کی حیثیت

ان اہل علم حضرات سے بڑے ادب سے درخواست ہے جو سنی حنفی کہلاتے اور طاہر القادری کی خوشامد محض اس لئے کرتے پھر رہے ہیں کہ اس کے وزیر اعلیٰ سے تعلقات ہیں اور کام نکلوانے کی مجبوریاں درپیش رہتی ہیں نامعلوم کب ان کی خدمات کی ضرورت پڑ جائے یا ان کے ساتھ ان کے ذاتی مراسم ہیں، وہ طاہر صاحب کے "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور" کے مصداق حالیہ انٹرویو، جو انہوں نے حال ہی میں اپنی حسب مرضی سوالات قائم کئے اور خود ہی جوابات دیئے ہیں۔ شائع کیا۔ اس کی بجائے وہ ان حقائق کو مدنظر رکھیں جو ان کی اپنی تصانیف میں یا خطبات اور کیسٹوں میں ہیں جن کے حوالہ جات راقم پہلے بھی عرض کر چکا ہے مزید بھی عرض کرتا ہے طاہر القادری کے نزدیک تقلید کی جو حیثیت ہے۔ اسے بھی ملاحظہ فرمائیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

"اقوال صحابہ اور دیگر آئمہ کے اقوال کو تیمم کے مقام پر رکھا گیا ہے کیونکہ اس کی طرف بھی صرف اس وقت توجہ کی جاتی ہے۔ جب پانی میسر نہ آئے"۔ (تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب ص ۲۲)

اہل علم حضرات اس بات کو بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ جناب طاہر صاحب عوام و خواص کو تربیت دے رہے ہیں کہ آئمہ مجتہدین کی تقلید و پیروی کی حیثیت وہی ہے جو تیمم کی ہے کہ تیمم کی طرف رجوع اس وقت کیا جاتا ہے جب پانی نہ ملے۔ ہر شخص کو پانی کی تلاش کرنی چاہیئے اور تلاش بسیار کے باوجود اگر نہ ملے تو بامر مجبوری تیمم کر کے نماز ادا کر لینی چاہیئے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ تیمم "حکم اصلی" نہیں ہے بلکہ "حکم اصلی" وضو ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

گویا طاہر صاحب کے نزدیک عوام و خواص کے لئے حکم اصلی یہ ہوا کہ وہ براہِ راست قرآن و حدیث سے مسائل اخذ کریں اور اسی کی جد و جہد اور کوشش کریں کہ انہیں اقوالِ اصحابہ و اقوال آئمہ مجتہدین کی حاجت نہ پڑے اور اگر ایسی مجبوری پیش آئے کہ قرآن و سنت سے مسئلہ نہ ملے تو مجبوری کا تصور کرتے ہوئے اقوالِ اصحابہ و اقوال آئمہ کو دیکھیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

۱۔ "ہر علمی اور دینی مسئلے کا حل سب سے پہلے قرآن مجید سے تلاش کیا جائے"

۲۔ "اگر پوری سعی و استعداد بروئے کار لانے کے باوجود قرآن مجید سے کوئی حکم میسر نہ آسکے تو پھر اس کا فیصلہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تلاش کیا جائے"

۳۔ "اگر کسی مسئلے کا حل پوری تلاش و جستجو کے باوجود سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی میسر نہ آئے تو پھر کتاب و سنت کی روشنی میں اجتہاد کیا جائے" (تحقیقِ مسائل کا شرعی اسلوب ص ۹)

یہاں اقوال و صحابہ و تابعین و اقوالِ آئمہ مجتہدین کو چھوڑ گئے تاکہ "عورت کی دیت کے مسئلے کی طرح جناب طاہر کو صحابہ و مجتہدین کے اقوال و ارشادات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اگر پڑے تو آپ یہ کہہ کر رد کر سکیں کہ یہ لوگ تو "اس کیس میں میرے فریق ہیں" بات صرف کتاب و سنت پر ہوگی ورنہ، حکم یہی ہے کہ کتاب و سنت کے بعد اجتہاد ہے، سو میں نے کتاب و سنت سے اجتہاد کر کے یہ مسئلہ ایسے ہی اخذ کر لیا ہے۔ میرے پاس سنت ہے گویا میرے پاس پانی موجود ہے میں تیمم (اقوالِ صحابہ و آئمہ پر عمل) کیوں کروں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

"لہٰذا اقوالِ صحابہ و تابعین اور آئمہ کے اجماع و اجتہاد کی تمام صورتیں مصادرِ قانون کے طور پر صرف اس وقت حجیت حاصل کرتی ہیں جب کسی مسئلے پر کتاب و سنت کی کوئی نص موجود نہ ہو۔ اگر مسئلہ کتاب اللہ سے ثابت ہو

https://t.me/faizanealahazrat

تو اسے سنت پر ترجیح حاصل ہوگی اور اگر سنتِ صحیحہ سے ثابت ہو تو آثارِ صحابہ تابعین اور اقوال آئمہ کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا

(تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب صـ۲۲)

اس لئے جناب طاہر نے عورت کی دیت کے مسئلہ میں براہِ راست قرآن سے مسئلہ اخذ کیا اور نام نہاد اجتہاد فرما کر اپنے زعم باطل میں عورت کی دیت کو مرد کی دیت کے ساتھ مقدار میں برابر قرار دیا اور چونکہ دیت کے مسئلہ میں انہوں نے ۱۹۸۴ء میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اجماعِ صحابہ اور اجماعِ آئمہ اہلسنت کے برعکس مؤقف اختیار کر لیا تھا۔ اس لئے اپنے اس غلط مؤقف کو ثابت کرنے کے لئے ایک نیا انداز اختیار کیا تاکہ جب کبھی اس مسئلہ پر یا دوسرے مسائل پر کوئی اعتراض کرے تو آپ اس کتاب "تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب" جو بعد میں ۱۹۸۵ء میں شائع کی کے ذریعے پہلے ہی سادہ لوح پڑھے لکھے حضرات کے ذہنوں کو اپنے حق میں ڈھال چکے ہوں اور یہی غیر مقلدین کا مسلک ہے۔

چنانچہ علامہ سلیمان بن حمان نجدی اپنی کتاب "الہدایۃ السنیہ" میں لکھتے ہیں

"حدیث کے ہوتے ہوئے کسی فقیہہ یا مجتہد کی رائے ہمارے لئے حجت نہیں (طبع امرتسر ۱۹۲۷ء)

پھر لکھتے ہیں

"ہاں ضرورت کے وقت اور ایسی حالت میں جب کہ احادیثِ رسول کے متعلق واقفیت نہ ہو یا اس کی اہلیت نہ ہو یا قواعد استنباط سے بے خبر ہو تو تقلید کی اجازت ہے لیکن یہ بھی اجازت عام نہیں بلکہ نہایت ضروری اور تکلیف کی حالت میں ہے" صـ۹۹۔

یہی طاہر القادری کا مسلک ہے کہ تقلید کو تیمم کے برابر قرار دیا۔ لیکن اس بے خبر کو کون بتائے کہ یہ قواعد وضوابط جنہیں آپ "تحقیقِ مسائل کا شرعی اسلوب" کے عنوان سے

https://t.me/faizanealahazrat

بیان کر کے ان پر عمل کر رہے ہیں اور پڑھے لکھے شخص کو ان قواعد پر عمل کرنے کی تلقین کرتے اور ترغیب دیتے ہیں۔ آپ جیسے لوگوں کے لئے نہیں بلکہ یہ آئمہ مجتہدین کے لئے ہیں آپ کیا جانیں کہ سنت کیا ہے اور اس سے استنباط (مسائل اخذ) کرنے کا کیا طور و طریق ہے؟ آپ جیسے لوگوں کے لئے ایسا کرنا گمراہی میں پڑنے کا سبب ہے۔ اس لئے آپ خود بھی گمراہ ہوئے ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہی میں ڈالے جا رہے ہیں اور اس گمراہی کی انتہا یہ ہے کہ آئمہ مجتہدین کو بھی اپنا فریق بنا ڈالا۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ

https://t.me/faizanealahazrat

حدیث، علماء کو گمراہی میں ڈالنے والی ہے سوائے مجتہدین کے

اس سلسلے میں امام ابن عیینہ کا ارشاد گرامی ملاحظہ فرمائیں۔ یہ امام سفیان بن عیینہ مکی ہیں جو امام جعفر صادق ایسی شخصیتوں کے شاگرد اور امام شافعی و امام احمد بن حنبل کے استاذ، امام بخاری علیہ الرحمۃ کے استاذ الاستاذ (استاذوں کے استاذ) ہیں جنکی پیدائش ۱۰۷ھ کو ہوئی اور وصال ۱۹۸ھ میں ہوا جن کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں کہ

لولا مالك وسفيان لذهب علم الحجاز (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۱۹)	اگر امام مالک اور امام سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم جا چکا ہوتا۔

اور احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ

ما رأيت احدا من الفقهاء اعلم بالقرآن والسنن منه۔ (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۲۱)	میں نے فقہاء میں سے کوئی نہیں دیکھا جو امام ابن عیینہ سے بڑھ کر قرآن و سنت کا جاننے والا ہو۔

اس امام جلیل کا ارشاد گرامی سنئے۔ امام ابن الحاج مکی المدخل میں فرماتے ہیں کہ

قال ابن عيينة: الحديث مضلة الا للفقهاء الخ (المدخل ج ۱ ص ۱۲۲)	امام ابن عیینہ نے فرمایا، حدیث، آئمہ مجتہدین کے سوا دوسروں کے لئے گمراہ کرنے والی ہے۔

یعنی حدیثوں کو سمجھنا دراصل مجتہدین کا کام ہے۔ جناب طاہر جیسوں کے بس کا روگ نہیں ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر صاحب کا لوگوں کو آئمہ کی تقلید سے متنفر کرنے کا نیا سلسلہ

افسوس کہ طاہر صاحب اپنے آپ کو سُنی بھی کہتے ہیں اور حنفی بھی۔ مگر ان کی تین رسوا کن تصانیف اِن دعوؤں کی قلعی کھول کر رکھ دیتی ہیں۔ ایک "فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے؟" دوسری "اجتہاد اور اس کا دائرۂ کار" اور تیسری "تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب"۔

موصوف "تحقیقِ مسائل کا شرعی اسلوب" میں امام شافعی علیہ الرحمۃ کے اقوال بحوالہ امام ابن قیم شاگرد امام ابن تیمیہ نقل کرتے ہیں کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔

۱۔ اگر صحیح حدیث مل جائے تو میرے قول کو دیوار پر دے مارو۔

۲۔ اگر تمہیں میری کتاب میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کچھ ملے تو سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق فتویٰ دو اور میرے قول کو ترک کر دو۔

تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب ص ۱۸-۱۹)

جناب طاہر کو یہ معلوم ہو کہ امام شافعی کا یہ ارشاد آپ اور میرے جیسے لوگوں کے لئے نہیں بلکہ اپنے ان شاگردانِ عزیز کے لئے ہے جو درجۂ اجتہاد پر فائز تھے جیسے حضرت امامِ اعظم علیہ الرحمۃ کے شاگردانِ رشید، امام محمد و امام ابو یوسف علیہما الرحمۃ چنانچہ امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

وھذا الذی قالہ الشافعی	یہ جو امام شافعی علیہ الرحمۃ نے ارشاد
لیس معناہ ان کل احد رای	فرمایا اس کا یہ معنی نہیں کہ جو شخص بھی
حدیثا صحیحا قال ھذا	حدیث صحیح دیکھے وہ کہہ دے کہ یہ امام

https://t.me/faizanealahazrat

مذهب الشافعی وعمل بظاهره وانما هذا فیمن له رتبة الاجتهاد فی المذهب[۱]

(شرح المجموع ج ۱ ص ۶۴)

شافعی کا مذہب ہے اور اس حدیث کے ظاہر پر عمل شروع کر دے یہ فرمان تو ایسے شخص کے بارے میں ہے جسے اجتہاد فی المذہب کا مرتبہ حاصل ہو۔

اب جناب طاہر صاحب کی آنکھیں کھلنی چاہئیں اور انہیں اس بات کو صدقِ دل سے باور کرتے ہوئے کہ وہ اپنے نام نہاد اجتہاد اور اپنی غیر مقلد ذہنیت سے تائب ہو کر آئمہ کو فریق کہنے اور "تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب" اور "اجتہاد اور اس کا دائرہ کار" اور "فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے" ایسی رسوائے زمانہ تحریروں سے علانیہ رجوع کر لینا چاہیئے علاوہ ازیں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ و امام مالک و امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی جو اس طرح کے ارشادات فرمائے ہیں کہ حدیث صحیح کے مقابلہ میں تمہیں ہمارا کوئی قول ملے تو اس پر عمل نہ کرنا اسے چھوڑ دینا اور سمجھ لینا کہ ہمارا مذہب وہی صحیح حدیث ہے، یہ دراصل ان علماء کے لئے ہے جو ان کے مذہب میں درجۂ اجتہاد پر فائز ہیں یہ ارشاد جناب طاہر القادری جیسے لوگوں کے لئے نہیں جو اجتہاد تو کجا رہا عربی عبارت تک صحیح پڑھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

https://t.me/faizanealahazrat

ایک اور مسئلہ میں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی مخالفت

قارئین! جناب طاہر القادری صاحب نے اپنی کتاب "اجزائے ایمان" کے حصہ اول صفحہ ۱۷۶ پر حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ والی حدیث نقل کی۔ جس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی اور اس میں بھول کر دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا تو حضرت ذوالیدین نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کیا نماز چھوٹی کر دی گئی ہے یا پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھول گئے؟

طاہر القادری لکھتے ہیں۔

"اس پر آپ نے دوسرے صحابہ کی طرف دیکھا سب نے ذوالیدین کی تائید کی۔ چنانچہ آپ نے کھڑے ہو کر مزید دو رکعت ادا فرمائی اور اس کے بعد سلام پھیر کر سجدہ سہو ادا کیا۔ (۱) یہ اس لئے کیا گیا کہ اگر لوگوں سے کسی وقت بھول ہو جائے تو اس کی تلافی کی وہ صورت بھی ان کے سامنے موجود ہو جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار فرمائی"۔ (اس کے بعد لکھتے ہیں) (۲) کوئی شخص چار رکعتوں پر مشتمل نماز میں بھول جائے اور دو رکعت پر سلام پھیر دے اگر اس نے کسی سے گفتگو نہ کی اور قبلہ سے کلیتہً رُخ نہ پھیرا تو وہ شخص اپنی بقیہ نماز مکمل کر کے بعد ازاں سجدہ سہو کر لے تو نماز ادا ہو جاتی ہے۔ ورنہ اسے چار ہی رکعتیں مکمل کرنا ہوں گی۔ (۳) لیکن حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کلیے سے مستثنیٰ ہیں۔ چنانچہ آپ نے بات چیت کرنے کے باوجود اسی نماز کو مکمل فرمایا

(اجزائے ایمان حصہ اوّل ص ۱۷۶-۱۷۷)

https://t.me/faizanealahazrat

اس میں جس عبارت پر نمبر ایک درج ہے یعنی یہ اس لئے کیا گیا ..... " اسے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر نمازی چار رکعت والی نماز میں بھول کر چار کی جگہ دو پڑھ کر سلام پھیر دے پھر آپس میں بھول چوک سے متعلق گفتگو کر لیں تو ان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل تلافی کا راستہ دکھاتا ہے کہ وہ گفتگو کے باوجود بقیہ دو رکعت پڑھ کر سجدہ سہو کریں گے یوں ان کی نماز ہو جائے گی اور اس کے بعد نمبر ۲ کو دیکھئے اس میں بقیہ نماز کے مکمل کرنے کی میں " گفتگو نہ کرنا " شرط قرار دیا۔ جب کہ نمبر ایک میں جسے تلافی کے لئے کافی قرار دیا اس میں گفتگو کا ثبوت موجود ہے تو ان دونوں میں تضاد پایا جاتا ہے۔ جناب مفکرِ اسلام، علامہ اور ڈاکٹر تو بن گئے۔ تبلیغ و علم کا یہ حال ہے کہ اپنی بات میں تضاد تک کا شعور نہیں ہے ؎

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے یا رب!
لڑتے ہیں مگر ہاتھ میں تلوار نہیں!

پھر نمبر ۳ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس شرط سے مستثنیٰ کر دیا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بات چیت کرنے کے باوجود اسی نماز کو مکمل فرمایا۔ جب کہ جناب کی یہ تاویل و توجیہہ خود حدیث کے خلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ ابتدا کا واقعہ ہے جب نماز میں بوقتِ ضرورت گفتگو کرنے کی اجازت تھی۔ پھر اس کو منسوخ کر دیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

کنا نسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی الصلوٰۃ فیرد علینا فلما رجعنا من عند النجاشی سلمنا علیہ فلم یرد علینا فقلنا	ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرتے اور آپ نماز میں ہوتے تو آپ ہمیں سلام کا جواب دیتے پھر جب ہم نجاشی کے ہاں سے واپس لوٹے تو آپ نے ہمیں سلام کا جواب نہ دیا۔ تو ہم

https://t.me/faizanealahazrat

یارسول اللہ کنا نسلم علیک فی الصلوٰۃ فترد علینا فقال ان فی الصلوٰۃ لشغلا (مشکوٰۃ صـ۹۰)

عرض کی " ہم آپ کو نماز کی حالت میں سلام عرض کرتے تھے آپ ہمیں جواب دیتے تھے فرمایا بلاشبہ نماز میں سلام سے ایک مانع چیز ہے۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ "لَشُغْلًا" کے معنی لکھتے ہیں " ای مانعا من السلام" (مرقاۃ ج ۲ صـ۳۱) یعنی نماز کی حالت اس بات سے مانع ہے کہ میں کسی کو اس کے سلام کا جواب دوں۔ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ علامہ امام مظہر علیہ الرحمۃ سے نقل کرتے ہیں۔

کان الکلام فی بدء الاسلام جائزا فی الصلوٰۃ ثم حرم (مرقاۃ ج ۲ صـ۳۱)

کہ ابتداء اسلام میں نماز میں گفتگو کرنا جائز تھا پھر حرام کر دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ امام ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کا فرمانا کہ بعد میں نماز کی حالت میں گفتگو کرنے کی ممانعت ہوگئی اور اسے حرام ٹھہرا دیا گیا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی نماز میں کسی سے گفتگو کرنا منع تھا۔ جب سلام کا جواب نہ دیا تو گفتگو کیسے جائز ہوگئی۔ لہٰذا جناب طاہر صاحب کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے مستثنیٰ کرنا فقہ حنفی اور مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ہے اسی لئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے خصوصیت والی بات کو حسب عادت محققین "قِیْلَ" بصیغۂ تمریض ذکر کر کے اس کے خلافِ تحقیق ہونے کی طرف ارشاد فرمایا لیکن جناب طاہر کو اس سے کیا غرض وہ تو ہر وہ بات کریں گے جس سے عوام خوش ہو کر انہیں داد دیں۔ خواہ عند اللہ یا عند التحقیق وہ بات درست ہو یا غلط۔ اب دوسری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

کنا نسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی الصلوۃ قبل ان نا تی ارض الحبشۃ اتیتہ فوجدتہ یصلی فسلمت علیہ فلم یرد حتی اذا قضی صلوتہ قال ان اللہ یحدث من امرہ مایشاء وان مما احدث ان لاتتکلموا فی الصلوۃ فرد علی السلام وقال انما الصلوۃ لقراءۃ القرآن وذکر اللہ فاذا کنت فیھا فلیکن ذلک شانک (مشکوۃ ص۹۱)

ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرتے اور آپ نماز میں ہوتے اس سے پہلے ہم سرزمین حبشہ کو آتے۔ تو آپ نہیں جواب دیتے پھر جب ہم سرزمین حبشہ سے واپس لوٹے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو نماز پڑھتے پایا۔ پس میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے سلام کا جواب نہ دیا یہاں تک کہ اپنی نماز ادا کرلی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے جو چاہتا ہے ظاہر کرتا رہتا ہے اور بے شک ان احکام سے جو اللہ نے ظاہر کئے یہ ہے کہ تم نماز میں کلام نہ کرو۔ پھر آپ نے میرے سلام کا جواب دیا اور فرمایا نماز قرآن کی قراءۃ اور اللہ کی یاد کے لئے ہی ہے۔ پس جب تم نماز میں ہو تو تمہارا یہی حال ہونا چاہیئے۔

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوگیا کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم بھی اس بات سے مستثنیٰ نہیں تھے۔ اگر مستثنیٰ ہوتے تو آپ سلام کا جواب دے دیتے اور ان کو فرما دیتے کہ تمہیں نماز میں سلام و کلام کرنا منع ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اللہ تعالیٰ کا ایک حکم عام قرار دے کر اپنے آپ کو بھی شامل رکھا اور مستثنیٰ نہ کیا۔

https://t.me/faizanealahazrat

اب تیسری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:۔

حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان هذه الصلوة لا يصلح فيها شئ من كلام الناس انما هي التسبيح والتكبير وقراءة القرآن الخ	بے شک یہ نماز، اس میں لوگوں کی گفتگو میں سے کوئی بھی چیز لائق وجائز نہیں یہ تو تسبیح وتکبیر اور قرآن کی قرأۃ ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۳)

اس حدیث میں کسی استثناء کے بغیر علی العموم فرمارہے ہیں کہ نماز میں گفتگو جائز و لائق نہیں ہے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ اگر کسی شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد فرماتے تو اس پر جواب دینا اور اطاعت کرنا فرض تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلانا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت تھی اور ہے اور رہوگی اور یہ بھی ان حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ فرض تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کی حالت میں کسی سے بات نہ فرمائیں حتیٰ کہ کسی کے سلام کا جواب بھی نہ دیں۔ جیسا کہ مندرجہ بالا حدیثوں سے وضاحت کے ساتھ ثابت ہوچکا ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے مستثنیٰ کرنا ان حدیثوں کے منافی اور غلط ہے

اس حدیث کی شرح میں امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

قال ابو حنيفه والكوفيون تبطل	یعنی امام ابوحنیفہ اور کوفیوں کے نزدیک لوگوں کے ساتھ کلام کرنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔

(شرح مسلم ج ۱ ص ۲۰۳)

اس میں جناب طاہر صاحب کی تشریح نمبر ایک کی تردید ثابت ہوگئی۔ جس میں وہ فرماتے

https://t.me/faizanealahazrat

ہیں کہ " یہ اس لئے کیا گیا (یعنی گفتگو کے باوجود بقیہ نماز ادا کر کے سجدہ سہو سے نماز مکمل کر لی جائے) کہ اگر لوگوں سے کسی وقت بھول ہو جائے تو اس کی تلافی کی وہ صورت بھی ان کے سامنے موجود ہو جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اختیار فرمائی۔ ان حدیثوں سے واضح ہو گیا کہ یہ غلط ہے۔ نماز از سر نو پڑھنا ہو گی۔ سجدہ سہو سے تلافی نہ ہو گی۔ اب چوتھی حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

کنا نتکلم فی الصلوٰۃ یکلم الرجل صاحبہ وھو الیٰ جنبہ فی الصلوۃ حتی نزلت "وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ" فَاُمِرْنَا بالسکوت ونھینا عن الکلام	ہم نماز میں آپس میں باتیں کر لیتے تھے مرد نماز کے اندر اپنے ساتھی کے ساتھ بات کر لیتا اور وہ اس کے پہلو کے ساتھ ہوتا یہاں تک کہ قرآنِ کریم کی یہ آیت نازل ہوئی " اور کھڑے ہو اللہ کے لئے فرمانبرداری کرنے خاموش ہونے والے ہو کر تو ہمیں خاموش رہنے کا حکم کیا گیا اور ہمیں کلام کرنے سے روک دیا گیا۔
(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۴)	

اس حدیث سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ سے اور صحابہ کرام کا آپس میں نماز کے دوران گفتگو کرنا پہلے ہوا کرتا تھا۔ جو بعد میں بحکمِ خداوندی منسوخ و ممنوع ہو گیا اور اس حکم میں بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی داخل تھے، مستثنیٰ نہ تھے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کے سلام کا جواب ضرور عنایت فرماتے۔ حضرت امامِ اعظم کا بھی یہی مذہب ہے۔

قال ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ والکوفیون یبطل۔	یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور کوفہ والے (علماء) فرماتے ہیں۔ کلام

https://t.me/faizanealahazrat

(شرح نووی ج ۱ ص ۲۰۲) کرنے سے باطل ہو جاتی ہے۔

اس سے بھی جناب طاہر صاحب کے خیال فنبرا کی واضح طور پر تردید ہو جاتی ہے امام نووی آگے چل کر فرماتے ہیں کہ

قال ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ واصحابہ والثوری فی اصح الروایتین عنہ تبطل صلوۃ بالکلام ناسیا او جاھلا لحدیث ابن مسعود وزید بن ارقم رضی اللہ عنہما وزعموا ان حدیث قصۃ ذی الیدین منسوخ بحدیث ابن مسعود و زید بن ارقم۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگردوں نے فرمایا اور امام ثوری سے صحیح ترین روایت کے مطابق بھی یہی ہے کہ کلام کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے خواہ بھول کر ہو یا لاعلمی میں، اس کی دلیل حضرت ابن مسعود اور زید بن ارقم کی حدیث ہے اور ان اماموں کی تحقیق یہ ہے کہ ذوالیدین کے واقعہ والی حدیث حضرت ابن مسعود اور زید بن ارقم کی حدیث سے منسوخ ہے

(شرح مسلم امام نووی ج ۱ ص ۲۱۲)

لیجئے! قارئین کرام! آپ نے سمجھ لیا اور پڑھ لیا کہ آج جناب طاہر صاحب حضرت ذوالیدین والی جس حدیث کا تذکرہ کر کے یہ فرما رہے ہیں کہ "یہ اس لئے کیا گیا کہ اگر لوگوں سے کسی وقت بھول ہو جائے تو اس کی تلافی کی وہ صورت بھی ان کے سامنے موجود ہو جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار فرمائی" اور یہ کہ "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کیلئے سے مستثنیٰ ہیں" وہ حدیث سرے سے منسوخ ہو گئی۔

ایک سوال اور اس کا جواب :-

https://t.me/faizanealahazrat

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے کہ اس دوران ابلیس (شیطان) آپ کو پریشان کرنے لگا، آگ کا شعلہ لے آیا تاکہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخِ انور کے سامنے کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ نماز سے ہٹائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اعوذ باللہ منک" یعنی تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں پھر فرمایا کہ میں اللہ کی لعنت کے ساتھ تجھ پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیطان سے مخاطب ہوئے اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بحالتِ نماز کسی سے خطاب کرنا یا بولنا منع ہوتا تو ایسا نہ فرماتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ نماز میں کلام کے منسوخ ہونے سے پہلے کا ہے۔ ملاحظہ ہو مرقاۃ ج ۲ ص ۴۱۲)

لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جس شخص کو قرآن وسنت کے ناسخ ومنسوخ تک کا علم نہیں وہ شتر بے لگام کی طرح دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک گھومتا پھرتا اور جو دل میں آتا ہے کہتا اور لکھا جاتا ہے۔ لوگوں کو دھوکا دینے کو سُنی بھی اور حنفی بھی کہلاتا ہے اور ساتھ ہی عقیدہ اہلسنت اور مسلک امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے برعکس احکام ومسائل بھی بیان کئے جاتا ہے اور کس قدر سادہ لوح ہیں ہمارے اربابِ اقتدار اور سرمایہ دار مسلمان جو اس کے دامِ فریب میں مبتلا ہو کر اس کے پیچھے اپنی دولت لٹائے جا رہے ہیں۔ گویا دین بھی برباد اور دنیا بھی برباد ؎

میں تم سے کیا کہوں اس وقت دل پر کیا گذرتی ہے
تصور دل میں آتا ہے تو آنکھ اشکوں سے بھرتی ہے

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر القادری کی فقہ سے عداوت

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ جناب طاہر القادری پر "اجتہاد" کا شوق کچھ ایسا سوار ہو چکا ہے کہ وہ اس شوق کو بہر صورت عملی جامہ پہنانے کے لئے ہر طرف ہاتھ پاؤں مارتے پھر رہے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں لوگوں کے ذہنوں کو ائمہ کرام کی ترتیب دی ہوئی مسلمہ فقہ سے متنفر کرنے اور اس کے مقابلہ میں ایک نئی اور جاہلانہ فقہ کے ایجاد کئے جانے کی اہمیت کا قائل کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور ساتھ ساتھ تقلید کے خلاف بھی ان کے ذہنوں میں ایک تاثر پیدا کر رہے ہیں۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں

"ہمارے قدامت پرست مذہبی ذہن (علماء دین) نے (الا ماشاء اللہ) تصورِ تقلید کو فی الواقع فکری تعطل میں بدل دیا ہے اور اجتہاد کو عملاً شجرِ ممنوعہ بنا دیا ہے اس لئے جو فقہی کام آج سے کئی سو سال پہلے کی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ہوا تھا۔ اسے تمام تفصیلات و جزئیات سمیت ہر اعتبار سے آج کے دور کے لئے بھی من و عن کافی و وافی سمجھ لیا گیا ہے۔ تمام مذہبی طبقہ اسے عملاً اور واقعۃً قرآن و سنت کی طرح ہمیشہ کے لئے حتمی و قطعی سمجھتا ہے اور اس سے جزوی اختلاف یا اس میں اجتہاد کو فعلِ حرام تصور کرتا ہے اس نے قرآن و سنت اور اجتہادی آراء و علوم کے درمیان امتیاز کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے اس لئے کتبِ فقہ وحی کا بدل تصور ہونے لگی ہیں اور ان کی موجودگی میں نئے فقہی اجتہاد کو سراسر اسلام کے خلاف سازش تصور کیا جاتا ہے"۔ (اجتہاد اور اس کا دائرہ کار ص ۱۷)

قارئین غور فرمائیں، خاص کر سُنی حنفی کہلانے والے اور ائمہ کرام کے متوالے، جناب

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر کی اس تحریر پر آنکھیں کھولیں۔ جہاں فرقہ وہابیہ امام اعظم ابو حنیفہ و امام شافعی وغیرھما آئمہ کرام کے مزارات طیبہ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ وہاں یہ نام نہاد مجتہد، سرتاپا جہل مرکب طاہر القادری ان بزرگوں کی اجتہادی کاوشوں اور روز روشن سے بڑھ کر تاباں و درخشاں ان کے علمی کارناموں کو اپنے جاہلانہ اجتہاد کے ذریعے نیست و نابود کرنے میں مصروف ہے۔ بلکہ جو کام غلام احمد پرویز نہ کر سکا۔ کہ وہ داڑھی منڈا تھا اور سُنی حنفی ہونے کا دعوے دار نہ تھا اور میلاد کا نام بھی نہ لیتا تھا۔ لیکن جناب نے عوام کی دُکھتی رگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے، سنی حنفی ہونے کا دعوے کرتے ہوئے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قادریت کی نسبت کا ٹائٹل اور لیبل لگا کر اسی کے مقاصد کی تکمیل کا بیڑا اُٹھا لیا ہے ؎

غیر کم بخت تو گستاخ تھے مدت سے
اب تو کچھ آپ کے منہ سے بھی نکل جاتا ہے

ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ ان آئمہ کرام و مجتہدین عظام کی تقلید کرنے والے جس قدر بزرگان آج تک گذرے، اپنے آئمہ کی فقہ پر ہی چلتے، لوگوں کو اس پر چلاتے رہے اور اسی فقہ کو کافی و وافی سمجھتے چلے آئے کسی نے بھی نیا اجتہاد نہ کیا اور نہ ہی اپنے آئمہ سے کوئی جزوی اختلاف کی جسارت کی۔ بالخصوص سیدنا غوثِ اعظم، سیدنا خواجہ غریب نواز سیدنا شیخ شہاب الدین، سیدنا بہاء الدین چاروں ارباب سلاسل عالیہ اور حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

آپ کے بقول وہ "قدامت پرست" نہ ہوئے یا وہ علماء نہ تھے؟ کیا، ان کے سامنے زمانے نے ترقی نہ کی تھی یا کیا یہ فکری طور پر جمود کا شکار تھے؟ اگر ایسے ہی تھے تو واضح کیجئے اور اہل سنت سے خیر پائیے اور اگر ایسے نہیں تھے تو انہوں نے کونسی نئی فقہ ترتیب دی اور کونسا نیا اجتہاد فرمایا تھا؟ اور انہوں نے اپنے آئمہ مجتہدین کے ساتھ کس کس مسئلہ میں

https://t.me/faizanealahazrat

جزوی اختلاف کیا ؟ کیا جناب ان مسائل کی نشاندہی فرمائیں گے۔ یہ جناب کے ذمہ ادھار رہا۔

فقہاء نے آنے والی نسلوں کی ہر ضرورت کو پیشگی پورا کر دیا

ہمارا دعویٰ ہے کہ جناب طاہر صاحب جنہیں اجتہاد کا بخار چڑھا ہوا ہے اور اس سلسلے میں وہ فقہ اسلامی کے مسلمات کو بدلنے کے لئے نام نہاد تحریک منہاج القرآن کو ملک ملک اور شہر شہر پھیلانے میں معروف ہیں، ایسا کوئی مسئلہ نہیں لا سکتے جس کا جواب ان کی خدمت میں اسی فقہ اسلامی سے پیش نہ کر دیا جائے جس کے حاملین کو وہ قدامت پرست کا طعنہ دے کر ضلالت و گمراہی پرست ہو رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم امام ابن الحاج علیہ الرحمۃ کا حوالہ عرض کئے دیتے ہیں ع

شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات

امام موصوف المدخل میں لکھتے ہیں

فمن لقي مثل هؤلاء كيف يكون علمه وكيف يكون حاله وعمله ؟ فحصل للقرن الثاني نصيب وافر أيضا في إقامة هذا الدين ورؤية من رأى بعيني رأسه صاحب الشريعة صلوات الله عليه وسلامه فلذلك كانوا خيرا من

جن آئمہ و فقہاء نے سیدنا ابن عباس ایسے ترجمان القرآن اور علی مرتضیٰ ایسی ہستیوں سے علم فقہ حاصل کیا جو فرماتے تھے کہ جب تک میں تم میں موجود ہوں مجھ سے جو چاہو سو پوچھو۔ میں آسمانوں کے راستوں کو جانتا ہوں جیسے زمین کے راستوں کو پہچانتا ہوں، ان کا علم کیسا، ان کا حال کیسا ہوگا اور عمل کیسا۔ پھر دوسری صدی والے

https://t.me/faizanealahazrat

الذين بعدهم ، ثم عقبهم التابعون لهم وهم تابعوا التابعين رضي الله عنهم ، فيهم حدث الفقهاء المقلدون المرجوع إليهم في النوازل الكاشفون للكروب ، فوجدوا القرآن والحمد لله مجموعا ميسرا ووجدوا الأحاديث قد ضبطت وأحرزت ، فجمعوا ما كان متفرقا وتفقهوا في القرآن والأحاديث على مقتضى قواعد الشريعة ، واستخرجوا فوائد القرآن والأحاديث ، واستنبطوا منها فوائد وأحكاما وبنوا على مقتضى المنقول والمعقول ودونوا الدواوين ويسروا على الناس ، وبينوا المشكلات باستخراج الفروع من الأصول ، وردوا الفرع إلى أصله وبينوا الأصل من فرعه فانتظم الحال ، واستقر من الدين لأمة محمد

علماء و فقہا کو اس دین کے قائم کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب شریعت کے دیکھنے والوں کی زیارت کا حصہ وافر حاصل ہوا۔ اس لئے وہ اپنے بعد والوں سے بہتر ہوئے پھر ان کے بعد اتباع تابعین کے رضی اللہ عنہم ان میں وہ فقہا پیدا ہوئے جن کی تقلید کی جاتی ہے جن کی طرف حوادث میں رجوع کیا جاتا ہے جو سختیوں اور مشکلوں کو دور کرنے والے ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ انہوں نے قرآن آسان کیا ہوا اور حدیثوں کو منضبط اور مجتمع پایا پھر انہوں نے متفرق احکام و مسائل کو یک جا جمع کیا اور شریعت کے قواعد کے مقتضی پر قرآن و احادیث میں اجتہاد کیا اور قرآن و احادیث سے احکام و مسائل اور فوائد نکالے اور معقول و منقول کے مقتضی پر خوب وضاحتیں فرمائیں اور کتابوں کو مدون کر کے لوگوں کے لئے دین کو آسان بنا دیا اور اصول میں سے فروع و جزئیات کو نکال کر مشکلات کو واضح کر ڈالا اور جزئیات کو اصول کی طرف لوٹایا اور اصل کو فروع سے الگ بیان کر دیا پس

https://t.me/faizanealahazrat

صلی اللہ علیہ وسلم بسببہم الخیر العمیم، فحصلت لھم فی إقامۃ ھذا الدین خصوصیۃ أیضا بلقائھم من رأی من رأی صاحب العصمۃ صلوات اللہ علیہ وسلامہ، ومع ذلک لم یبق لمن بعدھم شیئا یحتاج أن یقوم بہ بل کل من أتی بعدھم إنما ھو مقلد لھم فی الغالب وتابع لھم، فإن ظھر لھم فقہ غیر فقھھم أو فائدتھم فمردود کل ذلک علیہ أعنی بذلک أن یزید فی حکم من الأحکام التی قررت أو ینقص منھا فذلک مردود بالإجماع، وأما ما استخرجہ من بعدھم من الفرائد غیر المتعلقۃ بالأحکام فمقبول

(المدخل ج ۱ ص ۷)

صورتِ حال نظم وضبط میں آگئی اور ان کے سبب سے امتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دین سے عام بھلائی کا سلسلہ برقرار ہوگیا۔ پس صحابۂ کرام، جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، کی زیارت و ملاقات سے بھی اس دین کے قائم کرنے میں ان کو ایک خصوصیت حاصل ہوگئی اور اس کے باوجود انہوں نے اپنے بعد آنے والوں کے لئے کوئی ایسی چیز نہ چھوڑی جس کے قائم کرنے کی حاجت تھی بلکہ ان کے بعد جو بھی آیا وہ غالب امور میں ان کا مقلد اور پیروکار ہوا۔ پس اس کے بعد اگر کوئی نئی فقہ ظاہر ہوتی جو ان کی دی ہوئی فقہ کے خلاف ہوگی تو وہ ساری کی ساری اس پر رد کر دی جائے گی۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ کوئی طے شدہ احکام میں اضافہ کرے یا ان میں سے کوئی چیز کم کرے تو بہ اجماع واتفاق اسے رد کر دیا جائے گا۔ البتہ بعد والے قرآن وحدیث سے ایسے نئے موتی حاصل کریں جن کا احکام وسائل سے تعلق نہ ہو تو وہ قبول ہوں گے (المدخل ج ۱ ص ۷)

https://t.me/faizanealahazrat

جناب طاہر صاحب امام ابن الحاج کے ان ارشاداتِ عالیہ پر کان دھریں اور آنکھوں سے "اَنَا وَلَا غَیرِی" کی پٹی اتار پھینکیں۔ اور آئمہ دین متین کی کاوشوں اور مسلسل محنتوں کا صلہ ناشکری اور ناقدری کی صورت میں چکانے کی بجائے، پھر کسی دینی درسس گاہ میں باقاعدہ داخلہ لیں۔ عربی گرامر اور دیگر علوم و فنون پر اچھی طرح دسترس حاصل کریں تاکہ وہ اس بات کے اہل ہوسکیں کہ فقہ کے اُسی قدیم ذخیرہ سے ہر آنے والے مسئلہ کا حل تلاش کرلیں اور اگر آپ کو فقہی علوم پر عبور رہوتا تو نام نہاد اجتہاد اور فقہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے جزوی اختلاف کرنے کی جسارت کبھی نہ کرتے اور اس فقہ کے خلاف عوام کو اکسانے کی کوشش نہ کرتے۔ بہ مطابق محاورہ "النَّاسُ اعداءُ لِمَا جَهِلُوا" کہ لوگ اس کے دشمن ہیں جسے نہیں جانتے۔ آپ فقہ سے جاہل ہونے کی وجہ سے اس کے دشمن ہیں۔

فقہ کی اہمیت وضرورت

فقہ کے لغوی معنی "کسی چیز کو جاننا اور سمجھنا" ہے قرآن "لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ" کا حکم فرما کر علم فقہ کے حاصل کرنے کا حکم دے رہا ہے اور سنن والی حدیث میں ہے۔ "ان الحیاء والفقہ من الایمان" کہ بے شک حیاء وفقہ ایمان کا حصہ ہیں ایک اور حدیث میں ہے کہ "جسے قوم نے فقہ کی بنیاد پر اپنا سردار بنا لیا وہ ان کی زندگی ثابت ہوگا اگر کسی کو قوم نے فقہ کے بغیر اپنا سردار بنا لیا تو وہ ان کے لئے ہلاکت ثابت ہوگا۔ (مقدمہ دارمی) ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم — سیهدیهم طریق الهالکینا

(ترجمہ) جب کسی قوم کا راہنما کوّا ہو تو وہ انکو ہلاک ہونے والوں کا راستہ دکھائے گا۔

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر القادری فقہ سے جاہل

رہا جناب کا فقہ سے جاہل ہونا تو یہ بات یوں مسلم ہے کہ جناب کو عربی عبارت تک صحیح پڑھنا نہیں آتی، قرآن کریم تک نہیں صحیح پڑھ سکتے باقی علوم کا مسئلہ تو الگ رہا اور اس کے علاوہ آپ نے روزنامہ جنگ کو انٹرویو دیتے ہوئے ایک فتویٰ صادر فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ آپ بلا تحقیق فتویٰ نہیں دیتے۔ جب دیتے ہیں تو تحقیق کر کے ہی دیتے ہیں (ملاحظہ ہو)

"میں اتنی آسانی اور بغیر تحقیق کے فتویٰ نہیں دیا کرتا"

"نابالغ کا سرپرست اس کا نکاح کرتا ہے جب وہ بالغ ہو گا تو اسے شرعی اختیار حاصل ہے۔ نکاح ایک کنٹریکٹ ہے جو سرپرست کر سکتا ہے۔ نکاح کے باب میں شریعت نے بلوغت کا حق رکھا ہے جس میں بالغ ہوتے ہی لڑکا اور لڑکی نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں اس سلسلے میں باپ دادا کا کیا نکاح شامل نہیں، باقیوں کا کیا ہوا نکاح فسخ ہو جائے گا۔ یہ طلاق کی ایک شکل ہو گی۔ (روزنامہ جنگ لاہور جمعہ میگزین ۲۷ فروری تا ۵ مارچ ۱۹۸۷ء)

اس فتویٰ میں جناب نے تحقیق کے باوجود دو غلطیاں کی ہیں۔ ایک تو باپ دادا کے نکاح کو علی الاطلاق ناقابلِ فسخ قرار دیا جو غلط ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ عام حالات میں تو یہی ہے کہ باپ دادا کا کیا ہوا نکاح فسخ نہ ہو گا۔ لیکن خاص حالات میں فسخ ہو جائے گا اور وہ "سوءِ اختیار" کی صورت ہے یعنی اگر لڑکی عدالت میں یہ ثابت کر دے کہ اس کے باپ دادا نے اپنے اختیار کا ناجائز استعمال کیا ہے مثلاً وہ لالچ میں آجاتے ہیں اور شفقتِ پدری کا پورا پورا لحاظ رکھنے کی بجائے ذاتی مفاد کے لئے لڑکی کا غلط جگہ نکاح کر دیتے ہیں

https://t.me/faizanealahazrat

اور اس کمزوری میں شہرت رکھتے ہیں یا دماغی لحاظ سے وہ اس قدر بصیرت اور دُور اندیشی کی صفت کے حامل نہیں ہیں مثلاً اس سے قبل اس کی بہن کو بھی ایسی جگہ بیاہ ڈالا کہ وہ آج تک روتی پھر رہی ہے اور پریشانی کی زندگی گذار رہی ہے تو ایسی صورت میں ان کا کیا ہُوا نکاح بھی فسخ ہو جائے گا۔ چنانچہ فتاوٰی درمختار میں ہے کہ

لم یعرف منهما سوء الاختیار مجانة او فسقا وان عرف لایصح النکاح اتفاقا (درمختار)	باپ دادا کا سوءِ اختیار معروف نہ ہو بے پروائی کے طور پر یا فاسق ہونے کے طور پر اور اگر اس میں وہ شہرت رکھتے ہیں تو ان کا کیا ہوا نکاح باتفاق صحیح نہ ہوگا۔

اس کی شرح میں علامہ شامی فرماتے ہیں "ان المانع هو کون الاب مشهورا بسوء الاختیار قبل العقد" (فتاوٰی شامیہ ج ۳ ص ۶۶-۶۷) یعنی باپ کا عقد سے قبل سوءِ اختیار کے ساتھ شہرت کا حامل ہونا انعقادِ نکاح میں مانع ہے۔

لیکن فقہ سے بے خبر مفتی طاہر صاحب نے علی الاطلاق فتوٰی صادر فرما کر قارئین جنگ بلکہ اسلامیانِ پاکستان کو اندھیرے اور تاریکی کے حوالے کر دیا ؎

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ

پھر اس فتوٰی میں دوسری غلطی یہ فرمائی کہ خیارِ بلوغ کی صورت میں فسخ نکاح کو طلاق کی ایک شکل قرار دیا (لاحول ولاقوۃ الا باللہ) جب کہ فقہ اس کے برعکس ہے۔

فتاوٰی بزازیہ میں ہے

الفرقة التی تحتاج الی القضاء خمسة الفرقة بالجب والعنة وبان اسلمت المرءة فعرض	یعنی خاوند اور منکوحہ کے درمیان جس جدائی میں عدالت کے فیصلہ کی حاجت ہوتی ہے اس کی پانچ قسمیں ہیں ایک یہ کہ

https://t.me/faizanealahazrat

علیہ الاسلام فابی وفرق بینھما اوفرق بینھما باللعان فھی طلاق فی الفصول الثلاثۃ وبخیار البوغ والخامس بعدم الکفاءۃ فھما فسخ وان کان باختیار الزوج حتی لایجب المھران کان لم یدخل بھا الخ (فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۴ ص ۱۲۵)

خاوند مجبوب ہو یا عنین ہو دوسرے یہ کہ عورت اسلام لائے پھر خاوند پر اسلام پیش کیا جائے اور وہ اسلام لانے سے انکار کر دے اور ان کے درمیان تفریق کر دی جائے تیسرے یہ کہ لعان کی وجہ سے ان میں تفریق کی گئی ہو تفریق کی یہ تینوں صورتیں طلاق قرار پاتی ہیں اور چوتھی صورت خیار بلوغ کی ہے اور پانچویں کفو نہ ہونے کی۔ یہ دونوں صورتیں فسخ محض ہیں طلاق نہیں۔ اگرچہ خاوند کے اختیار سے ہو حتیٰ کہ عدم دخول کی صورت میں حق مہر واجب نہ ہوگا۔

یعنی خیار بلوغ کا استعمال چونکہ فسخ محض ہے اس لئے حق مہر واجب الادا نہ ہوگا جبکہ مباشرت ہوئی ہو اور اگر اسے طلاق قرار دیا جائے جیسا کہ فقہ سے بے خبر جناب طاہر نے اسے طلاق کی ایک شکل ٹھہرایا تو ایسی صورت میں مہر بھی واجب ہوتا۔ جناب طاہر نے ابھی تو تحقیق سے فتویٰ صادر فرمایا اور اس میں ایسی دو غلطیاں کیں کہ مسئلہ کا حلیہ تک بگاڑ کر رکھ دیا اور اگر کبھی بغیر تحقیق کے ہی ارشادات صادر فرماتے تو اس کی واہی تباہی کا کیا عالم ہوتا

جس شخص کی جہالت کا یہ عالم ہو اسے یہ کہتے ہوئے شرم ہی نہیں آئی اور نہ ہی خدا کا خوف دامن گیر ہوا کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ کا پیالہ پلایا اور منہاج القرآن بنانے کا حکم دیا اور لاہور تشریف لانے کا وعدہ بھی فرمایا۔ بقول علامہ اکبر الہ آبادی ؎

دراصل نفس کی چالاکیاں ہیں گھاتیں ہیں
جو دیکھئے تو دکھاوے کی سب یہ باتیں ہیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر القادری کے کلام سے ثبوت، کہ وہ حنفی نہیں۔

۱۔ خلیفہ پر حد کا نفاذ

جناب طاہر نے جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو کے زمانہ قاضی کورس میں قاضی کورس کرنے والوں کو یہ درس دیا تھا کہ خلیفۂ خلافت اسلامیہ شرعیہ پر حد نافذ ہو سکتی ہے۔ جب کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے پیروکار احناف کا موقف یہ ہے کہ اس پر حد نافذ نہیں ہو سکتی ملاحظہ ہو کتب فقہ حنفیہ، انہوں نے اس میں احناف کے مؤقف سے اختلاف کیا لہٰذا حنفی نہ رہے۔

۲۔ عورت کی دیت

پھر عورت کی دیت کے مسئلہ میں یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اجتہاد کر کے قرآن سے ہی عورت کی دیت مقدار میں مرد کی دیت کے برابر سو اونٹ ثابت کی ہے اس سلسلے میں ان حدیثوں کو جن سے عورت کی دیت کے پچاس اونٹ ثابت ہوتے تھے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ حدیثیں اس کے بقول قرآن کے خلاف ہیں (معاذ اللہ) اور اجماع صحابہ اور اجماع آئمہ اربعہ و اجماع جملہ مجتہدین اہلسنت کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ اس کے بقول یہ اجماع اکثریت ہے۔ اجماع کل نہیں، اس طرح بھی فقہ حنفی کے خلاف کیا۔ بلکہ آئمہ اہلسنت کو اپنا فریق قرار دیا ان کی کیسٹ موجود ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

۳۔ عورت کی گواہی

پھر عورت کی گواہی اکیلی کی مرد کی گواہی کے برابر قرار دی جب کہ کتاب وسنت اور آئمہ کے اجماع کی رُو سے اکیلی عورت کی گواہی معتبر نہیں۔ مگر نسوانی امور میں معتبر ہے۔ اس مسئلہ میں بھی احناف کے خلاف کیا۔

۴۔ انکارِ اجماعِ قطعی

اجماعِ قطعی کے وجود کا انکار کیا۔ اس کا کتابچہ "تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب" دیکھ لیجئے جب کہ احناف کا مؤقف ہے کہ بہت سے مسائل اجماعِ قطعی سے ثابت ہیں۔ اگر اجماع قطعی کا انکار کیا جائے تو خلافتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انکار لازم آئے گا۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

"اجمع الناس علی خلافۃ ابی بکر" (الصواعق المحرقہ ص۱۲)

کہ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت پر صحابہ کا اجماع ہوا۔

لیکن جناب طاہر صاحب فرماتے ہیں کہ

"لیکن اس اجماعِ قطعی کے لئے اس امر کا ثبوت کہاں سے میسر آئے گا کہ متعلقہ قول دور و نزدیک ہر صحابی کو واقعتہً پہنچ گیا تھا اور ہر ایک نے اس کی تصدیق کی یا اس سے اختلاف نہ کیا"؟۔

قارئین خود ہی غور فرمائیں کہ جناب طاہر صاحب، صحابہ کے اجماع کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں یا اس کے منکر ہیں۔ اور جو اجماعِ قطعی کے وجود کا منکر ہو وہ عقائد کے کس قدر احکام و مسائل کا منکر ٹھہرے گا اور اس کے ایمان کا کیا حال ہوگا؟

https://t.me/faizanealahazrat

۵۔ سُنّت سے حکم کتاب کی منسوخیّت

سنت سے حکمِ قرآنی منسوخ ہو سکتا ہے یہ احناف کا مؤقف ہے جب کہ طاہر صاحب کا مؤقف اس کے برعکس ہے۔ ملاحظہ ہو۔

" قرآن، سنت کا ناسخ ہو سکتا ہے۔ سنت قرآن کی نہیں، البتہ احناف کے مطابق سُنتِ متواترہ اور مشہورہ سے قرآن کی تخصیص و تقیید ہو سکتی ہے۔" "تحقیقِ مسائل کا شرعی اسلوب صـ۲۴"

اور اپنے کتابچہ " اجتہاد اور اس کا دائرہ کار" میں لکھتے ہیں۔

" بعض علماء نے " نسخ القرآن بالسنۃ " کو جائز رکھا ہے (یعنی احناف نے جیسا کہ اوپر خود اس کی عبارت سے واضح ہے) اور اسے بھی سُنت کے تشریعی دائرۂ عمل میں شمار کیا۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ تصوّر درست نہیں قرآن کی آیت صرف قرآن ہی سے منسُوخ ہو سکتی ہے سنت سے نہیں۔" (اجتہاد اور اس کا دائرۂ کار صـ۱۳)

جناب طاہر نے واضح کر دیا کہ وہ اس مسئلہ میں احناف کے خلاف ہیں اور وہ احناف کے مؤقف کو درست نہیں سمجھتے بلکہ غلط قرار دیتے ہیں۔ فخر الاسلام بزدوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ " نسخ الکتاب بالسنۃ جائز عندنا۔" (اصول البزدوی صـ۲۲۱۔) " ہمارے (احناف کے) نزدیک قرآن کا حکم سنت سے منسُوخ ہو سکتا ہے۔"

۶۔ نسخ اجماع

نسخ اجماع کے بارے میں بھی طاہر صاحب کا خیال مسلک احناف کے خلاف اور بجائے خود بھی

https://t.me/faizanealahazrat

تضاد پر مبنی ہے مثلاً وہ لکھتے ہیں کہ

"کوئی ایسا" مقامی اجماع" آئندہ کسی دور میں مطلوبہ شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے منسوخ ہو سکتا ہے (اجماعِ صحابہ اور امت کا اجماعِ قطعی اس سے مستثنیٰ ہیں" (اجتہاد کا دائرہ کار ص۸)

جناب طاہر نے اس میں لکھا ہے کہ صحابہ کا اجماع اور امت کا اجماعِ قطعی کبھی بھی منسوخ نہیں ہو سکتے لیکن آگے چل کر لکھتے ہیں۔

"شرعاً اجماعِ صحابہ کے علاوہ کوئی ایک اجماع بعد کے دور کے اجماع سے منسوخ ہو سکتا ہے الخ" ص۱۹)

پہلے تو جناب نے امت کے اجماع کو منسوخیت سے مستثنیٰ فرمایا پھر شانِ بے نیازی یوں دکھائی کہ اس کی منسوخیت کا بھی حکم جاری فرما دیا۔ سچ کہتے ہیں "دروغ گورا حافظہ نباشد" ایک بار اجماعِ امت کو ناقابلِ تنسیخ قرار دے رہے ہیں اور دوسری بار اسے تنسیخ پذیر ٹھہرا رہے ہیں ؎

اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ
جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ

اگر جناب علم و تحقیق سے کچھ واسطہ رکھتے ہوتے تو توضیح و تلویح ہی دیکھ لیتے لیکن جناب میں اس کی صلاحیت کہاں، اس لئے جو دل چاہتا ہے لکھ دیتے ہیں اور جسے چاہا مٹا دیا۔ لیکن عورت کی دیت کے مسئلہ میں چونکہ اجماع حائل تھا۔ اس لئے جناب نے اس سے انتقام لینے اور اپنے راستہ سے ہٹانے کے لئے اسے قابلِ نسخ قرار دینا ضروری سمجھا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

توضیح میں لکھتے ہیں کہ

ثم الاجماع علی مراتب — پھر اجماع کے کئی ایک مراتب ہیں

https://t.me/faizanealahazrat

اجماعُ الصحابة ثم اجماع من بعدهم فيما لم يُرَ فيه خلاف الصحابة ثم اجماعهم فيما رُوِی فيه خلافهم فهذا اجماع مختلف فيه ومثل هذا الاجماع يجوز التبديل في عصرٍ واحدٍ وفي عصرين الخ

اجماعِ صحابہ ہے پھر ان کے بعد والوں کا اجماع ہے۔ اس میں، جس میں صحابہ کا اختلاف منقول نہیں ہے۔ پھر ان کا اجماع ہے اس میں جس میں ان کا اختلاف مروی ہے اور ایسے اجماع میں ایک زمانہ میں یا دو زمانوں میں تبدیل و تنسیخ جائز ہے۔

قارئین غور فرمائیں، کہ مصنف علیہ الرحمۃ نے جو احناف کے جلیل القدر محققین میں سے ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ صحابہ اور ان کے بعد آنے والے بزرگوں کا وہ اجماع جس میں ان میں سے کسی نے بھی اختلاف نہ کیا۔ اس میں کسی بھی زمانہ میں تنسیخ و تبدیل نہیں ہو سکتی اور جس میں ان میں سے کسی کا اختلاف منقول ہو اس میں تنسیخ و تبدیل ہو سکتی ہے اور علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ اس کی شرح تلویح میں فرماتے ہیں کہ

ان الاجماع القطعي المتفق عليه لا يجوز تبديله

بلاشبہ اجماع قطعی متفق علیہ کی تبدیل تنسیخ جائز ہے۔

(تلویح ص ۵۳۴)

لیکن اس دور کا خود ساختہ مجتہد فرماتا ہے کہ اجماعِ صحابہ کے علاوہ کوئی ایک اجماع منسوخ ہو سکتا ہے۔

راقم نے چھ مثالیں پیش کیں ہیں جن میں جناب طاہر صاحب نے ائمہ کرام اور خصوصاً احناف کی مخالفت فرمائی ہے اور تعجب ہے کہ اس کے باوجود وہ سُنّی بھی ہیں اور حنفی بھی، نیز ناصر السنۃ مؤید الشریعہ امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی متوفی

https://t.me/faizanealahazrat

۶۲ اپنی مشہور کتاب "الفقیہ والمتفقہ" میں لکھتے ہیں

"لا یجوز نسخ اجماع المسلمین لان الاجماع لا یکون الا بعد موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والنسخ لا یجوز بعد موتہ ولا یجوز نسخ القیاس لان القیاس تابع لاصول ثابتۃ فلا یجوز نسخ تابعہا۔" (ج ۱ ص ۸۶)

"یعنی مسلمانوں کے اجماع کا نسخ جائز نہیں کیونکہ اجماع حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت کے بعد ہوتا ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی موت کے بعد نسخ جائز نہیں اور قیاس کا نسخ بھی۔ کیونکہ قیاس شریعت سے ثابت شدہ اصولوں کے تابع ہے۔ لہٰذا جیسے اصولوں کا نسخ جائز نہیں ایسے ہی ان کے تابع کا نسخ بھی جائز نہیں"

معلوم ہوا کہ طاہر القادری کا کہنا کہ اجماع منسوخ ہو سکتا ہے ایک دیوانے کی بڑ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

اجماعِ اُمّت سے اجماعِ اہلِ سُنّت مُراد ہے

اُمّت اہلِ سُنّت ہی ہیں

اور واضح ہو کہ اجماعِ اُمت سے اجماع اہلِ سنت مراد ہے، بدمذہبوں کی مخالفت انعقادِ اجماع میں حارج و حائل نہیں ہوسکتی۔ توضیح و تلویح میں ہے۔

المراد بالامۃ المطلقۃ اھل السنۃ والجماعۃ وھم الذین طریقتھم طریقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ دون اھل البدع۔ (التوضیح والتلویح ص ۵۲۰)

اور جب لفظ "امت" کا اطلاق کیا جائے (لفظ امت بولا جائے) تو اس سے مراد اہلِ سنت و جماعت مراد ہوتے ہیں اور اہلِ سنت ہی وہ لوگ ہیں جن کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا طریقہ ہے۔ نہ کہ گمراہوں کا

مُسلمانو! خدارا سوچو اور سب فرقوں میں اتحاد کا راگ الاپنے والے طاہر القادری ایسے لوگوں، جو سُنّیت اور قادریت کے دامن پر بدنما داغ کی حیثیت رکھتے ہیں، کی فریبکاری اور عیاری بھی ملاحظہ فرمائیں کہ ائمہ کرام تو واضح فرما رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت صرف اہلِ سنت و جماعت ہیں۔ دوسرے بدعتی اور گمراہ امت نہیں ہیں۔ یوں تو ساری کائنات ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے سب کا نبی و رسول بنا کر مبعوث فرمایا، اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً (الحدیث رواہ مسلم) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذی شان موجود ہے کہ میں ساری کائنات کی طرف بھیجا گیا ہوں مگر امت کہلانے کی حقدار وفاشعار اور اطاعت گزار جماعت

https://t.me/faizanealahazrat

ہی ہے اور وہ صرف اور صرف اہلِ سنت ہیں۔ مگر دولت سے کھیلنے کے شوق اور دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک ہواؤں میں اُڑنے کے ذوق کے حامل جب تک اپنا یہ مخصوص راگ نہ الاپیں، دولتِ بے پناہ سے کیسے کھیلیں، کہ:

"ہمارے ممبران میں دیوبندی، اہلِ حدیث اور شیعہ حضرات کی تعداد بیسیوں تک پہنچتی ہے" (انٹرویو جناب طاہر صاحب روزنامہ نوائے وقت میگزین ۱۹ ستمبر ۱۹۸۶ء)

اور یہ کہ:-

"ہمارے ادارے میں جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی رُکن بن سکتے ہیں، اہلِ حدیث، شیعہ، دیوبندی اور مختلف مسالک کے لوگ منہاج القرآن کے رُکن ہیں۔" (انٹرویو طاہر صاحب روزنامہ جنگ جمعہ میگزین ۲۷ فروری تا ۵ مارچ ۱۹۸۷ء)

اور یہ کہ:-

"جہاں تک دیگر دینی اور مذہبی جماعتیں اور ان کے طریقِ کار یعنی مسلکی تشخص کی بنیاد پر دینی کام کا تعلق ہے میں نے ان پر کبھی اعتراض نہیں کیا۔ ہمارا طریقہ کسی کے کام پر تنقید کرنا نہیں ہے اور اللہ کا فضل ہے کہ ہم اپنے دل میں بھی کسی جماعت کے کام پر تنقید کا خیال تک نہیں لاتے"

(طاہر القادری، ایک اہم انٹرویو ص۳)

یہ کھلم کھلا کفر کا اعتراف ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ بُرائی کا کم از کم دل میں نفرت کا جذبہ تو ہونا چاہیئے۔ اسے حدیث شریف میں "اَضْعَفُ الایمان" فرمایا گیا ہے یعنی ایمان کا کمزور ترین درجہ۔ جب یہ بھی نہیں تو ایمان بھی نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

https://t.me/faizanealahazrat

جناب کا پھر بھی دعویٰ ہے کہ آپ سُنی، حنفی بلکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے مسلک کے حامل ہیں اور سوئی کے ناکے کے برابر بھی فرق نہیں۔ بمطابق کہاوت "چہ دلاور است دزدیکہ چراغ بکف دارد" جسارت اور ڈھٹائی کی انتہا ہے اور ساتھ دینے والوں کی سادہ لوحی کی حد ——— اور "فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے" میں "بریلویت" کو دہشتناک بھی ٹھہرائیں اور امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کا ہم مسلک ہونے کا دعویٰ بھی فرمائیں ؎

حیران ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

جناب کے نزدیک سب ایک امت ہیں اور سب ہدایت پر ہیں۔ جبھی تو ان کے کسی دینی کام پر تنقید کا دل میں خیال تک نہیں لاتے اور اسے خدا تعالیٰ کا فضل ٹھہراتے ہیں اس طرح حق و باطل میں تمیز اُٹھائے جا رہے ہیں پھر سُنیت و حنفیت بلکہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عاشقیت کے دعویٰ کے مُقرر و مُصر بھی ہیں۔ افسوس کہ جناب کی آنکھوں پر جہالت کی پٹی بندھی ہوئی ہے اس لئے جناب کو کیسے نظر آئے کہ آئمہ کیا فرماتے ہیں۔

"صاحب البدعة الذی یدعو الناس الیها لیس من الامة علی الاطلاق لانه وان کان من اهل القبلة فهو من امة الدعوة دون المتابعة کالکفار ومطلق الاسم لامة المتابعة المشهود لها بالعصمة"

(توضیح و تلویح ص۵۲۷)

بدمذہب (غیر سنی) جو لوگوں کو اپنی بدمذہبی کی طرف بلاتا ہے علی الاطلاق امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ہے کیونکہ وہ اگرچہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے تاہم وہ اُمتِ دعوت سے ہے تابعدار امت سے نہیں جیسے کفار ہیں ویسے ہی ہے اور مطلق امت کا نام اس امت کے لئے ہے جس کے گمراہ نہ ہونے کی

https://t.me/faizanealahazrat

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہادت دی

اس میں امام تفتازانی علیہ الرحمۃ نے واضح فرما دیا کہ گمراہ لوگ جو مسلک اہلِ سنت سے اختلاف رکھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صحیح طور پر ماننے والی امت سے نہیں ہیں وہ اگرچہ نمازیں پڑھتے اور کعبہ کو منہ کرتے ہیں تاہم گمراہ ہونے اور گمراہ کن عقیدے رکھنے کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ ان پر اُمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا اطلاق کیا جائے پس وہ اُمتِ دعوت ہیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام ملا اور دعوت پہنچی مگر وہ صحیح ایمان لاتے جیسے کفار، مگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعدار اور فرمانبردار امت جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہادت دی کہ وہ گمراہی پر متفق نہ ہوگی میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ نام نہاد اُمت ہیں۔ امامِ اہلِ سنت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

کرے مصطفےٰ کی اہانتیں، کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں!

https://t.me/faizanealahazrat

امام ربانی مجدد الف ثانی و امام احمد رضا کے فتویٰ سے طاہر القادری ملحد ہے

ہم گذشتہ سطور میں خود طاہر صاحب کے رسائل کے حوالوں سے ثابت کر چکے ہیں اور بطور نمونہ چھ مثالیں بھی پیش کیں جن میں جناب نے آئمہ اہل سنت اور خصوصاً مسلک امام اعظم رضی اللہ عنہ سے انحراف کیا۔ اس سلسلے میں امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

نقل از مذہب الحادست — اپنے مذہب حنفی سے (کسی مسئلہ پر) اِدھر اُدھر نقل و حرکت کرنا بے دینی ہے۔

(مکتوبات شریف ج ۱ ص ۶۶)

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

"ایک مسئلہ میں بھی اگر خلافِ امام کام کیا اگرچہ اسی پر کہ اس میں حقانیتِ مذہب (حنفی) ظاہر نہ ہو تاہم مذہب سے خارج ہو جائے گا جو ایسا کرے وہ ملحد ہے۔" (الفضل الموہبی ص ۲۴ طبع انڈیا)

قارئین! جناب طاہر کے القاب علامہ، شلامہ اور ڈاکٹر و پروفیسر کو نہ دیکھیں، اپنے بزرگوں کے ارشاداتِ عالیہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ کہ وہ ایسے شخص کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں جو ان بزرگوں کی تصلب مذہبی کو "تقلیدِ جامد" کہہ کر بُرا کہتا ہے اور اس کے مقابلہ میں نام نہاد "تقلیدِ متحرک" کا دعویٰ دار ہے۔ کیا وہ واقعہ میں علامہ اور مفکر کہلانے کا مستحق ہے ؎

بیگانۂ منزل ہیں مگر راہنما ہیں
فطرت کے یہ انداز بھی کیا ہیں

اجماع سے تخصیص

پھر لکھتے ہیں کہ :-

https://t.me/faizanealahazrat

"اجماع کے ذریعے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخصیص نہیں ہو سکتی"
(تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب ص ۲۴)

طاہر القادری کی یہ بات بھی جہالت پر مبنی ہے اجماع کے ذریعے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے عموم ہیں جن کی تخصیص واقع ہوئی ہے۔

ناصر السنۃ مؤید الشریعہ امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی علیہ الرحمۃ متوفی ۴۶۳ھ اپنی کتاب "الفقیہ والمتفقہ" میں فرماتے ہیں

"ویجوز التخصیص باجماع الامۃ لانہ اقوی من کثیر من الظواھر فالاجماع بذلک اولیٰ" (ج ۱ ص ۱۱۲)

اور اجماع کے ذریعے تخصیص جائز ہے کیونکہ اجماع بہت سے ظواہر سے زیادہ قوی ہے تو جب ظواہر کے ذریعے تخصیص جائز ہے تو اجماع سے بطریقِ اولیٰ جائز ہے

اور شیخ محمد بخیت سلم الوصول میں لکھتے ہیں۔

"وانہ متی عارض الاجماع نص من الکتاب او السنۃ وکان النص قاطعا قابلا للتاویل اول بما یوافق الاجماع وان لم یقبل التاویل قدم الاجماع لما ذکرنا ان النص یقبل النسخ والاجماع لا یقبلہ وکان الاجماع اقوی"

"کہ جب کتاب وسنت سے کوئی نص اجماع سے ٹکرائے اور نص قاطع قابلِ تاویل ہو تو اس کی تاویل کی جائے گی بمطابق اجماع اور اگر قابلِ تاویل نہ ہو تو اجماع کو مقدم رکھا جائے گا کیونکہ ہم نے ذکر کیا کہ نص نسخ کو قبول کرتی ہے اور اجماع اسے قبول نہیں کرتا لہٰذا اجماع زیادہ قوی ہوا"

(ج ۳ ص ۳۲۰)

اب طاہر صاحب کے ارشادات، جاہلانہ خیالات کے سوا کچھ ثابت نہ ہوئے۔

https://t.me/faizanealahazrat

مؤلفۃ القلوب کا حصہ اجماع صحابہ سے ساقط ہوا حالانکہ وہ نص قطعی سے ثابت تھا۔

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے الفضل الموہبی میں فرمایا ہے کہ حدیث صحیح پر بعض اوقات مجتہد اس لئے عمل نہیں کرتا کہ مجتہدین کا عمل اس کے برعکس ہوتا ہے افسوس کہ طاہر صاحب اور ان کے حامی خدا تعالیٰ سے خوف کرتے، اپنی جاہلانہ تحقیقات اور بے جا حمایت سے اسلام کی مصدقہ و مسلمہ تعلیمات کا مذاق نہ اڑاتے۔

https://t.me/faizanealahazrat

تقلیدِ صحابی اور تابعی کے بیان میں طاہر القادری کی بددیانتی یا جہالت

جناب طاہر القادری نے "کیا صحابی اور تابعی کی تقلید واجب ہے ؟" کے عنوان سے لکھا ہے۔

" تمام صحابہؓ کرام کا اجماعِ قطعی، صراحت کے ساتھ اس طور پر ثابت ہو جائے کہ اس پر کسی بھی صحابی کا اختلاف موجود نہ ہو تو پھر اس کی حجیت بھی قطعیت کے درجے کو پہنچ جاتی ہے کیونکہ اس سے منشاءِ کتاب وسنت یقینی طور پر متعین ہو جاتا ہے لیکن اجماعِ قطعی کے لئے اس امر کا ثبوت کہاں سے میسر آئے گا۔ کہ متعلقہ قول دور و نزدیک ہر صحابی کو واقعتہً پہنچ گیا تھا اور ہر ایک نے اس کے تصدیق کی یا اس سے اختلاف نہ کیا؟ صحابی کے ایسے قطعی اجماع کے بعد ان کے فتاویٰ، اقوال، آثار اور اجتہادات کا معاملہ آتا ہے ان کے وجوب اور عدم وجوب پر ائمہ مجتہدین کا اختلاف رہا ہے۔ بعض آئمہ مثلاً امام ابوالحسنؒ کرخی وغیرہ نے ان کے فتاویٰ کی تقلید غیر قیاسی مسائل میں جائز، مگر قیاسی مسائل میں ضروری قرار نہیں دی۔ امام کرخی فرماتے ہیں

لا یجوز تقلید صحابی	صحابی کی تقلید غیر قیاسی مسائل
الا فیما لا یدرک بالقیاس	میں ضروری نہیں ہے۔

جب کہ امام شافعی نے کسی طور پر ان کی تقلید واجب قرار نہیں دی۔ مسائل خواہ قیاسی ہوں یا سماعی۔ اور اکثر اشاعرہ کا مذہب بھی یہی ہے

(تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب ص ۲۵)

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر القادری کی مذکورہ تحریر سے ان کے درج ذیل خیالات روزِ روشن کی طرح سامنے آگئے۔

۱۔ تمام صحابہ کا اجماع قطعی ہے اور حُجت۔

۲۔ اس اجماع کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ اس امر کا ثبوت بھی ہو کہ متعلقہ قول ہر ایک صحابی کو واقعتہً پہنچ گیا تھا اور ہر ایک نے اس کی تصدیق کی تھی یا اختلاف کیا؟

۳۔ لیکن اس امر کا ثبوت کہاں سے آئے گا کہ متعلقہ قول دور و نزدیک کے ہر صحابی کو واقعتہً پہنچ گیا تھا یہ سوال "استفہامِ انکاری" ہے جس سے موصوف اجماعِ صحابہ کے وجود کا ہی انکار کر رہے ہیں۔

۴۔ صحابہ کے فتاویٰ وارشادات وآراء شریف کے واجب التسلیم ہونے یا نہ ہونے میں آئمہ میں اختلاف رہا ہے۔

۵۔ امام کرخی نے غیر قیاسی مسائل میں ان کی تقلید کو جائز مگر قیاسی مسائل میں ضروری قرار نہیں دی۔

۶۔ "لا یجوز" کا معنی ہے "ضروری نہیں"۔

۷۔ امام شافعی قیاسی اور سماعی مسائل، دونوں میں صحابہ کی تقلید کو واجب نہیں سمجھتے

۸۔ اکثر اشاعرہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ کسی طور پر بھی صحابہ کی تقلید ضروری نہیں ہے۔

یہ ۸ باتیں حسبِ ترتیب طاہر صاحب کی تحریر سے ثابت ہوئیں، نمبر وار ملاحظہ فرما لیجئے۔ ہم نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں لکھی۔ اب علمی و تحقیقی اعتبار سے ان باتوں

https://t.me/faizanealahazrat

کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے

۱۔ "بلاشبہ تمام صحابہ کا اجماع حجت ہے۔"

طاہر القادری کے قول و فعل میں کھلا تضاد

لیکن طاہر القادری کے قول و عمل میں کھلا تضاد ہے۔ یہاں تو صحابہ کرام کے اجماع کو حجت تسلیم کر رہے ہیں۔ مگر عورت کی دیت اور عورت کی شہادت و گواہی کے مسئلہ میں صحابہ کے اجماع کو پسِ پُشت ڈال کر ابن علیہ اور ابوبکر اصم ایسے معتزلیوں اور گمراہوں کا مذہب اختیار کر لیا۔ اور "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور" کے مصداق بن گئے۔ بلکہ جسارت معاف، بقول حضرت میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ، ان کا یہ عمل لعنت کا مستحق قرار پاتا ہے۔ حضرت میر علیہ الرحمۃ اپنی کتاب مستطاب میں جسے انہوں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش کر کے اس کی تصویب و توثیق حاصل کی۔ لکھتے ہیں کہ

این ملعون سیاہ روبر خلاف اجماع آں اصحاب مبادرت می کند۔	یہ ملعون، سیاہ رُو، صحابہ کرام کے اجماع کے برعکس بات کہنے میں جلد بازی کرتا ہے۔

(سبع سنابل شریف ص۱۸)

۲۔۳۔ "ہر صحابی کو متعلقہ قول کا پہنچنا اور ان کا تصدیق کرنا یا انکار کرنا کوئی مشکل نہیں بلکہ ممکن ہے۔" چنانچہ امام جمال الدین ۷۷۲ھ اسنوی علیہ الرحمۃ "نہایۃ السول" میں فرماتے ہیں۔

واجیب بانہ لا یتعذر	اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ بات

https://t.me/faizanealahazrat

فی ایام الصحابۃ فانھم کانوا محصورین قلیلین۔	صحابہ کے زمانہ میں مشکل نہ تھی کیونکہ وہ محدود اور تھوڑے تھے۔

(ج ۳ ص ۲۳۷)

لہٰذا جناب طاہر کا صحابہ کے اجماع کے خلاف اُٹھایا ہوا فتنہ بحمدہٖ تعالیٰ دفع ہو گیا ۴۔ صحابہ کے فتاویٰ و ارشادات جن پر ان کا اتفاق ہو وہ تو اجماع قطعی قرار پا کر واجب الاتباع ہوں گے ہی لیکن کسی ایک صحابی کا قول بھی اس وقت واجب الاتباع قرار پاتا ہے جب وہ قول صحابہ میں پھیل جائے اور صحابہ اسے تسلیم کرتے ہوئے خاموش رہیں۔ طاہر صاحب نے اس مسئلہ کے بیان کرنے میں بھی دیانتداری کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ اس مسئلہ کو اس انداز سے بیان کیا کہ خالی الذہن قاری کے دل میں صحابہ کے اقوال و ارشاداتِ عالیہ کی اتباع کا جذبہ ماند پڑ جائے جب کہ ہمارے آقا فرماتے ہیں کہ

تقلید الصحابی یجب اجماعا فیما شاع فسکتوا مسلمین (التوضیح والتلویح ص ۴۹۳)	صحابی کی تقلید بر اجماع واجب ہے اس قول میں جو پھیل جائے اور صحابہ اسے تسلیم کرتے ہوئے خاموش رہیں۔

اور نامی شرح حسامی کی عبارت بھی وہی نقل فرمائی جو جناب کی اکٹی سمجھ میں آئی لیکن اس سے آگے کی عبارت جس میں اس مسئلہ کی روح کار فرما تھی وہ جناب کی روح میں نہیں اتر سکی۔ اس لئے جناب نے اسے نقل نہ کرنے میں اپنی عافیت سمجھی، ملاحظہ ہو۔

لو ثبت ان ذلک الحکم بلغ غیرہ وھو سکت وسلم ذلک الحکم فکان اجماعا فلا یتصور الخلاف بل یجب تقلید الاجماع بالاتفاق (النامی شرح الحسامی ص ۱۹۱)	اگر ثابت ہو کہ صحابی کا وہ قول دوسروں تک پہنچا اور وہ خاموش رہے اور اس حکم کو تسلیم کر لیا تو یہ اجماع قرار پایا پس اس وقت اس کی مخالفت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ بالاتفاق اس کی

https://t.me/faizanealahazrat

تقلید واجب ہے۔

جناب طاہر عنوانِ تقلید میں ان حوالہ جات کو اس لئے درج کرنے سے کترا گئے کہ ان میں صحابہ کرام کی تقلید کے واجب ہونے کا بیان تھا۔ جب کہ جناب موصوف نے عورت کی نصف پر صحابہ کے اجماع کو پسِ پشت ڈال کر گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔ لہٰذا اگر ان کی تقلید کو واجب قرار دیتے تو اور تحریروں کی طرح اپنا یہ لکھا بھی جناب کے لئے وبالِ جان بنتا۔ بلکہ موصوف نے تو آئمہ اہلِ سنت و فقہاء کرام کو فریق کہہ کر ان کے اجماع سے انحراف کیا اور جب صحابہ کے اجماع کی بات آئی تو صحابہ کو فریق کہنے کی ہمت نہ پڑی البتہ ان کے اجماع کا یوں انکار کیا کہ

"لیکن (صحابہ کرام کے) اس اجماعِ قطعی کے لئے اس امر کا ثبوت کہاں سے میسر آئے گا کہ متعلقہ قول دور و نزدیک ہر صحابی کو واقعۃً پہنچ گیا تھا اور ہر ایک نے اس کی تصدیق کی یا اس سے اختلاف نہ کیا"

(تحقیقِ مسائل کا شرعی اسلوب ص۲۵)

تین عبارتوں کا مُعمّہ

۵۔ جناب نے امام کرخی علیہ الرحمۃ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے

"امام ابوالحسن کرخی وغیرہ نے ان (صحابہ کرام) کے فتاوی کی تقلید غیر قیاسی مسائل میں جائز مگر قیاسی مسائل میں ضروری قرار نہیں دی۔ امام کرخی فرماتے ہیں "لا یجوز تقلید الصحابی الا فیما لا یدرک بالقیاس" صحابی کی تقلید غیر قیاسی مسائل میں ضروری نہیں"

(تحقیق مسائل ص۲۵)

https://t.me/faizanealahazrat

جناب کا یہ کہنا کہ "تقلید صحابہ غیر قیاسی مسائل میں جائز" اور ساتھ یہ کہنا کہ "قیاسی مسائل میں ضروری نہیں"۔ پھر ساتھ ہی یہ کہنا کہ "غیر قیاسی مسائل میں ضروری نہیں"۔ ان تینوں عبارتوں، جنہیں ہم نے ان کے اوپر خط کھینچ کر پھر ان کو نیچے الگ الگ کر کے لکھ بھی دیا ہے، کا مطلب اور اُن میں جو فرق ہے اسے کوئی اہلِ علم بیان فرما دیں اور تین مختلف عبارتوں کا معمہ حل کر دیں تو انعام پائیں گے۔ کہنے والوں نے سچ کہا ؎

خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے

۶۔ "لا یجوز" کا معنی "ضروری نہیں" کرنا، کس لغت کی رو سے ہے؟ جب کہ اس کے معنی ہیں "جائز نہیں" اس میں جواز کی نفی ہے اور "ضروری نہیں" سے تو جواز ثابت ہوتا ہے اور مصنف اسی کی نفی فرما رہے ہیں۔ جس شخص کی بے بصیرتی اور کم علمی کی یہ حالت ہو کہ "لا یجوز" کے معنی "ضروری نہیں" کے کرتا ہو اگر اس کو علم دین سے عاری اور عربی گرامر وعربی لغت سے قطعاً جاہل کہہ دیا جائے تو یہ اس کی توہین نہیں ہے اور نہ ہی اس کے حق ان الفاظ کو نازیبا کہا جائے گا۔ کیونکہ یہ واقعہ ہے۔ نہ تو اس سے جناب کی توہین مقصود ہے نہ ہی حسد وبغض ہے بلکہ یہ حقیقتِ ثابتہ ہے کہ یہ شخص جس کا نام جناب علامہ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری ہے وہ بلاشبہ علوم دینیہ سے بے خبر اور عربی گرامر وغیرہ سے قطعاً نابلد ہے۔ پھر اس کا یہ دعویٰ کہ وہ دین کی تجدید پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مامور کیا گیا ہے سراسر فریب اور جعلیت اور قطعی جھوٹ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے پاک ہیں کہ ایسے شخص کو اپنے دین کا ذمہ دار بنائیں اور اس کی حمایت کرنے والوں کی آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں خواہ وہ مجاہد ملت کہلاتے ہیں یا شیخ الحدیث یا پیرِ طریقت۔ جب حق وباطل میں اور کھرے کھوٹے میں تمیز کی استعداد وصلاحیت نہیں ہے تو چاہیں کچھ کہلائیں، کہلوانے سے فی الواقع اور عند اللہ ویسے نہیں ہو جائیں گے۔ ہمارا فرض پورا اور حجت

https://t.me/faizanealahazrat

تمام ہوگئی، علم و عرفان کے جھوٹے دعوے دار کو اس کی اپنی تحریروں اور تقریروں سے بے نقاب کر دیا گیا ہے اگر کوئی عقل مند و صاحبِ عبرت ہے تو اس کے لئے مختصر گفتگو بھی اعتبار و استبصار کو کافی ہے ورنہ داستانِ طولانی بھی لایعنی ہے

میں نے تو کیا پردۂ اسرار کو بھی چاک
دیرینہ ہے تیرا مرض کور لگا ہی

طاہر صاحب کا امام شافعی علیہ الرحمۃ پر بہتان

۷۔ جناب طاہر صاحب کا یہ فرمانا کہ

"امام شافعی قیاسی اور سماعی مسائل دونوں میں صحابہ کی تقلید کو واجب نہیں سمجھتے" (تحقیق مسائل صہ ۲۵)

یہ امام شافعی پر کھلا بہتان ہے اور اس قسم کے جھوٹے بیانات سے طاہر صاحب کی کتابیں، رسائل اور کیسٹیں بھری پڑی ہیں۔ مجھے اس پر ان کے دیرینہ ساتھی جناب فیض الحسن ملک صاحب کا وہ تجزیہ یاد آرہا ہے جو انہوں نے سالہا سال کی صحبت و معیت کے بعد ان کے بارے میں کیا ہے اور اس کی روشنی میں طاہر صاحب کو چھوڑ کر الگ ہو چکے ہیں۔ خیر ان کا تجزیہ تو بہت ہی تفصیلی اور لمبا چوڑا، بلکہ عجائب و غرائب کا حامل ہے مگر ہمارا مختصر سا تجزیہ ان کی کتابوں کو پڑھنے، تقریروں اور کیسٹوں کے سننے کے بعد اس قدر ہے کہ جھوٹے حوالہ جات دینا، جھوٹی عبارتیں پڑھنا، جھوٹے اور جعلی معنی کرنا اور آئمہ کرام پر حتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر بھی بہتان لگانا جناب طاہر کا طرۂ امتیاز ہے۔ جس کا ثبوت ہم آگے چل کر پیش کریں گے سردست یہ عرض کرتا ہوں کہ امام شافعی پر یہ بہتان ہے کہ وہ کسی طور پر بھی صحابہ کی تقلید کو واجب نہیں سمجھتے۔

https://t.me/faizanealahazrat

امام شافعی علیہ الرحمۃ تقلیدِ صحابہ کو واجب ٹھہراتے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام کی تقلید کو واجب قرار دیتے ہیں

اتباع قول واحد ، اذا لم	جب کسی ایک صحابی کا قول مل جائے
اجد کتابا ولا سنۃ ولا اجماعا	اور متعلقہ مسئلہ میں، مجھے قرآن وسنت ،
ولا شیئا فی معناہ یحکم لہ	اجماع اور اس کے ہم معنی چیز نہ ملے تو
بحکمہ الخ (الرسالۃ للامام الشافعی ص۲۶۱)	اس صحابی کے قول کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

اس سے صاف اور روشن طور پر واضح ہو گیا کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ اس وقت صحابی کے قول کو واجب الاتباع قرار دیتے ہیں۔ جب قرآن وسنت واجماع اور اس کے ہم معنی دلیل نہ ملے اور جب کسی مسئلہ میں صحابہ کے مختلف اقوال ملتے ہیں تو امام شافعی اس قول کو واجب الاتباع قرار دیتے ہیں۔ جو قرآن وسنت یا اجماع کے ساتھ موافقت و مناسبت رکھتا ہو یا زیادہ قرین قیاس ہو (ملاحظہ ہو الرسالہ ص۲۶۱) لہٰذا طاہر صاحب کا یہ کہنا کہ امام شافعی تقلیدِ صحابہ کو واجب قرار نہیں دیتے ان پر سراسر بہتان ہے ہم نے کسی اور کا حوالہ نقل نہیں کیا بلکہ خود امام شافعی علیہ الرحمۃ کے اپنے ارشاداتِ عالیہ جو آپ کے رسالہ میں ہے ان سے نقل کیا ہے۔

طاہر القادری کی بددیانتی

۸۔ اس کے بعد جناب طاہر القادری نے شرح حسامی کی یہ ایک عبارت لکھی ہے

" والیہ ذھب کثیر من (ترجمہ لکھتے ہیں) اور اسی رائے کو

https://t.me/faizanealahazrat

المعتزلۃ والاشاعرۃ الخ اکثر معتزلہ اور اشاعرہ نے اپنایا۔

(صفحہ ۲۶)

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ عبارت میں لفظ "کثیر" ہے جس کے معنی ہیں "زیادہ" (MORE) لیکن طاہر صاحب نے اس کا ترجمہ "اکثر" (MORE THEN MOST) کیا ہے۔ حالانکہ کثیر، قلیل کے بعد آتا ہے مگر اس میں تقابل نہیں ہوتا جب کہ اکثر میں تقابل ہوتا ہے۔ جس کے معنی کسی کے مقابلہ میں زیادہ ہونا ہے جس کو انگریزی میں (MAJORITY) کہتے ہیں یہ جناب کی علمی خیانت اور بددیانتی ہے۔ تاکہ اس کے ذریعے یہ باور کیا جائے کہ جناب کا مؤقف اکثریت کے مطابق ہے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

زمیں کیا آسماں بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے
غضب ہے سطرِ قرآں کو چلیپا کر دیا تو نے

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر کے ایک اہم نکتہ کا جواب

جناب طاہر ایک اہم نکتہ کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

" اس ضمن میں ایک اور اہم پہلو قابلِ توجہ ہے کہ کبھی کوئی امر بوجوہ بعض اکابر پر مخفی رہ جائے تو یہ اس بات کو مستلزم نہیں ہوتا کہ وہ پہلو بعد کے آنے والے افراد (اصاغر) پر بھی ہمیشہ اسی طرح مخفی رہے گا بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک خبر کسی سند کے ساتھ اکابر تک نہیں پہنچتی لیکن بعد کے ادوار میں کسی نئی صحت کے ساتھ پہنچ جاتی ہے اور وہ بدیں وجہ اس سے مطلع ہو جاتا ہے۔" (تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب ص۲۸)

نیز موصوف اپنی یہی بات آگے چل کر مزید کھول کر لکھتے ہیں اور "چور کی داڑھی میں تنکے" کی مثال کے مطابق اپنی صفائی بھی پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

" بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اکابر میں سے کسی مجتہد کی توجہ بوقت اجتہاد کسی خاص نص یا دلیل کی طرف نہیں جاتی اور وہ اپنی رائے کسی دوسری دلیل کی بنا پر قائم کر لیتا ہے مگر اصاغر میں سے کسی کا خیال اس طرف چلا جاتا ہے اور وہ مختلف نتیجے پر پہنچتا ہے۔ اندریں صورت عین ممکن ہے کہ دوسرے کی دلیل پہلے کے مقابلہ میں صائب ہوا اور قوی ہو مگر اس سے نہ تو پہلے مجتہد کی علمی ثقاہت کا انکار لازم آتا ہے اور نہ ہی اس کی تنقیص و توہین بلکہ علمی تحقیق و تدقیق کی دنیا میں یہ طریق کار اساتذہ اور ان کے تلامذہ کے مابین ہمیشہ مقبول و متداول رہا ہے۔ آئمہ اربعہ اور ان کے تلامذہ و اتباع کے درمیان علمی و فقہی اختلافات اس امر کا بین ثبوت ہیں۔ اگر امام اعظم سے ان

https://t.me/faizanealahazrat

کے دو تلامذہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے فقہی اختلافات کو ہی جمع کر لیا جائے۔ تو ایک الگ فقہ مرتب ہو سکتی ہے۔ اس بیان سے کسی کو یہ مغالطہ نہ ہو کہ راقم الحروف (معاذ اللہ) اپنی نسبت ایسا خیال رکھتا ہے۔ احقر نے عمر بھر قطعاً ایسا گمان نہ کیا ہے اور نہ الحمد للہ یہ خیال اب ذہن میں ہے۔"

(تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب صفحہ ۲)

جناب طاہر جو اپنی صفائی پیش فرما رہے ہیں کہ ان کا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے یہ صفائی اس محاورہ کی مصداق ہے "چہ دلاور است دزدیکہ چراغ بکف دارد"۔ آئمہ کرام کو فریق بھی کہے جا رہے ہیں۔ دیت کے مسئلہ میں عورت کی شہادت کے مسئلہ میں اور دیگر مسائل میں جو کرنا تھا کر گزرے ہیں اور کرتے جا رہے ہیں۔ پھر بھی صفائی دیئے جا رہے ہیں کہ ان کا ابھی ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ نیز درحقیقت طاہر صاحب کہنا یہ چاہتے ہیں کہ وہ جو اجتہاد فرما رہے ہیں اگر ان کا اجتہاد عورت کی دیت کی طرح اکابر آئمہ کے اجتہاد سے ٹکرا جائے تو ہو سکتا ہے کہ جناب کو کوئی ایسی دلیل صحیح حدیث سے مل گئی ہو جس سے اکابر بے خبر رہے ہوں۔ چنانچہ جہاں جناب اپنے آپ کو امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مقلد کہتے ہیں وہاں یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں تقلید جامد کا قائل نہیں ہوں بلکہ تقلید متحرک کا قائل ہوں۔ جیسا کہ متعدد مسائل میں آپ نے امام اعظم کا ہی نہیں صحابہ کرام و جمیع آئمہ دین مجتہدین کا دامن چھوڑ دیا جیسا کہ عورت کی دیت اور اس کی گواہی کا مسئلہ ہے بلکہ ستم بالائے ستم یہ کہ آئمہ اہلسنت کو فریق تک قرار دے کر ان کی تصریحات اور حوالہ جات کو سند تسلیم کرنے سے کھلا انکار فرمایا ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

مقلد کا ائمہ کے بارے میں اعتقاد

لیکن جناب نے اس سلسلے میں آئمہ دین کی تعلیمات کو نظر انداز فرما دیا ہے حالانکہ مقلد کا ائمہ دین کے بارے میں یہ اعتقاد ہونا چاہیئے کہ انہوں نے جو کچھ فرمایا بلا دلیل نہیں فرمایا جیسا کہ سیدی عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ

والحق انه يجب اعتقاد انهم لولا راوا فی ذلك دليلا ماشرعوه (المیزان الکبریٰ ج ۱ ص ۱۹)

حق یہ ہے کہ مقلد کو اس بات کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ اگر آئمہ نے اس بارے میں کوئی دلیل نہ دیکھی ہوتو اس کا حکم نہ فرماتے

نیز اکابر کے بارے میں ایسا خیال کرنا کہ ان کو اس مسئلہ کی دلیل نہیں ملی مجھے مل گئی ہے اکابر کی شان میں سوء ادبی اور گستاخی ہے۔ چنانچہ سیدامام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام امام زکریا انصاری، قدس سرہٗ الباری سے نقل فرماتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ

اياكم ان تبادروا الى الانكار على قول مجتهد او تخطئته الا بعد احاطتكم بادلة الشريعة كلها ومعرفتكم بجميع لغات العرب التى احتوت عليها الشريعة ومعرفتكم بصحاحها وطرقها

خبردار مجتہد کے کسی قول پر انکار یا اسے خطا کی طرف نسبت نہ کرنا جب تک شریعت مطہرہ کی تمام دلیلوں پر احاطہ نہ کر لو جب تک تمام لغات عرب کو جن پر شریعت مشتمل ہے۔ پہچان نہ لو۔ جب تک ان کے معانی، ان کے راستے جان نہ لو۔

اس کے بعد فرماتے ہیں

وانى لكم بذلك

بھلا کہاں تم اور کہاں یہ احاطہ

(المیزان الکبریٰ ج ۱ ص ۳۰)

https://t.me/faizanealahazrat

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی طرف سے جواب

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ " الفضل الموہبی " میں فرماتے ہیں کہ اس قسم کی رائے قائم کرنا مجتہد فی المذہب کا منصب ہے۔

" جیسے مذہب مہذب حنفی میں امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ بلاشبہ ایسے آئمہ کو اس حکم و دعوے کا منصب حاصل ہے اور وہ اس کے باعث اتباعِ امام سے خارج نہ ہوں گے کہ اگرچہ صورۃً اس جزئیہ میں خلاف کیا مگر معنیٰ اذنِ کلی امام پر عمل فرمایا پھر وہ بھی اگرچہ ماذون بالعمل ہوں یہ جزمی دعویٰ کہ اس حدیث کا مفاد خواہی نہ خواہی مذہب امام ہے نہیں کر سکتے (یا یہ کہ یہ حدیث امام کو نہ پہنچی، نہیں کہہ سکتے) نہایت کار ظن ہے۔ ممکن ہے کہ ان کے مدارک، مدارکِ عالیۂ امام سے قاصر رہے ہوں۔ اگر امام پر (اس حدیث کو) عرض کرتے وہ قبول نہ فرماتے تو مذہبِ امام ہونے پر تیقن تام وہاں بھی نہیں۔ خود آئمہ مجتہدین فی المذہب قاضی الشرق والغرب سیدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کے مدارجِ رفیعۂ حدیث کو موافقین و مخالفین مانتے ہوئے ہیں۔ امام مزنی تلمیذ امام شافعی نے فرمایا " ھو اتبع القوم للحدیث " کہ امام ابو یوسف آئمہ مجتہدین میں سب سے بڑھ کر حدیث کی پیروی کرنے والے ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا " مُنْصِفٌ فی الحدیث " کہ امام ابو یوسف حدیث میں انصاف کرنے والے (اسے خوب پرکھنے والے) ہیں۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ اصحاب رائے میں امام ابو یوسف سے بڑھ کر کوئی زیادہ حدیث دان نہیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

فی ایام الصحابۃ فانھم کانوا محصورین قلیلین۔	صحابہ کے زمانہ میں مشکل نہ تھی کیونکہ وہ محدود اور تھوڑے تھے۔

(ج ۳ ص ۲۳۷)

لہٰذا جناب طاہر کا صحابہ کے اجماع کے خلاف اُٹھایا ہوا فتنہ بحمدہٖ تعالیٰ دفع ہو گیا

۴۔ صحابہ کے فتاویٰ و ارشادات جن پر ان کا اتفاق ہو وہ تو اجماع قطعی قرار پا کر واجب الاتباع ہوں گے ہی لیکن کسی ایک صحابی کا قول بھی اس وقت واجب الاتباع قرار پاتا ہے جب وہ قول صحابہ میں پھیل جائے اور صحابہ اسے تسلیم کرتے ہوئے خاموش رہیں۔ طاہر صاحب نے اس مسئلہ کے بیان کرنے میں بھی دیانتداری کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ اس مسئلہ کو اس انداز سے بیان کیا کہ خالی الذہن قاری کے دل میں صحابہ کے اقوال و ارشاداتِ عالیہ کی اتباع کا جذبہ ماند پڑ جائے جب کہ ہمارے آئمہ فرماتے ہیں کہ

تقلید الصحابی یجب اجماعا فیما شاع فسکتوا مسلمین (التوضیح والتلویح ص ۴۹۳)	صحابی کی تقلید بر اجماع واجب ہے اس قول میں جو پھیل جائے اور صحابہ اسے تسلیم کرتے ہوئے خاموش رہیں۔

اور نامی شرح حسامی کی عبارت بھی وہی نقل فرمائی جو جناب کی اُلٹی سمجھ میں آئی لیکن اس سے آگے کی عبارت جس میں اس مسئلہ کی رُوح کارفرما تھی وہ جناب کی رُوح میں نہیں اتر سکی۔ اس لئے جناب نے اسے نقل نہ کرنے میں اپنی عافیت سمجھی، ملاحظہ ہو۔

لو ثبت ان ذلك الحكم بلغ غيره وهو سكت وسلم ذلك الحكم فكان اجماعا فلا يتصوّر الخلاف ح بل يجب تقليد الاجماع بالاتفاق (النامی شرح الحسامی) ج ۲ ص ۱۹۱	اگر ثابت ہوا کہ صحابی کا وہ قول حکم دوسروں تک پہنچا اور وہ خاموش رہے اور اس حکم کو تسلیم کر لیا تو یہ اجماع قرار پایا پس اس وقت اس کی مخالفت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ بہ اتفاق اس کی

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر القادری کا بعض مسائل میں امام صاحب کے ساتھ صاحبین کے اختلاف سے ناجائز فائدہ اُٹھانا۔

جناب طاہر القادری مسئلہ دیت میں اجماع صحابہ و اجماع آئمہ مجتہدین کے خلاف موقف اختیار کرنے کے جواز میں فرماتے ہیں۔

" یہ ایک فروعی مسئلہ ہے اسلام کی تاریخ میں لاکھوں فروعی مسائل کی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ اساتذہ سے ان کے شاگردوں نے اختلاف کیا امام اعظم کے شاگردوں امام ابو یوسف اور امام محمد نے ہزارہا مسائل پر ان سے اختلاف کیا۔ اعلیٰ حضرت نے امام تمتاوی و امام شافعی و صاحب ہدایہ امام المرغنانی سے اختلاف کیا"۔ (اہم انٹرویو صہ ۹-۱۰)

اس کا جواب تو پہلے ہی خود اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے عرض کیا جا چکا ہے پھر جناب طاہر کی کج فہمی کا یہ عالم کہ جناب اجماع صحابہ و اجماعِ آئمہ مجتہدین اور خود امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تقلید کی خلاف ورزی کو کس کس کے ساتھ اختلاف پر قیاس کر رہے ہیں۔ جناب سے یہ کون پوچھے کہ اجماعِ صحابہ کرام کی خلاف ورزی کی کوئی مثال دیجئے۔ دیت کے مسئلہ پر راقم نے ۵۲ حدیثیں جمع کی ہیں جو انشاء اللہ العزیز عنقریب علیحدہ کتابی شکل میں چھپ کر آجائیں گی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کریمہ میں عملاً نصف دیت رائج تھی۔ کیا اسے پسِ پشت ڈالنے کی جسارت کسی نے کی؟ پھر صاحبین امام ابو یوسف و امام محمد تو مجتہد فی المذہب اور امام صاحب سے علم و تربیت اور اجازت یافتہ تھے۔ کیا جناب بھی ان کی صف میں جا پہنچے اور اعلیٰ حضرت نے

https://t.me/faizanealahazrat

طحطاوی، جسے آپ نے "تحتاوی" "تا" کے ساتھ رقم فرمایا، سے اختلاف کیا۔ کیا امام طحطاوی، کوئی امام مجتہد مطلق تھے اور اعلیٰ حضرت ان کے مقلد یا اعلیٰ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مقلد تھے کہ ان پر ان کی اتباع واجب تھی۔ یا امام المرغینانی امام مجتہد مطلق تھے اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ان کے مقلد؟

جناب کے ان لایعنی اور فضول قسم کے بلکہ سراسر فریب پر مبنی جوابات سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب علم و تحقیق سے قطعاً کورے ہیں لہٰذا جو کچھ بیان کیا جا رہا ہے شاید یہ بھینس کے آگے بین بجانے کے مترادف ہی ہے ؎

فہمیدن معانی ہر طبع کے تواند
لذت بیابد آں دل کو راز ہا بداند

https://t.me/faizanealahazrat

"مُقلّدین کا رد" اور اِس کا جواب

نیز جناب طاہر غیر مقلدین کی غیر مقلدیت کو تقویت پہنچانے اور اپنے نام نہاد اجتہاد کو سہارا دینے کے لئے فتح الباری کے ایک حوالہ سے لکھتے ہیں۔

" اس واقعہ میں ایسے مقلدین کا رد بھی موجود ہے جن کے سامنے کوئی ایسی بات پیش کی جائے جو ان کے مؤقف (مذہب امام) کے خلاف ہو تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر یہ بات درست ہوتی تو فلاں (ہمارے امام صاحب) کو ضرور اس کا علم ہوتا الخ۔" (تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب ص ۲۹)

راقم اپنے سادہ لوح سنی حنفی بھائیوں سے پوچھتا ہے کہ کیا ایسی باتیں اور ایسے حوالے کبھی آئمہ کی تقلید کرنے والا شخص بھی نقل کر سکتا ہے؟ تو کیا طاہر صاحب کا اپنے اس رسالہ میں اس قسم کا مواد بھر دینا اس بات کا بین ثبوت نہیں کہ یہ اوپر سے تو سنی حنفی ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں لیکن اپنی تحریروں سے اور نام نہاد ادارہ منہاج القرآن کی تحریک سے دراصل غیر مقلدیت کے لئے راستہ ہموار اور ذہنوں کو تیار کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ بات جو امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے فتح الباری میں نقل فرمائی ہے۔ دراصل، یہ امام تقی الدین بن دقیق العید علیہ الرحمۃ کا قول ہے۔

اِمام ابنِ دقیق العید

یہ امام ابن دقیق العید علیہ الرحمۃ ۶۲۵ھ کو پیدا ہوئے اور ۷۰۲ھ کو واصل بحق ہوئے۔ یہ امام صاحب دراصل مجتہد تھے۔ یہ کسی خاص امام کی تقلید نہیں فرماتے تھے۔ یہ بلند پایہ محدث اور فقیہہ و مجتہد تھے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔ (ترجمہ)

https://t.me/faizanealahazrat

"امام ابن دقیق العید مالکی و شافعی دونوں مذاہب کے امام تھے اور ان کی ایک کتاب "المجتہد باحادیث الاحکام" کے نام سے بھی ہے"

(ملاحظہ ہو بستان المحدثین صہ ۲۱۵)

اور امام حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ (ترجمہ)

"امام ابن دقیق العید ۶۹۵ھ دیارِ مصر میں قضاء کے عہدہ پر فائز کئے گئے اور یہ قاضی القضاۃ تھے" (البدایۃ والنہایہ ج ۱۴ صہ ۴۷)

اور قاضی القضاۃ کے عہدہ پر عام طور پر ایسے فقہاء کو فائز کیا جاتا تھا جو درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے ہوتے تھے۔

اور امام عماد الدین حنبلی شذرات الذہب میں امام ابن دقیق العید کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"شیخ الاسلام تقی الدین ابو الفتح محمد بن علی بن وہب بن مطیع ابن ابی الطاعۃ القشیری المنفلوطی الشافعی المالکی المصری ابن دقیق العید"

(شذرات الذہب ج ۶ صہ ۵)

اس میں ان کو "شیخ الاسلام" پھر "شافعی و مالکی" لکھا گیا ہے۔ لفظ شافعی مالکی بتا رہا ہے کہ یہ کسی ایک امام کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا ان کا ارشادِ گرامی محض مقلدین کے لئے کیونکر حجت ہوگا؟ اور امام تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب ابن تقی الدین سبکی علیہ الرحمۃ "طبقات شافعیہ کبری" میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں

"شیخ الاسلام الحافظ الزاہد الناسک المجتہد المطلق ذو الخبرۃ التامۃ بعلوم الشریعۃ الجامع بین العلم والدین"

شیخ الاسلام، حافظ، زاہد، عابد مجتہد مطلق، علوم شریعہ پر پورا عبور رکھنے والے علم اور دین کے جامع۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۶ صہ ۲)

https://t.me/faizanealahazrat

قارئین عذر فرمائیں ! جن کے بارے میں امام تاج الدین سبکی علیہ الرحمۃ "مجتہد مطلق" کا لفظ لا کر ان کا تعارف کرائیں ، ان کے مجتہد مطلق ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے ؟ یہ اکابرین کے الفاظ ہیں جو انتہائی احتیاط کے ساتھ صادر ہوتے تھے ایسے نہیں کہ وہ ایک جاہلِ مطلق کو " نابغۂ عصر " مفکرِ اسلام اور علامہ ایسے خطابات سے نوازتے پھرتے تھے ۔

جب یہ بات تسلیم کہ وہ مجتہد مطلق تھے تو ان کا فرمان مقلدین محض کے لئے نہیں بلکہ ان اُن دین کے لئے ہے جو ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کے مقلد ہونے کے باوجود مجتہد فی المذہب کے منصب پر فائز تھے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حدیث کی صحت کا کما حقہ پہچاننا مجتہد کا کام ہے نہ کہ جناب طاہر ایسے خامکار کا کام جنہیں قرآنِ کریم تک صحیح پڑھنا نہیں آتا حدیث کی صحت کا علم تو دُور کی بات ہے ۔

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر قادری اور عیسائی پادری کا ایک جیسا عقیدہ

قارئین کو شاید اس عنوان سے تعجب ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جب جاہل شخص مفکرِ اسلام اور مجتہد بننے لگے تو اس کا ایمان بھی خطرہ میں پڑے بغیر نہیں رہتا۔ طاہر قادری صاحب کا بھی کچھ ایسا ہی حال ہے جیسے انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت میں شمار کیا اور نبی بھی بتایا تو گویا وہ امتی بھی ہوتے اور نبی بھی۔ یہی مرزا غلام احمد قادیانی کا عقیدہ ہے اور یہاں سے وہ اپنے لئے دونوں باتیں ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے آپ کو "امتی نبی" ٹھہراتا ہے۔ ایسے ہی طاہر صاحب نے قرآنِ کریم سے پہلے جو آسمان سے کتابیں نازل ہوئیں ان کے بارے میں عیسائی پادریوں والا عقیدہ اختیار کر رکھا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب "ابرِ رحمتِ ایمان" میں فرماتے ہیں۔

"تورات، زبور، انجیل سمیت تمام کتب اور صحفِ سماوی کی حقیقت یہ تھی کہ ان کے معنی و مفہوم انبیاء علیہم السلام کے قلوب پر القا کر دیے جاتے تھے اس نازل شدہ وحی کو انبیاء کرام علیہم السلام اپنے مفہوم کا جامہ پہنا کر امت کے سامنے پیش کر دیتے گویا مفہوم و منشاء خدا تعالیٰ کا ہوتا تھا مگر الفاظ و عبارت انبیاء کرام علیہم السلام کے وضع کردہ ہوتے تھے۔ (حصہ دوم صہ ۵۲)

پھر فرماتے ہیں۔

"واقعہ یہ ہے کہ کتب سماویہ چونکہ معانی کی حد تک کلامِ الٰہی تھیں اور الفاظ و عبارات میں وہ سراسر مخلوق یعنی انبیاء کرام

https://t.me/faizanealahazrat

کا بیان تھیں اور چونکہ انسانوں کے کلام میں ردّ و بدل کیا جانا بھی
ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی حفاظت کا کوئی وعدہ
بھی نہیں کیا گیا تھا اس لئے ان کتب میں ردّ و بدل ہو گیا۔"
(حصّہ دوم صفحہ ۵۵)

جناب طاہر صاحب کے خیالات سابقہ کتبِ سماویہ کے بارے میں جو ان کی عبارات مندرجہ بالا سے ظاہر ہو رہے ہیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ سابقہ کتب سماویہ یعنی تورات، انجیل، زبور اور دیگر صحیفے کتابوں کی شکل میں اور لکھے ہوئے آسمان سے نہیں اتارے گئے تھے۔

۲۔ وہ نبیوں اور رسولوں کے دلوں میں ڈالے جانے والے خیالات اور الہامات تھے۔

۳۔ ان الہامات کو نبیوں اور رسولوں نے اپنے الفاظ اور اپنی بنائی ہوئی عبارتوں میں قوموں کے سامنے پیش کیا

۴۔ وہ اللہ کا کلام نہ تھے بلکہ وہ انسانوں (پیغمبروں) کے کلام تھے۔

۵۔ انسانوں کے کلام میں ردّ و بدل ہو سکتا ہے اس لئے ان کتابوں اور صحیفوں میں ردّ و بدل کیا گیا۔

۶۔ اگر وہ خدا کا کلام ہوتے تو اہلِ کتاب ان میں تبدیلی اور تغیر نہ کر سکتے۔

۷۔ قرآنِ کریم چونکہ اللہ کے نبی کا کلام نہیں اس لئے اس میں تبدیلی اور تغیر ممکن نہیں۔

قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ سابقہ آسمانی کتابوں اور صحیفوں کے بارے میں عیسائی پادریوں کا بھی یہی عقیدہ ہے جو جناب طاہر قادری کا ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

چنانچہ عبدالماجد دریا آبادی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

" ان (اہلِ کتاب) کے علماء دا کابر اب صاف صاف اقرار کر رہے ہیں کہ صرف مضامین و مطالب کا القاء ہمارے انبیاء و اصفیاء کے قلبِ صافی پر ہوتا تھا اور وہ حضرات انہیں الہاماتِ معنوی کی روشنی میں اپنے لفظ و عبارت میں نوشتے تیار کر دیتے تھے

(تفسیر ماجدی ص۳۱)

لیجئے، پادری صاحبان کا بھی وہی عقیدہ ہے جو طاہر قادری صاحب کا ہے کہ الفاظ و عبارات نبیوں کی طرف سے تھیں۔ ان دونوں عقیدوں کی رو سے سابقہ آسمانی کتابیں اور صحیفے خدا کا کلام قرار نہیں پاتے بلکہ نبیوں کا ہی کلام قرار پاتے ہیں جیسا کہ طاہر صاحب نے بھی انہیں انسانی کلام ٹھہرایا اور اسی کو ان میں تبدیلی و تغیر کرنے کے امکان کا سبب بتایا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ طاہر صاحب کی عیسائی پادریوں کے اس عقیدے میں ہمنوائی نہ صرف باعثِ صد افسوس ہے بلکہ صریح طور پر قرآنِ کریم کے خلاف اور کفریہ عقیدہ ہے۔

ہم نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ طاہر صاحب قرآنِ کریم کا ترجمہ نہیں پڑھے ہوئے ورنہ وہ کفر کی حد تک گمراہی میں نہ بھٹکتے۔ قرآنِ کریم میں ان سابقہ آسمانی کتابوں کو اللہ تعالیٰ کا ہی کلام کہا گیا ہے چنانچہ سورۂ بقرہ میں ہے۔

" أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (سورۂ بقرہ آیت ۷۵)

تو اے مسلمانو کیا تمہیں یہ طمع ہے کہ یہودی تمہارا یقین لائیں گے اور ان کا تو ایک گروہ تھا کہ اللہ کا کلام سنتے پھر سمجھنے کے بعد اسے دانستہ بدل دیتے۔

https://t.me/faizanealahazrat

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلی آسمانی کتابوں کو اپنا کلام کہا ہے اور رہا یہ سوال کہ پھر ان لوگوں نے اللہ کے کلام میں تبدیل کیسے کر ڈالی۔ اور اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام کی حفاظت کیوں نہ کی؟ اس کا جواب عرض کرنے سے پہلے واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اس کا جواب خواہ کچھ بھی ہو۔ جو بات قرآنِ کریم سے واضح طور پر ثابت ہو اسے من وعن تسلیم کرنا ہی ایمان ہے یہ بات تو بالکل وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گئی کہ وہ کتابیں، اللہ تعالیٰ کا کلام تھیں۔ نبیوں اور پیغمبروں کا کلام نہ تھیں۔ کیونکہ آیت مذکورہ بالا میں وضاحت اور صراحت کے ساتھ لفظ "کلام اللہ" موجود ہے۔ اس کے باوجود، ان کتابوں کو اللہ تعالیٰ کا کلام قرار نہ دینا بلکہ ان نبیوں کا کلام اور انہی کی عبارات ٹھہرانا، آیت مذکورہ کا انکار اور کفر ہی ہے۔ جس کا ارتکاب جناب طاہر صاحب نام نہاد تحقیق واجتہاد کے نام پر کئے جا رہے ہیں۔ رہا اس کا جواب کہ پھر ان کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے کیوں نہ کی۔ تو یاد رکھنا چاہیئے کہ چونکہ ان کی کتابوں کی تعلیمات وہدایات آخری نہ تھیں اور نہ ہی انکو قیامت تک باقی رکھنا مقصود تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کرنے کا ذمہ نہ اُٹھایا بلکہ ان کی حفاظت خود انہی کے سپرد فرمادی۔ اس کے برعکس قرآنِ کریم کے بعد چونکہ دوسری کتاب نہیں بلکہ اس کی تعلیمات قیامت تک کے لئے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ میں لے لی۔ پھر یہ جو طاہر صاحب فرما رہے کہ ان کتابوں کے معانی اور مفاہیم ومطالب انبیاء کے دلوں پر القاء والہام کئے جاتے تھے پھر ان القاء شدہ معانی ومطالب کو انبیاء اپنے الفاظ وعبارات کا جامہ پہناتے اور قوم کے سامنے پیش کرتے تھے"۔ یاد رہے کہ پھر ایسی صورت میں وہ اللہ تعالےٰ کا کلام نہیں قرار پاتیں بلکہ وہ نبیوں کا ہی کلام اور ان کی حدیث قرار پاتی ہے

حدیثِ قُدسی اس کا نام حدیثِ قدسی رکھا جاتا ہے کلامِ الٰہی نہیں

https://t.me/faizanealahazrat

چنانچہ "جامع العلوم" میں ہے۔

"الحدیث القدسی" ما اخبر اللہ تعالیٰ بہ نبیہ بالالہام او المنام فاخبر علیہ الصلوۃ والسلام عن ذلک المعنی بعبارۃ نفسہ

"حدیث قدسی" اس کو کہتے ہیں جس کی خبر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو الہام یا خواب کے ذریعے دے پھر نبی ان معنوں کو اپنی عبارت و اپنے الفاظ میں ڈھال کر دوسروں کو بتائے۔

("جامع العلوم" طبع بیروت ج ۲ ص ۱۶)

طاہر صاحب نے سابقہ آسمانی کتابوں کے بارے میں جس خیال کا اظہار فرمایا ہے اس کے مطابق وہ کتابیں احادیث قدسیہ کی تعریف میں آتی ہیں۔ انہیں کلام الٰہی نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ وہ نبیوں کی احادیث قدسیہ اور ان کا کلام ٹھہرتی ہیں اور یہی بات طاہر صاحب نے بھی کہہ ڈالی ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

"واقعہ یہ ہے کہ کتب سابقہ چونکہ معانی کی حد تک کلام الٰہی تھیں اور الفاظ و عبارات میں وہ سراسر مخلوق، یعنی انبیاء کرام کا بیان تھیں اور چونکہ انسانوں کے کلام میں رد و بدل کیا جانا بھی ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی حفاظت کا کوئی وعدہ بھی نہیں کیا گیا تھا۔ اس لئے ان کتب میں رد و بدل ہو گیا۔" (اجزائے ایمان حصہ دوم ص ۵۵)

اس میں طاہر صاحب نے ان آسمانی کتابوں کو، انبیاء کرام کا بیان اور انسانوں کا کلام قرار دے کر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کو جو ان آسمانی کتابوں کے بارے میں قرآن میں وارد ہوا، جھٹلا دیا اور اس کا کھلا انکار کر ڈالا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ صاف صاف اور صراحت کے ساتھ ان کتابوں کو اپنا کلام قرار دے رہا ہے کہ

وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ

اور ان اہل کتاب (یہود) کا ایک

https://t.me/faizanealahazrat

يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ط

(سورۂ بقرہ آیت ۷۵)

گروہ اللہ کے کلام کو سنتے، پھر اسے سمجھنے کے بعد، اس کو دیدہ و دانستہ بدل دیتے

اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں (تورات) کو اپنا کلام کہا۔ اس سے بڑی وضاحت اور بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے اس آیت کی تفسیر میں مفسرِ قرآن شیخ احمد مصطفےٰ المراغی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

فسمعوا كلامه بطريق نحن لا نعرفها ولا ندرك كنهها واستيقنوا مناجاته ربه وسمعوا اوامره ونواهيه ثم كان منهم ان حرفوا كلام الله الذى حضروا وحيه وصرفوه عن وجهه بالتاويل والتحريف۔ الخ

(تفسیر المراغی ج ۱ ص ۱۴۸)

کہ بنی اسرائیل نے کسی ایسے طریقے سے، جس کا ہمیں علم نہیں اور نہ ہی ہم اس کی حقیقت کا ادراک رکھتے ہیں۔ اللہ کا وہ کلام سنا جو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہِ طور پر فرمایا اور ان لوگوں نے اس کا یقین کیا۔ اور اس کے اوامر اور نواہی کو خود سنا پھر ان سے یہ غلطی سرزد ہوئی کہ انہوں نے اللہ کے اس کلام کو بدل ڈالا جس کی وحی پر وہ خود بھی حاضر تھے اور تاویلِ باطل اور تحریف کر کے اس کو بدل ڈالا۔

لیجئے! علامہ شیخ احمد مصطفےٰ المراغی علیہ الرحمۃ کی سُنیئے۔ کیا فرماتے ہیں۔ ان کے مندرجہ بالا ارشاد سے درج ذیل مسائل واضح ہو رہے ہیں۔

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو گفتگو اور وحی کا سلسلہ ہوتا

https://t.me/faizanealahazrat

تھا۔ اسے ایک بار، بنی اسرائیل کے چیدہ چیدہ لوگوں نے بھی کوہِ طور پر جاکر خود سنا تھا۔ لہٰذا طاہر صاحب کا یہ کہنا کہ ان انبیاء کی وحی، الفاظ کی صورت میں نہیں بلکہ ان کے دل پر معانی کو الہام و القاء کیا جاتا تھا۔ جسے وہ قوم کے آگے اپنے الفاظ میں بیان کرتے تھے۔ غلط اور خلافِ تحقیق ہے۔

۲۔ بنی اسرائیل نے اللہ کے کلام کو بطفیل حضرت موسیٰ علیہ السلام، خود سنا اور اس میں احکام بھی تھے، اوامر بھی اور نواہی بھی۔

۳۔ بنی اسرائیل اس لئے بھی زیادہ غضبِ الٰہی کے مستحق ٹھہرے کہ جس وحی و کلام کو انہوں نے کوہِ طور پر جاکر بذاتِ خود سنا تھا اور اس بات کا اچھی طرح یقین حاصل کر لیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہی کلام ہے اسے بعد میں بدل ڈالا۔

اس کے بعد جناب طاہر القادری کی اس بات کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے کہ سابقہ آسمانی کتابیں خدا کا کلام نہ تھیں۔ بلکہ وہ انبیاء علیہم السلام کا اپنا ہی کلام ہوتا تھا اور چونکہ وہ انسانی کلام تھا اس لئے اس کا بدل دینا ممکن تھا۔ معلوم ہوتا ہے جناب طاہر صاحب شوقِ اجتہاد میں جو دل آتا ہے زبان سے نکالتے چلے جاتے ہیں اور نام نہاد جدید تحقیق کی آڑ میں قرآن و سنت کے مسلمہ حقائق تک کو مسخ کئے جا رہے ہیں۔ حالانکہ تورات کے بارے میں خود قرآن گواہی دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا الخ

(الاعراف آیت ۱۴۵)

اور ہم نے اس (موسیٰ) کے لئے تختیوں میں لکھ دی ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل اور ہم نے فرمایا اے موسیٰ اسے مضبوطی سے لے اور اپنی قوم کو حکم دے کہ اس کی اچھی باتیں اختیار کرو الخ۔

https://t.me/faizanealahazrat

اس آیت میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ تورات کو اللہ تعالیٰ نے لکھا اور یہ کہ تورات تختیوں پر لکھی لکھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ (ترجمہ)

"یہ تختیاں جن پر تورات لکھی ہوئی تھی سات یا دس تھیں اور حدیث میں ہے کہ وہ تختیاں جنت کے بیری کے درخت کی تھیں اور وہ بارہ ہاتھ لمبی تھیں اور حدیث میں آیا ہے۔

خَلَقَ اللّٰہُ آدَمَ بِیَدِہٖ وَکَتَبَ التَّوْرَاۃَ وَغَرَسَ شَجَرَۃَ طُوبٰی بِیَدِہٖ ط الخ

"کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تورات کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور شجرۂ طوبیٰ کو بھی اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔"

(تفسیر مظہری ج ۳ صـ۴۰۸)

اور علامہ محمود آلوسی علیہ الرحمۃ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں۔ (اردو ترجمہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے)۔

"امام ابن ابی حاتم وغیرہ امام جعفر صادق بن امام محمد باقر، اپنے باپ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو تختیاں (تورات کی لکھی لکھائی) موسیٰ پر نازل کی گئی تھیں وہ جنت کے بیری کے درخت کی تھیں۔ جن کا طول بارہ ہاتھ تھا اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"کَانَتْ مِنْ خَشَبٍ نَزَلَتْ مِنَ السَّمَآءِ"

کہ تورات کی تختیاں لکڑی کی تھیں۔ اسے آسمان سے اتارا گیا اور ہر تختی کا طول دس ہاتھ تھا، اور جو امام ابن جریج سے مشہور ہے وہ یہ ہے کہ

https://t.me/faizanealahazrat

تورات کو اپنے ہاتھ سے بہ حکم خداوندی جبرائیل علیہ السلام لکھنے والے تھے اور حضرت علی المرتضیٰ و حضرت مجاہد و حضرت عطاء و حضرت عکرمہ اور بہت سی خلق سے مروی ہے کہ بلاشبہ تورات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ید قدرت سے لکھا تھا اور یہ بھی آیا ہے کہ جو قلمیں تورات کی لکھنے والی تھیں ان کی آواز خود موسیٰ علیہ السلام نے سُنی تھی اور یہی امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے۔" (تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۱۵۱)

ان تمام روایات کا قدرِ مشترک یہ ہے کہ تورات جو ایک آسمانی کتاب تھی۔ لکھی ہوئی نازل ہوئی اور قرآن کریم میں نص اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ وہ تختیوں پر لکھی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی اور اس کے بعد یہ بھی قرآن میں موجود ہے۔

وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ (سورۂ اعراف آیت ۱۵۰)

اور تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگا۔

اس میں واضح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طُور سے واپس لوٹے تو تختیاں اُٹھائے ہوئے تھے اور قوم کا سنا کہ وہ ان کے بعد گائے کے بچھڑے کی پوجا میں لگ گئی تھی تو غیرت و حمیت دینی میں سخت ناراض ہوئے اور اس عالمِ غضب میں تورات کی تختیاں بھی زمین پر ڈال دیں اور بھائی کو پکڑ لیا کہ انہوں نے قوم کو اس طرف کیوں جانے دیا۔ اس سے تورات کا قطعی طور پر لکھا ہوا آسمان سے نازل ہونا ثابت ہو گیا۔ مگر طاہر القادری کے علم کی داد دیجئے جن کا دعویٰ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دین کی خدمت کی ذمہ داری سونپی ہے۔ قرآن کریم کے برعکس فرما رہے ہیں کہ آسمانی کتابیں صرف معانی و مطالب کی صورت میں نبیوں کے دلوں میں ڈالی گئیں۔ جنہیں وہ اپنے الفاظ کا جامہ پہنا کر اور اپنی طرف سے لکھ کر قوم کو پیش کرتے تھے اور کہتے تھے یہ خدا کی کتاب ہے اور یہ کہ وہ دراصل ان کا اپنا ہی انسانی کلام

https://t.me/faizanealahazrat

ہوتا تھا۔ پروفیسر صاحب کا یہ خیال قرآنِ کریم کی تعلیم و ہدایت سے قطعاً متصادم اور ٹکراتا ہے۔

سمجھدار لوگوں کے لئے جو شخصیت پرست ہونے کی بجائے حقائق نواز اور حقائق شناس ہیں۔ ان کے سمجھنے کو اس قدر کافی ہے کہ طاہر صاحب کی یہ جاہلانہ باتیں اور قرآن و حدیث کے غلط تراجم اور بے ہودہ تشریحات اور لایعنی طولانیاں ہی اس کی بشارتوں کے جھوٹے ہونے کی بڑی دلیل ہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے پاک ہیں کہ ایسے نااہل اور عربی و دینی علوم سے نابلد انسان کو دین کی خدمت کا سلسلہ سونپ کر اسے کشتیٔ امت کا واحد ناخدا قرار دے دیں۔

قارئین کرام! لیجئے جناب طاہر القادری صاحب نے جو فرمایا کہ

"ان آسمانی کتابوں کے معانی و مطالب ان نبیوں کے دلوں پر القاء کئے گئے۔ اور ان کے الفاظ خدا کی طرف سے نازل کردہ نہ تھے اور یہ کہ وہ کلام انسانی تھا اس لئے اس میں ردّ و بدل واقع ہوا

اس کے خلاف آپ نے قرآنِ کریم کا ارشادِ گرامی ملاحظہ فرمالیا جس میں ان کتابوں کو "اللہ کا کلام" فرمایا گیا (سورۂ بقرہ آیت ۷۵) پھر اس کے تحت تفسیر مراغی کا حوالہ بھی کہ وہ کلام جو موسیٰ علیہ السلام کو وحی ہوا۔ بنی اسرائیل کے چیدہ چیدہ لوگوں نے بذاتِ خود کوہِ طور پر جاکر اپنے کانوں سے سُنا۔ (تفسیر مراغی ج ۱ ص ۱۴۸)۔ پھر یہ بھی ملاحظہ کیا کہ قرآنِ کریم فرماتا ہے کہ تورات تختیوں کے اُوپر لکھی لکھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سپرد کی گئی (سورۂ اعراف آیت ۱۴۵) پھر یہ بھی کہ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ید قدرت سے لکھا (تفسیر مظہری ج ۴ ص ۴۰۸ اور تفسیر رُوح المعانی ج ۹ ص ۵۱)

اب قرآنِ کریم کی ایک اور آیت بھی ملاحظہ فرمائیے

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کافر بولے قرآن ان پر ایک ساتھ

https://t.me/faizanealahazrat

لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۱۲

کیونکر نہ اتارا گیا۔

(سورۂ الفرقان آیت ۳۲)

ایک اور اجماع سے انکار

طاہر صاحب کا مبلغ علم یہ ہے کہ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے یا دیدہ دانستہ مسائل اجماعیہ کا انکار کئے جا رہے ہیں۔ عورت کی نصف دیت کے انکار کے بعد ان کتابوں کے بارے میں بھی اجماعی موقف کا انکار ہے۔ جسے کفار بھی جانتے تھے کہ سابقہ آسمانی کتابوں کے معانی قلوب انبیاء پر نہیں اتارے گئے تھے بلکہ ان کتابوں کو کتابی صورت میں ایک ساتھ آسمان سے نازل کیا گیا تھا اس لئے ان کے برعکس قرآن کریم کے بتدریج نازل ہونے پر معترض ہوئے۔ لیکن جناب طاہر القادری کا مطالعہ ان سے بھی کمتر ٹھہرا۔ جن کا زعم ہے کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خدمت سونپی ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اس سلسلے میں رُوح المعانی کی سنئے۔

ای هلا انزل القرآن علیه، علیه الصلوٰة والسلام دفعة غیر مفرق کما انزلت التوراة والانجیل والزبور علی ما تدل علیه الاحادیث والآثار حتیٰ کاد یکون اجماعا کما قال السیوطی

یعنی کفار نے کہا کہ قرآن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ویسے ایک ساتھ کیوں نہ اتارا گیا۔ جیسے تورات و انجیل و زبور ایک ساتھ اتاری گئی تھیں۔ بنا بریں کہ اس پر احادیث و آثار دلالت کرتے ہیں حتیٰ کہ قریب قریب اس پر اجماع ہے۔ چنانچہ امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔

(تفسیر روح المعانی ج ۱۹ ص ۱۴)

https://t.me/faizanealahazrat

قارئین نے ملاحظہ فرمالیا! کہ تقریباً اس پر اہلِ اسلام کا اجماع ہے کہ سابقہ آسمانی کتابیں تورات، انجیل اور زبور، کتابی شکل میں آسمان سے اتاری گئی تھیں۔ لہٰذا وہ کتابیں بلاشبہ الفاظ کے اعتبار سے بھی خدا تعالیٰ کا کلام تھیں۔ وہ انبیاء کا کلام نہ تھیں لہٰذا جناب طاہر القادری کا عقیدہ اس اجماع کے بھی خلاف ہے۔

اب مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمۃ کا ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

"اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم کا طریقہ نزول تورات و انجیل کے طریقہ نزول سے دو طرح سے اعلیٰ ہے ایک یہ کہ وہ کتابیں ایک دم آئیں اور قرآن آہستہ آہستہ۔ دوسرے یہ کہ وہ کتابیں لکھی ہوئی آئیں اور قرآن بولا ہوا۔" (تفسیر نور العرفان ج۱۹ ص۵۷۸)

قارئین غور فرمائیے! قرآنِ مجید، احادیث و آثار اور تفاسیر اور اجماع کے حوالوں کے بعد، طاہر القادری کا عقیدہ مذکورہ ان کے خلاف گمراہی اور گمراہ کن پاتا ہے یا نہ؟ ضرور گمراہی ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ (فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ)

؎ اب صاف ہو گیا حق و باطل میں امتیاز
اب فصلِ نو بہار الگ ہے، خزاں الگ

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر القادری تفضیلی شیعہ

طاہر القادری اگرچہ لاکھ مرتبہ اپنے آپ کو سنی کہے مگر اس کا سنی حنفی ہونا اس کی کتابوں سے تحریروں اور تقریروں سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اس کی شخصیت عقائد کے اعتبار سے تضادات کا مجموعہ ہے جہاں اس میں غیر مقلدیت اور معتزلیت کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے گزشتہ دلائل سے ثابت ہو چکا ہے۔ وہاں اس کے عقائد میں تفضیلی شیعیت بھی پائی جاتی ہے چنانچہ اس کی وہ تقریر جو انہوں نے قصرِ شیعیت و محلِ رفض، معروف بنام "قصرِ بتول" میں مولود کعبہ کے موضوع پر فرمائی۔ سننے کے بعد اگر کوئی صاحبِ شعور راقم کی رائے کو غلط ثابت کر دے تو راقم بلا تاخیر نہ صرف معذرت عرض کرے گا۔ بلکہ معذرت نامہ بھی شائع کرے گا۔ قصرِ بتول میں ہونے والی تقریر "مولود کعبہ" کے عنوان سے ان کی کیسٹ بھری ہوئی دستیاب ہوئی ہے اور سُنی جاتی ہے۔ اور روزنامہ جنگ میں بھی جناب طاہر کے وہ الفاظ جلی سُرخی کے ساتھ شائع ہوئے کہ

"تمام صحابہ بھی اکٹھے ہو جائیں تو علم میں حضرت علی کا کوئی ثانی نہیں"

اور یہ کہ "سب صحابہ نے شہادت دی ہے کہ اگر ہم تمام صحابہ بھی اکٹھے ہو جائیں تو علم میں علی کا کوئی ثانی نہیں۔ صحابہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم تمام صحابہ میں کسی شخص کو یہ جرأت نہ تھی حضرت علی کے سوا کہ وہ مسند پر کھڑا ہو کر یہ کہہ سکے کہ جو چاہو پوچھو" (روزنامہ جنگ خصوصی اشاعت ۱۹ مئی ۱۹۸۷ء)

یہ تقریر محض رافضیوں اور شیعوں کی خوشنودی اور ان کو اپنے نام نہاد ادارہ منہاج القرآن کا ممبر بنانے کے لئے کی گئی ہے اور یہ تقریر سوا جھوٹ کے کچھ نہیں ہے۔ اس کے بعد جناب کے تفضیلی شیعہ ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ حالانکہ حدیث شریف میں

https://t.me/faizanealahazrat

ہے۔ صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب سے زیادہ علم والا اعتقاد کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

کان ابوبکر اعلمنا۔	کہ حضرت ابوبکر صدیق کا علم جہاں پہنچا
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۶)	وہاں ہم سب صحابہ میں کسی کا بھی نہ پہنچ سکا۔
	وہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے۔

اگر حضرت ابوبکر صدیق و عمر و عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علی الاطلاق زیادہ علم والا تسلیم کیا جائے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد ہوئے ان کی خلافتوں کا کوئی جواز باقی نہیں رہ جاتا۔ پھر صحیح بخاری کی یہ حدیث بھی جناب کی نظر سے کیونکر گزرتی کہ جناب نے باقاعدہ دورۂ حدیث پڑھا ہوتا تو آپ کو معلوم ہوتا وہ یہ کہ حضرت محمد بن حنفیہ صاحبزادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کیا کہ :۔

ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ قال ابوبکر، قال، قلت ثم من؟ قال عمر الخ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۸)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے بہتر کون ہیں؟ فرمایا ابوبکر صدیق کہتے ہیں، میں نے پھر عرض کی، پھر کون؟ فرمایا حضرت عمر (رضی اللہ عنہما)

کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ہونا، علی الفضلیت کے بغیر ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس کی مزید تحقیق ہماری کتاب "افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ" میں ملاحظہ فرمائیے۔ جس میں راقم نے دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے کہ تمام علمی و عملی کمالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ ان کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ اس کے برعکس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس خیال کا حامل جس

www.KitaboSunnat.com
https://t.me/faizanealahazrat

کا اظہار جناب طاہر نے مولود کعبہ کی تقریر میں اور اخبار میں کیا۔ یہ شخص بلاشبہ شیعہ ہے جسے تفضیلی شیعہ کہا جاتا ہے

چنانچہ فتح القدیر میں ہے

"من فضل علیا علی الثلاثۃ فمتبدع" کہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم سے برتر سمجھے وہ گمراہ ہے

(فتح القدیر ج ۱ ص ۳۵۰) اہلسنت سے نہیں ہے۔

اس کے بعد جناب طاہر کے متبدع اور گمراہ ہونے میں کون سا عقل مند اور باشعور مسلمان شک و شبہ کر سکتا ہے؟ موصوف دراصل اس قسم کی باتیں اس لئے کہہ جاتے ہیں کہ وہ بنیادی طور پر عالم نہیں وکیل ہیں۔ انہوں نے داڑھی کٹوانی بھی اتفاق مسجد کی خطابت اختیار کرنے کے بعد ہی لوگوں کے طعن و تشنیع سے تنگ آکر چھوڑی اور وہ بھی شاید کٹوانا چاہتے ہیں کیونکہ ان کی حال ہی میں ایک کیسٹ میں بھری تقریر راقم کو سننے کا اتفاق ہوا جو میرے پاس موجود ہے اس میں فرماتے ہیں کہ "صرف دو انگل کے برابر داڑھی چھوڑنا ادائے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کافی ہے" اس سے زیادہ مستحب ہے ضروری نہیں ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

اسلامی فرقوں کے درمیان اختلافات کے بارے میں طاہر القادری کا نقطۂ نظر کہ یہ اختلافات فروعی ہیں۔

جناب طاہر القادری فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے" میں لکھتے ہیں۔

۱۔ "مسلمانوں کے مختلف فرقے اور طبقے جو جسم ملت کے مختلف اعضا ہیں ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہو کر نہ صرف ملت کی اجتماعی سلامتی اور تحفظ کو معرض خطر میں ڈال رہے ہیں۔ بلکہ اپنے انفرادی تحفظات کو بھی تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ مختلف طبقوں اور فرقوں کی مثال ندی نالوں کی سی ہے جو ایک ہی دریا سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ دریا کی روانی سے ہی ان کا بہاؤ جاری ہے۔ اگر دریا ہی خشک ہو گیا تو ان کا اپنا وجود کب برقرار رہے گا۔" (ص ۴۳)

پھر لکھتے ہیں

۲۔ آج شومئی قسمت سے حالت یہ ہو گئی ہے کہ ملتِ اسلامیہ مختلف طبقوں اور فرقوں میں منقسم ہو کر اپنے اپنے مسلک کے تحفظ کو اسلام کی سلامتی اور استحکام کا ضامن گردان رہی ہے۔ ہر مسلک کے پیرو اس حقیقت سے کلی طور پر اغماض برت رہے ہیں کہ اگر خدانخواستہ دشمن کے ہاتھ اسلام کے دامن تک پہنچ گئے اور خاکم بدہن محمد عربی کی ملت کو اجتماعی طور پر کوئی گزند پہنچ گیا تو تمہارے مسلکوں اور فرقوں کو کون سلامتی کی ضمانت دے گا؟۔ (ص ۴۴)

پھر لکھتے ہیں۔

۳۔ فرقہ پرستی کی تنگ ناؤں میں بھٹکنے والے ناعاقبت اندیش مسلمان کے لئے

https://t.me/faizanealahazrat

زوالِ بغداد کی تاریخ عبرتناک منظر پیش کر رہی ہے ـــــــ وزیر اعظم کی سیاست شیعہ مسلک کے گرد گھومتی تھی۔ جب کہ خلیفہ کا بیٹا ابوبکر سنی عقائد کا نقیب تھا دونوں (شیعہ و سُنی) فرقے باہم دست و گریباں تھے۔ (ص ۴۵)

پھر لکھتے ہیں۔

۴۔ اس رستا خیز بربریت کے عالم میں شیعہ اور سُنی دونوں یکساں طور پر تاتاریوں کی چیرہ دستیوں کا نشانہ بنے ـــــــ اگر خدانخواستہ سرزمینِ پاک پر دشمن کے قدم پہنچ گئے اور وہ اپنے پنجے گاڑنے میں کامیاب ہوگیا تو ہمارا حشر بھی دوسروں سے مختلف نہ ہوگا پھر جو تباہی ہوگی اس میں نہ کوئی بریلوی بچ سکے گا نہ دیوبندی نہ کوئی اہلِ حدیث اور نہ کوئی شیعہ۔ (ص ۴۶)

پھر لکھتے ہیں۔

۵۔ یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ خدا اور رسول نے کسی بھی فرقے اور مسلک کے نام پر جنت کا پروانہ جاری نہیں کیا۔ اگر کوئی اس زعم میں مبتلا ہو کہ وہ محض فلاں مسلک سے متعلق ہونے کی بنا پر جنت کا حقدار ہے تو یہ اس کی خام خیالی اور خود فریبی ہے بخشش اور مغفرت کا دارومدار کسی طبقے یا فرقے کے عنوان کی بنیاد پر نہیں بلکہ ہر شخص کے ذاتی عقیدے اور عملِ صالح کے باعث خدا کے فضل و کرم پر ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ وحدتِ ملی کے تصور کو فرقہ پرستی کے ہاتھوں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے یہ لعنت ہماری زندگی کے لئے زہرِ ہلاہل کا درجہ رکھتی ہے لیکن اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے کہ ہم نے اپنے علمی اختلافات و نزاعات کا موضوع بھی ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنا لیا ہے۔

(ص ۵۴ - ۵۵)

https://t.me/faizanealahazrat

پھر لکھتے ہیں۔

۶۔ "یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ تمام اسلامی فرقوں کے درمیان بنیادی و اعتقادی قدریں سب مشترک ہیں۔ اسلامی عقائد کا سارا نظام انہی مشترک بنیادوں پر کھڑا ہے۔ مسلمانوں میں سے کوئی بھی کسی اور نبی یا رسول کی شریعت کا نہ انکار کرتا ہے نہ اسلام کے سوا کسی اور دین کو مانتا ہے۔ سب مسلمان توحید و رسالت، وحی اور کتب سماوی کے نزول، آخرت کے انعقاد ملائکہ کے وجود، حضور کی خاتمیت، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی فرضیت وغیرہ جیسے معتقدات اور اعمال پر یکساں ایمان رکھتے ہیں اور اگر کہیں اختلاف ہے تو فروعی حد تک صرف اور وہ بھی ان کی علمی تفصیلات اور کلامی شرعات متعین کرنے میں ہے۔ اس سے عقائدِ اسلام کی بنیادوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ (صفحہ ۵۹)

پھر لکھتے ہیں

۷۔ "یہ کتنی حرماں نصیبی ہے کہ آج فرزاندانِ توحید آقائے دو جہان کی اس سنت سے بہت دور چلے گئے ہیں۔ فرقہ بندی کی عصبیت سے وہ راہِ راست سے بھٹک گئے اور انتشار و افتراق کی گمراہ کن راہوں میں کھو گئے ہیں انہیں اتنا بھی شعور نہیں رہا کہ ان کے مابین سب بنیادی قدریں مشترک تھیں۔" (صفحہ ۲)

پھر لکھتے ہیں

۸۔ "آج کے مسلمان تو عملاً یہود سے بھی آگے گزر گئے ہیں کہ اپنے گروہی، مسلکی، جماعتی اور طبقاتی مفادات کی خاطر انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم وحدت کا اتنا بھی پاس نہیں رہا کہ اسلام کی کشتی میں ہر فرقہ کشتیِ ملت کے تختوں کو اکھاڑ اکھاڑ کر سمندر میں پھینک رہا ہے اور کسی کو بھی اتنا خیال

https://t.me/faizanealahazrat

نہیں کہ اگر خدانخواستہ یہ کشتی ڈوب گئی تو وہ بھی سب اس کے ساتھ غرق ہو جائیں گے"۔ (ص ۶۱)

پھر لکھتے ہیں۔

۹۔ "آؤ ذرا ہم اپنی حالت پر غور کریں اور سوچیں کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو بغیر سوچے سمجھے ایک دوسرے کو کافر، مشرک، بدعتی، گستاخِ رسول، لعنتی اور جہنمی کہہ رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس تکفیر و تفسیق کی زد میں اگر سارے آگئے تو پھر مسلمان کون بچے گا؟" (ص ۷۱)

پھر لکھتے ہیں۔

۱۰۔ "اسلامی تعلیمات سے والہانہ وابستگی رکھنے والا نوجوان مسلمان اپنے گرد و پیش فرقہ پرستی کی دیواریں کھڑی دیکھتا ہے۔ تو وہ اسلام سے ہی بیزار ہونے لگتا ہے۔ اسے بریلویت، دیوبندیت، اہلِ حدیثیت، شیعیت ایسے تمام عنوانات سے وحشت ہونے لگتی ہے"۔ (ص ۱۱۱)

حقیقت کیا ہے؟

جناب طاہر القادری کی ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ بریلوی، دیوبندی، اہلِ حدیث اور شیعہ حضرات کے درمیان عقائد کی بنیادیں مشترک ہیں۔ ان میں کوئی اصولی اور بنیادی اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ صرف فروعی اختلافات ہیں ان سے ان کے ایمان و عقیدے میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ طاہر القادری نے اس تحقیق و نقطۂ نظر میں محترم جسٹس سید محمد کرم شاہ الازہری کی پیروی کی ہے۔ کیونکہ جسٹس صاحب اس سے قبل اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں یہی کچھ لکھ چکے ہیں

(ملاحظہ ہو تفسیر ضیاء القرآن ج ۱ ص ۱۱)

https://t.me/faizanealahazrat

موصوف نے علمائے حیدرآباد سے غلط بیانی کی

لیکن موصوف سے جب علمائے حیدرآباد نے درج ذیل سوال کیا کہ

سوال :۔ آپ نے ایک رسالہ (دیدشنید) کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ میں وہابی اور شیعہ کے پیچھے نماز پڑھنا صرف پسند ہی نہیں کرتا بلکہ جب موقع ملے ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔ تو پروفیسر صاحب نے جوابات میں سراسر کذب بیانی سے کام لیا۔ ملاحظہ ہو

جواب :۔ (پروفیسر طاہر القادری) "میرے نزدیک حضور سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گستاخ مرتد اور واجب القتل ہے۔ اس کی توبہ بھی قبول نہیں (اس موضوع پر ۱۴ گھنٹے کی میری بحث جو میں نے شریعت کورٹ میں کی۔ ٹیپ پر موجود ہے) جب ایسے شخص کی نماز ہی صحیح نہیں تو میری اس کے پیچھے نماز کیسے صحیح ہوگی؟ دراصل "دیدشنید" ایک رسالہ ہے اس کا انٹرویو لینے والا دوسرے فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ میں نے یہ بات شافعی، حنبلی اور مالکی وغیرہ کے لئے کہی تھی اور اس نے اس میں وہابی اور شیعہ اپنی طرف سے لگا دیا۔ ہم نے اس رسالہ کے خلاف کارروائی کی ہے اور اب اس کا ڈیکلریشن منسوخ ہو گیا ہے"۔ (مراسلہ صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نقشبندی مہتمم و مفتی رکن الاسلام جامعہ مجددیہ آزاد میدان حیدرآباد سندھ بنام راقم الحروف مراسلہ مورخہ ۸۷-۱۰-۲۹۔ بحوالہ مذاکرہ علمائے حیدرآباد و طاہر القادری مورخہ ۲۸ ستمبر ۸۷ء بروز پیر) یہ مذاکرہ سوالات و جوابات ٹیپ کیا گیا۔ جس کا متن

راقم کو بھیجا گیا۔

https://t.me/faizanealahazrat

پروفیسر صاحب کے متعدد جھوٹ

پروفیسر صاحب نے حسب عادت یہاں بھی علمائے حیدر آباد کے سامنے متعدد جھوٹ بولے اور غلط بیانی سے کام لیا۔ ایک تو یہ کہ "دیدشنید" کے انٹرویو لینے والے نے اپنے سوالات میں کہیں بھی حنبلی اور مالکی وغیرہ کا تذکرہ نہیں کیا اور اسے اس کی ضرورت ہی نہ تھی۔ کیونکہ ہمارے ملک میں حنبلی اور مالکی مساجد اور ان کے ائمہ ہی نہیں ہیں اور نہ ہی ان کے پیچھے نمازوں کے جواز یا عدم جواز پر یہاں کبھی سوال پیدا ہوا سوال تو ہمیشہ بریلوی، دیوبندی اور شیعہ کے پیچھے نمازوں کی ادائیگی کا ہی کیا جاتا ہے چنانچہ اس نے یہی سوال کیا ملاحظہ ہو۔

سوال :۔ اسلام کو سب سے زیادہ نقصان فرقہ واریت نے پہنچایا لیکن آپ خود ایک سیاسی اور مذہبی فرقہ سے منسلک ہو گئے ہیں۔ جسے حضور کی زیارت اور ان سے دودھ کا پیالہ لوگوں میں تقسیم کرنے کے لئے ملا تھا۔ وہ ایسے نقصان دہ عمل میں کیسے شریک ہو سکتا ہے؟

جواب :۔ (طاہر صاحب) یہ آپ کا سوال غلط فہمی پر مبنی ہے۔ میں بچپن سے آج تک کسی سیاسی یا مذہبی فرقہ سے منسلک نہیں رہا۔ میں فرقہ واریت پر لعنت بھیجتا ہوں۔ میں کسی فرقہ کا نہیں بلکہ حضور کی امت کا نمائندہ ہوں۔ میرا دین فرقے کا دین نہیں بلکہ اسلام ہے۔ میں کسی سیاسی جماعت یا مذہبی فرقے کی پالیسی سے اختلاف یا اتفاق کا پابند نہیں ہوں میں اچھائی کو پسند اور برائی کو ناپسند کرتا ہوں۔ بعض فرقے مذہبی اور سیاسی اعتبار سے منظم ہیں اور وہ نہیں چاہتے کہ اسلام کی خدمت کا کام کسی اور کے ہاتھ سے بھی ہو ہمارے کام سے حسد کر کے ہمیں فرقہ واریت سے منسلک کرتے ہیں ہم صرف

https://t.me/faizanealahazrat

خدا اور رسول سے منسلک ہیں۔

سوال :۔ "آپ شیعہ سُنی اور وہابی علماً کے پیچھے نماز پڑھنا پسند کرتے ہیں؟

جواب :۔ پسند کیا میں جب بھی موقع ملے پڑھتا ہوں۔ یہاں اتفاق مسجد میں شیعہ سے لے کر وہابی تک سب لوگ آتے ہیں۔ اسی لئے آتے ہیں کہ یہاں محبت اور اخوت کا پیغام دیا جاتا ہے۔ اگر نفرتوں کا پیغام دیا جائے تو صرف ایک فرقہ کے لوگ ہی آئیں گے۔" (دیدشنید پندرہ روزہ ۴ تا ۱۹ اپریل ۱۹۸۶ء صـ۲۸)

اگر طاہر صاحب کے اس جواب کو جو انہوں نے علماً حیدرآباد کو دے کر مطمئن کر دیا ان کے انٹرویو کے سیاق و سباق کی روشنی میں دیکھا جائے تو وہ تاویلِ باطل اور کذب بیانی کے سوا کچھ قرار نہیں پاتا۔ نیز اس میں دوسرا جھوٹ یہ فرمایا کہ ہم نے رسالہ مذکورہ "دیدشنید" کے خلاف کارروائی کی۔ تیسرا جھوٹ یہ کہ اس کارروائی کے نتیجے میں اس کا ڈیکلریشن منسوخ ہو گیا حالانکہ وہ باقاعدہ چھپتا ہے اور اس کا ڈیکلریشن اس دوران منسوخ ہی نہیں ہوا۔

https://t.me/faizanealahazrat

طاہر صاحب کا رسالہ دید شنید پر بہتان اور اس کا جواب

پھر دید شنید پر یہ بھی بہتان لگا دیا کہ اس نے ان کے انٹرویو میں حنبلی وہابی کی جگہ وہابی اور شیعہ لکھ دیا۔ کیونکہ جب بعض لوگوں نے اس کے ایڈیٹر سے رابطہ قائم کیا اور کہا کہ تم نے طاہر القادری کے انٹرویو میں ڈنڈی ماری ہے (یعنی اسے اپنی طرف سے گھٹا بڑھا کر شائع کیا) تو دید شنید نے درج ذیل جواب اس کے بعد ہی شائع کیا۔

" ہمارے دل میں مولانا طاہر القادری کی بہت عزت ہے اسی لئے ہم نے ان کا انٹرویو شامل اشاعت کیا لیکن انٹرویو کی اشاعت کے بعد ہم سے بات کئے بغیر انہوں نے (وزیر اعلیٰ پنجاب کی تعریف و توصیف میں کہے ہوئے الفاظ سے متعلق) جس انداز میں وضاحت شائع کرائی۔ اس سے ہمیں بے حد افسوس ہوا۔ ہمارے پاس مولانا صاحب کے انٹرویو کا کیسٹ محفوظ ہے جو کوئی جب چاہے آکر وہ کیسٹ سن سکتا ہے اور اندازہ کر سکتا ہے کہ ہم نے کہاں تک ڈنڈی ماری ہے"۔

ایڈیٹر

(رسالہ دید شنید جلد ۱ شمارہ نمبر ۲۵ تا ۱۷ مئی ۱۹۸۶ء)

نیز طاہر القادری صاحب نے ایران کا دورہ کیا تو وہاں شیعہ اماموں کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ جامعہ المنتظر، ماڈل ٹاؤن لاہور میں شیعہ مسلک کا دارالعلوم ہے اس کے مدرس سید بختیار حسین سبزواری کے ساتھ وہاں ایران میں ان کی ملاقات ہوئی اور انہوں نے راقم کو خود ہی طاہر صاحب کے بارے میں ایک میٹنگ کے دوران بتایا کہ طاہر صاحب بڑے وسیع القلب ہیں۔ کیونکہ وہ میرے (سبزواری صاحب کے) ساتھ ایران میں شیعہ

https://t.me/faizanealahazrat

اماموں کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے اور سبزواری صاحب نے ان کی ترجمانی کے فرائض بھی انجام دیئے۔ یعنی طاہر صاحب اردو میں بات کرتے تھے اور سبزواری صاحب اس کا فارسی میں ترجمہ کرتے تھے۔ علاوہ ازیں امام کعبہ جو وہابی عقیدہ کے ہیں جب جھنگ میں گئے تو طاہر صاحب نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر ڈنمارک میں مولوی ادریس دیوبندی وہابی کے پیچھے نماز پڑھی۔ ڈنمارک کے علماء اہلسنت اس بات کے گواہ ہیں اور انہوں نے پاکستان میں خطوط بھیجے جس میں طاہر صاحب کے بارے میں یہ شکوہ کیا۔ ان خطوط کی کاپی راقم کے پاس موجود ہے۔ جسے مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب کی سرپرستی میں نکلنے والے اہلسنت کے ماہنامہ رضائے مصطفےٰ نے بھی شائع کیا۔ پھر خود موصوف مدظلہ العالی نے اسے اپنی کتاب "خطرہ کی گھنٹی" میں بھی شائع کیا۔ پھر طاہر صاحب کا مولانا تقدس علی خاں علیہ الرحمۃ کے خط کے جواب میں اور علماء حیدرآباد کے جواب میں یہ کہنا کہ انہوں نے جو اپنی کتاب "فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے" میں لکھا ہے کہ

"تمام اسلامی فرقوں کے درمیان بنیادی و اعتقادی قدریں سب مشترک ہیں"

اور یہ کہ "اختلافات فروعی حد تک ہیں"

اور وید شنید کے انٹرویو کے بارے یہ کہنا کہ اس سے ان کی مراد حنفی، شافعی و مالکی و حنبلی ہیں۔ قطعاً جھوٹ اور صریح و واضح کذب بیانی ہے۔ کیونکہ

۱۔ ہمارے ملک میں حنفی، شافعی و مالکی و حنبلی کا کوئی جھگڑا نہیں بلکہ طاہر صاحب کا اپنی کتاب "فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے" میں بغداد کے حوالے سے شیعہ و سنی کا ذکر کرنا ہی خود ان کی اس تاویل فاسد اور غلط بیانی کو بے نقاب کر رہا ہے

۲۔ اس کتاب میں کہیں بھی ان فقہی مسالک کا تذکرہ نہیں۔ پھر ہم نے اس کی کتاب "فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے" سے جو عبارات نمبردار درج کی ہیں وہ ان فقہی مسالک پر ہرگز صادق نہیں آتیں۔ ورنہ ہم سوال کرتے ہیں کہ

https://t.me/faizanealahazrat

۳۔ کیا حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی فقہا اپنے اپنے مسلک کے تحفظ کو اسلام کی سلامتی اور استحکام کا ضامن گردانتے ہیں

۴۔ اور کیا وہ فرقہ پرستی تنگناؤں میں بھٹک رہے ہیں۔

۵۔ کیا یہ فقہی مسالک اپنے علمی اختلافات و نزاعات کا موضوع ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بناتے ہوئے ہیں۔

۶۔ کیا وہ فرقہ بندی کی عصبیت کی وجہ سے راہِ راست سے بھٹک گئے ہیں؟ اور انتشار و افتراق کی گمراہ کن راہوں میں کھو گئے ہیں؟

۷۔ کیا وہ یہود سے بھی آگے گزر گئے ہیں

۸۔ کیا وہ ایک دوسرے کو کافر و مشرک، بدعتی، گستاخِ رسول، لعنتی اور جہنمی کہہ رہے ہیں؟

پھر طاہر صاحب کا یہ لکھنا کہ

۹۔ "اسلامی تعلیمات سے والہانہ وابستگی رکھنے والا نوجوان مسلمان اپنے گرد و پیش فرقہ پرستی کی دیواریں کھڑی دیکھتا ہے تو وہ اسلام سے بیزار ہونے لگتا ہے۔ اسے بریلویت، دیوبندیت، اہلحدیثیت، شیعیت ایسے تمام عنوانات سے وحشت ہونے لگتی ہے۔ (صفحہ ۱۱۱)

کیا ان کی اس تاویل فاسد کے لئے کوئی گنجائش چھوڑتا ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں۔ کیا طاہر صاحب یہ بتا سکتے ہیں کہ "بریلویت سے وحشت ہونے کی وجہ کیا ہے بریلوی علماء کرام نے کونسا قصور کیا ہے جس کی پاداش میں آپ ان کے مسلک کو وحشتناک قرار دے رہے ہیں اور باطل کے ساتھ حق کو بھی لاتق گردن زنی قرار دے رہے ہیں اور تعجب یہ کہ اس کے باوجود بھی سنی عوام کو دھوکہ دینے کو کہے جا رہے ہیں کہ میرے اور اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے مسلک میں سوئی کے ناکے کے برابر بھی فرق نہیں ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

غرضیکہ طاہر القادری صاحب بڑی ڈھٹائی کے ساتھ سادہ لوگوں کو بے وقوف بنائے جا رہے ہیں اور سنی عوام پر تعجب ہے جو آنکھیں بند کئے موصوف کی ہاں میں ہاں ملائے جا رہے ہیں اور ان پر اپنی دولت پانی کی طرح بہاتے جا رہے ہیں۔ فالی اللہ المشتکیٰ۔

سُنی اور غیر سُنی کے درمیان اختلافات فروعی نہیں اُصولی ہیں

اہلِ سنت اور غیر اہلِ سنت خواہ وہابی (دیوبندی ہوں یا غیر مقلد اہلِ حدیث) کہلانے والے ہوں یا شیعہ۔ ان کے درمیان اختلافات صرف فروعی نہیں اصولی اور بنیادی بھی ہیں۔

مخالفین اہلسنت اور اِن کے عقائد

اب ہم مخالفین اہلسنت اور ان کے عقائد خود ان کی اپنی کتابوں کے حوالوں سے پیش کرتے ہیں۔ تاکہ عوام اہلسنت پروفیسر طاہر القادری ایسے لوگوں کے اِس جاہلانہ نقطۂ نظر سے ہوشیار رہیں کہ اِن کے اور اہلسنت کے درمیان عقائد میں بنیادی اختلافات نہیں ہیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

تہتر اسلامی فرقے

امام ترمذی علیہ الرحمۃ اپنی صحیح ترمذی میں بہ سند خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال "تفرقت الیھود علی احدی وسبعین فرقۃ او اثنتین وسبعین فرقۃ والنصاریٰ مثل ذلک وتفترق امتی علیٰ ثلاث وسبعین فرقۃ

(صحیح ترمذی ج ۲ ص ۸۸/۸۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہود اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور نصاریٰ اسی طرح میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس باب میں حضرت سعد، عبداللہ بن عمرو اور عوف بن مالک سے بھی روایت ہے اور حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث حدیث حسن صحیح ہے۔ اس کے بعد امام ترمذی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ والی حدیث کو بہ سند خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"میری اُمت پر ضرور ضرور وہ وقت آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا۔ بالکل اسی طرح یہاں تک کہ ان میں سے وہ بھی تھے جنہوں نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری کی اور میری امت میں سے ایسا ہوگا جو یہ کام بھی کرے گا اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں

https://t.me/faizanealahazrat

بٹ جائے گی سب کے سب دوزخ میں جائیں گے مگر ایک فرقہ۔ صحابہ نے عرض کی مَنْ هِیَ یا رسول اللہ ؟ اے خدا کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ کونسا فرقہ ہوگا ؟ فرمایا یہ وہ فرقہ ہوگا جو میرے اور میرے صحابہ کے مسلک کا ہوگا۔ (صحیح ترمذی ج ۲ ص ۸۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہلِ سنت وجماعت بھی ایک فرقہ ہے جو کہتے ہیں کہ ہم (اہلِ سنت) فرقہ نہیں ہیں وہ اس حدیث پر غور کریں۔

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن، غریب مفسر ہے۔ ہم اسے اسی طریق سے ہی پہچانتے ہیں۔ امام ترمذی علیہ الرحمۃ کا اس حدیث کو غریب کہنا اس بنا پر ہے کہ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی راوی ہیں اور وہ ضعیف ہیں اور اسے حسن اس لحاظ سے قرار دے رہے ہیں کہ اس باب میں دوسرے راویوں سے بھی ایسی احادیث مروی ہیں جن سے اسے تقویت پہنچتی لہٰذا یہ ضعیف سے ترقی کرکے حسن ہو جاتی ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرو والی اس حدیث کو امام حاکم نیشاپوری علیہ الرحمۃ نے اپنی مستدرک میں بھی بہ سند خود روایت کیا ہے۔ اس میں آخر میں یہ الفاظ ہیں "ما انا علیہ الیوم واصحابی" یعنی ان تہتر میں سے جنتی فرقہ وہ ہوگا جو اس مسلک پر ہوگا جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔

امام ابوداؤد نے اس حدیث کو اپنی صحیح کی کتاب السنۃ میں بہ سند خود مجملاً ابوہریرہ سے اور مفصلاً و مفسراً حضرت معاویہ بن ابی سفیان سے روایت کیا اس کے الفاظ کریمہ درج ذیل ہیں کہ آپ ہم میں کھڑے ہوئے پھر فرمایا کہ

"الا ان من قبلکم من اھل الکتاب افترقوا علی ثنتین وسبعین ملۃ وان ھذہ	خبردار بے شک تم سے پہلے جو اہلِ کتاب میں بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور یہ ملت (میری امت) تہتر فرقوں میں بٹ

https://t.me/faizanealahazrat

الملة ستفترق على ثلاث وسبعين ثنتان و سبعون في النار وواحد في الجنة وهي الجماعة. وزاد ابن يحيى و عمرو في حديثهما وانه سيخرج في امتي اقوام تتجارى بهم تلك الاهواء كما يتجارى الكلب لصاحبه وقال عمرو بصاحبه لا يبقى منه عرق ولا مفصل الا دخله

(سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۷۵، و مستدرک ج ۱ ص ۱۲۸-۱۲۹)

جائے گی، بہتر فرقے دوزخ میں اور ایک جنت میں جائے گا اور وہ (جنتی گروہ) جماعت ہے۔

اور ابن یحیی و عمرو نے اپنی دونوں حدیثوں میں اس قدر الفاظ زائد روایت کئے (آپ نے فرمایا) کہ میری امت میں کئی فرقے پیدا ہوں گے۔ جن میں یہ خواہشات (گمراہانہ عقائد) اسی طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح ہڑک والے میں ہڑک (کتے کے کاٹنے سے جو دیوانگی بیماری ہوتی ہے) سرایت کر جاتی ہے کہ کوئی اس کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ باقی نہیں رہتا جس میں وہ داخل نہ ہو جائے

اس حدیث کو امام ابن ماجہ قزوینی علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی صحیح میں بہ سند خود حضرت ابوہریرہ سے اجمالاً اور حضرت عوف بن مالک سے تفصیلاً و تفسیراً روایت کیا۔ اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"یہودیوں کے اکہتر فرقے ہوئے ان میں سے ایک جنتی اور ستر دوزخی ہوئے اور نصاریٰ کے بہتر فرقے ہوئے اور ایک جنتی بنا اور مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے۔ میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے پس ایک جنت میں جائے گا اور بہتر دوزخی ہوں گے۔ عرض کی گئی۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! وہ جنت میں جانے والا فرقہ کون سا ہوگا؟ فرمایا۔ الجماعۃ "یعنی جماعت" اس کے بعد

https://t.me/faizanealahazrat

امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا۔ (صحیح ابن ماجہ ص۲۸۷)

اور اس امت کے تہتر فرقوں میں بٹ جانے، بہتر کے دوزخ اور ایک کے جنت میں جانے کے متعلق حدیث سنن دارمی میں بھی حضرت معاویہ سے مروی ہے (ج ۲ ص۱۵۸)

جنتی فرقہ صرف اہلِ سنّت و جماعت ہے

نیز امام علامہ، زاہد انام، فقیہہ امت اور محدثِ ملت امام ابواللیث نصر بن محمد ابراہیم سمرقندی علیہ الرحمۃ متوفی ۳۹۳ھ اسی حدیث تفرقہ کو اپنی مشہور کتاب تنبیہہ الغافلین میں نقل کرتے ہیں۔ اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ

وواحدة فی الجنة قالو یارسول اللہ ماھذہ الواحدة؟ قال اھل السنة والجماعة۔ (تنبیہہ الغافلین ص۲۰۱)

وہ تمام فرقے دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! وہ جنتی گروہ کونسا ہوگا؟ فرمایا اہلِ سنت و جماعت

امام حاکم کی مستدرک میں اسی حدیث کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کرکے فرماتے ہیں۔

ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ (المستدرک ج ۱ ص۱۲۸)

(ترجمہ) یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی۔

https://t.me/faizanealahazrat

ہمارے مُلک کے باطل فرقے

اور ہمارے ملک کے مشہور فرقے جو فرقۂ ناجیہ یعنی اہل سنت وجماعت کے مقابلہ میں ہیں۔ ان میں دیوبندی فرقہ ہے۔ جن کا عقیدہ تفصیل سے علامہ کاظمی صاحب علیہ الرحمۃ نے الحق المبین میں بیان فرمادیا ہے۔ اس فرقے کے بانی جناب محمد قاسم نانوتوی و رشید احمد گنگوہی اور اشرف علی تھانوی ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے بلکہ ہر برا کام کرسکتا ہے۔ مگر ایسا کرنے سے وہ خود ہی بچتا ہے تاکہ اس کی شانِ تقدیس مجروح نہ ہو جائے۔ اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اردو زبان کا فیضان مدرسہ دیوبند سے حاصل کیا اور علماً دیوبند سے آپ کو اردو زبان بولنا آگئی۔ اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے فرشتۂ موت اور شیطان کا علم زیادہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی پتہ نہ تھا۔ جب کہ شیطان کو پورے روئے زمین کا محیط علم حاصل ہے۔ اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو علمِ غیب ہے یعنی خدا کے علوم کا بعض" ایسا علمِ غیب تو تمام جانوروں، بچوں اور پاگلوں کو بھی حاصل ہے" (معاذ اللہ) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے (معاذ اللہ) اور یہ کہ قرآن کی آیت " ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین "کے معنی آخری نبی کے کرنا عوام کے خیال کے مطابق ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ کے اعتبار سے آخری نبی ہونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کوئی قابلِ تعریف بات نہیں" درحقیقت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے آخری نبی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) درجہ اور مرتبہ میں آخری ہستی ہیں۔ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کوئی اور نبی پیدا ہو تو خاتمیتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں کوئی فرق نہ آئے گا اور یہ کہ حضور

https://t.me/faizanealahazrat

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے علاوہ چھ خاتم النبیین (آخری نبی) اور بھی ہیں۔ اور یہ کہ "رحمۃ للعالمین" (ساری کائنات کے لئے رحمت ہونا) ہر نیک آدمی ہو سکتا ہے اور یہ کہ اشرف علی تھانوی صاحب کے فلاں مرید جو عالم بھی تھے اپنے پیر تھانوی صاحب کے حق میں جوش عقیدت میں آکر "اللھم صل علیٰ نبینا اشرف علی" "اے اللہ ہمارے نبی اشرف علی تھانوی پر درود بھیج" پڑھ لیا یا پڑھتے رہے تو کوئی بات نہیں اور یہ کہ نماز میں حضور کے خیال کا آنا گدھے گھوڑے کے خیال سے بھی برا ہے بلکہ اس سے نماز بھی ٹوٹ جائے گی۔ یہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے جو یہ ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ براہین قاطعہ، حفظ الایمان، تحذیر الناس وبلغۃ الحیران اور تقویۃ الایمان وغیرہ۔

دوسرا فرقہ جماعتِ اسلامی ہے۔ اس کے بانی کے عقائد بھی دیوبند کے سے تھے مگر کچھ زائد مثلاً حنفی، شافعی، سُنی، دیوبندی، سب اُمتیں (گروہ) جہالت کی پیداوار ہیں اور یہ کہ اسلامی نظام ہمیں ریگستانِ عرب کے ایک اَن پڑھ چرواہے نے دیا ہے (معاذ اللہ) (پردہ، خطبات و تجدید واحیاء دین وغیرہ)

تیسرا فرقہ شیعہ ہے یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا صحابی و خلیفہ نہیں مانتے اور نہ ہی حضرت عمر و عثمان رضوان اللہ علیہم کو مانتے ہیں بلکہ ان کو منافق و مرتد کہتے ہیں اور ان بزرگوں کو بھلا بُرا کہنے کو جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ قرآنِ کریم کو ناقص قرار دیتے ہیں۔ آئمہ اہلِ بیت کو جنہیں یہ آئمہ معصومین کہتے ہیں، انہیں انبیاء و مرسلین سابقین علیہم السلام سے افضل ٹھہراتے ہیں (ملاحظہ ہو عقائد شیعہ و رجال کشی و احتجاج طبرسی و مجمع البیان وغیرہ)

چوتھا فرقہ قادیانیوں کا ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کو جس نے نبوت کا دعویٰ کیا مسلمان، مجدد بلکہ ایک گروہ تو اسے نبی بھی مانتا ہے۔ یہ مشہور چار فرقے ہیں ان کے ساتھ اہلِ سنت کا اصولی اختلاف ہے۔ ان مندرجہ بالا عبارتوں اور عقیدوں کو جو کفریہ ہیں،

https://t.me/faizanealahazrat

نفرتِ بجا اور ان کے قائلین کو اس کا مرتکب قرار نہ دینا بلکہ ان کو فروعی اختلافات قرار دینا بجائے خود ایمان سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے۔ طاہر القادری جو اتحاد کا درس دیتے ہیں اور فرقہ واریت کے خاتمہ کے لئے نعرہ بلند کئے ہوئے ہیں بجائے خود ایک فرقہ بن رہے ہیں اور مسلک اہلِ سنت سے قطعاً و یقیناً خارج ہو کر راہِ راست سے دور جا چکے ہیں جو اس کی کتابیں پڑھ کر ان خیالات سے جن کے راقم نے حوالے پیش کئے ہیں آگاہ ہو کر اس کو سنی حنفی سمجھے وہ بھی سنی حنفی نہیں بلکہ اس کی طرح بھٹکا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ سب کو صحیح سمجھ دے بلکہ ہم تو سب فرقوں کے لئے دُعا کرتے ہیں کہ ان کو خدا تعالیٰ ہدایت دے اور نارِ جہنم میں لے جانے والے عقائد سے توبہ کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین ؎

وفاداری مرا شیوہ، جفاکاری شعار ان کا
میں اپنی سی کہے جاؤں وہ اپنی سی کئے جائیں۔

مختلف فرقوں کے عقائد کی تفصیل

اب ان مختلف فرقوں کے عقائد کی کچھ تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے مزید واضح ہو جائے گا کہ طاہر القادری کا اپنی کتاب "فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے" میں یہ کہنا کہ "تمام اسلامی فرقوں میں کوئی اصولی اختلاف نہیں بلکہ فروعی اختلاف ہے" سراسر غلط ہے بلکہ ثابت ہو جائے گا کہ اہل سنت اور دیگر فرقوں کے درمیان اختلاف فروعی ہی نہیں بلکہ عقائد کے بہت سے مسائل میں اصولی و بنیادی اختلاف بھی ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

تہتر فرقوں کے نام و عقائد

مواقف و شرح مواقف و شرح مقاصد میں تہتر فرقوں کے نام و عقائد تفصیل سے درج ہیں پھر وہاں سے دیگر محققین نے اپنی اپنی کتابوں میں ان سب کا تذکرہ کیا ہے کسی نے اجمال کے ساتھ اور کسی نے تفصیل سے، اُردو میں بھی اس پر کئی ایک کتابیں لکھی گئی ہیں اجمالاً بھی اور تفصیلاً بھی، اس سلسلے میں "مذاہب اسلام" سب سے عمدہ کتاب ہے، اُردو زبان میں اس سے بہتر کتاب کوئی نہیں، شاید یہ اولین کوشش ہوگی اور آخرین بھی۔ یہ حضرت علامہ و محقق و مؤرخ مولانا محمد نجم الغنی خاں رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔

حضرت موصوف کا سنہ ۱۹۳۲ء بمطابق سنہ ۱۳۵۱ھ ۳۰ جون اور یکم جولائی کی شب میں انتقال ہوا۔ حضرت موصوف دنیائے اسلام اور دنیائے علم و ادب میں مانی ہوئی شخصیت تھے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ آپ کی کتابوں کا مطالعہ کر کے ان کی تحقیق کی تعریف فرماتے اور شبلی نعمانی ان کی علمی جلالت و وجاہت سے اس قدر متاثر تھے کہ ان سے ملنے کے لئے ان کے مکان پر جاتے تو اہل محلہ کو حضرت علامہ نجم الغنی کے مقام کا اندازہ ہوتا، اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین انکی یہ کتاب "مذاہب اسلام" رضا پبلی کیشنز مین بازار داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور نے شائع کر کے اہل علم و تحقیق پر بڑی نوازش فرمائی ہے۔ جو صاحب تمام اسلامی فرقوں کی تاریخ اور اُن کے عقائد کا تفصیلی مطالعہ کرنا چاہیں وہ اس کتاب کی طرف رجوع کریں، راقم حضرت علامہ امام علی بن سلطان القاری علیہ رحمۃ اللہ الباری متوفی سنہ ۱۰۱۴ھ کی کتاب "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" کے حوالے سے عربی زبان میں ہے۔ اُردو میں خلاصہ سپرد قلم کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

فرقہ ناجیہ اہلِ سنت ہیں

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فرقہ کو ناجی و جنتی قرار دیا۔ ان سے آپ کی مراد یہ ہے کہ وہ ہدایت یافتہ ہوں گے، میرے بعد میری اور میرے صحابہ خلفائے راشدین کی سنت پر چلنے والے ہوں گے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ فرقہ ناجیہ (جنتی گروہ) اہلسنت و جماعت ہیں اور اس کی وضاحت میں کہا گیا ہے کہ مفہوم حدیث یہ ہے کہ جنت والے وہ ہیں جو میرے اور میرے صحابہ کے عقیدہ و قول و فعل پر چلنے والے ہوں گے، پس بلاشبہ اس بات کا پتہ (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا عقیدہ و قول و فعل کیا ہے) علمائے اسلام کے اجماع سے ہی چل سکتا ہے، سو جس پر علمائے اسلام (علماء اہلسنت) ہیں وہی حق ہے اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے باطل ہے اور معلوم ہوا کہ گمراہ فرقوں کی بنیاد آٹھ فرقے ہیں، پھر باقی ان سب سے نکل کر کل بہتر ہو جاتے ہیں۔ ایک معتزلہ فرقہ ہے، جن کا عقیدہ ہے کہ بندے اپنے اعمال کے آپ ہی خالق ہیں اور وہ قیامت کے دن دیدارِ الٰہی ہونے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ نیکوں کو ثواب اور بروں کو عذاب دینا خدا پر واجب اور فرض ہے اور اس فرقہ کے لوگ اپنے ان عقائد میں بیس گروہوں میں بٹ گئے لہٰذا یہ گمراہ فرقے بیس ہوئے۔

۲۔ دوسرا فرقہ شیعہ (رافضیوں کا فرقہ) ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت میں افراط و غلو کرتے ہیں اور یہ آپس میں بائیس فرقوں میں بٹ گئے۔

۳۔ تیسرا فرقہ خارجیوں کا ہے، جو رافضیوں و شیعوں کے برعکس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان گھٹاتے ہیں اور ان کی تکفیر تک کرتے ہیں اور گناہ کبیرہ کے مرتکب کی بھی تکفیر کرتے ہیں۔ اسے کافر ٹھہراتے ہیں۔ اور یہ فرقہ پھر بیس فرقوں میں بٹ گیا۔

https://t.me/faizanealahazrat

۴ - چوتھا فرقہ مرجئہ ہے، جن کا عقیدہ ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ کچھ نقصان نہیں پہنچاتا۔ جیسے کفر کے ساتھ نیک عمل کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ یہ فرقہ آپس میں پھر پانچ گروہوں میں تقسیم ہو گیا۔

۵ - پانچواں فرقہ نجاریہ ہے یہ فرقہ افعال میں اہلسنت کے موافق ہے اور صفات باری تعالیٰ کے انکار اور کلام الٰہی کے مخلوق قرار دینے میں فرقہ معتزلہ کے ساتھ ہے۔ اور یہ دو گروہوں میں بٹ گئے۔

۶ - چھٹا فرقہ جبریہ ہے، یہ بندے کو مجبور محض قرار دیتے ہیں، اس کا ایک ہی فرقہ ہے۔

۷ - ساتواں فرقہ مشبہہ ہے، مشبہہ تشبیہ ہے اور تشبیہ کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ مشابہ قرار دینے کے ہیں، یہ فرقہ اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ جسمانیت میں مشابہ قرار دیتا ہے یعنی جیسے بندوں کا جسم ہے، ایسے ہی خدا تعالیٰ کا جسم ہے اور یہ حلول کے بھی قائل ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ بندوں کے جسم کے اندر حلول کئے ہوئے ہے یعنی اُن میں اترا ہوا ہے یہ بھی ایک فرقہ ہے

میزان ان کا میزان کیجئے معتزلہ بیس ۲۰، شیعہ بائیس ۲۲، خارجیہ بیس ۲۰ مرجئہ پانچ ۵، نجاریہ تین ۳، جبریہ ایک اور مشبہہ ایک یہ گمراہ فرقے بہتر ہوئے اور ان کے بعد باقی جس قدر فرقے ہیں۔ ان سب کی کڑیاں ان کے ہی ساتھ ملتی جلتی ہیں اور ملتی جائیں گی۔ مثلاً دیوبندی فرقہ بعض عقائد میں معتزلیہ سے اور بعض میں شیعہ سے اور بعض میں خارجیوں سے اور بعض مسائل میں جبریہ سے اور بعض میں مشبہ سے، غرضیکہ دیوبندی مذہب کسی گمراہ فرقے کو نہیں چھوڑتا ہر ایک سے عقائد سے کچھ نہ کچھ حصہ گمراہی کا ضرور لیتا ہے۔ اور غیر مقلد یعنی اہل حدیث کہلانے والے وہابیوں کے مذہب کی

https://t.me/faizanealahazrat

کڑی بھی اسی طرح خارجیوں، معتزلیوں اور دیگر گمراہ فرقوں سے بھی جا ملتی ہے۔

فرقہ ناجیہ البتہ ایک تہتر واں فرقہ، فرقۂ ناجیہ اہلسنت وجماعت ہے جو بفضلہٖ تعالےٰ جنتی ہیں، امام علی بن سلطان محمد القاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں۔

فتلک اثنان وسبعون فرقة کلهم فی النار والفرقة الناجیة هم اهل السنة البیضاء المحمدیة والطریقة النقیة الاحمدیة

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۰۴)

ترجمہ:۔ پس یہ بہتر فرقے ہیں کل کے کل دوزخ میں جائیں گے اور فرقہ نجات پانے والا وہ اہلِ سنتِ بیضاء محمدیہ اور صاف ستھرے طریقہ احمدیہ والا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اپنے مکتوب نمبر ۶۹ میں فرماتے ہیں۔

ترجمہ:۔ "نجات کا راستہ اہل سنت وجماعت (خدا تعالےٰ اُن کی کثرت کرے) کی اقوال وافعال واصول وفروع میں پیروی کرنا ہے۔ پس بیشک فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت ہے اور ان کے سوا دوسرے فرقے تباہی وبربادی کی زد میں ہیں اور ہلاکت کے کنارے پر پہنچے ہوئے ہیں، کوئی آج اس کو سمجھے یا نہ سمجھے لیکن کل روز قیامت اُسے ہر ایک جان لے گا۔ لیکن اس وقت کا جاننا فائدہ نہ دے گا۔ اے اللہ ہمیں اس سے قبل خبردار کر دے کہ موت آکر ہمیں خبردار کرے۔ آمین (مکتوبات ج ۱ صفحہ ۰۰ طبع ترکی)

تین اہم فریضے پھر مکتوب نمبر ۷۱ میں فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر تین اہم فریضے عائد ہوتے ہیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

"سب سے پہلے ہر مسلمان کہلانے والے پر فرض ہے کہ وہ فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت کے خیالات وافکار کے مطابق اپنے عقائد کی تصحیح کرلے اور دوسرا اہم فریضہ یہ ہے کہ اس فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت کے مجتہدین کی آراء وافکار کے مطابق احکام شرعیہ پر عمل کرے اور تیسرا فریضہ یہ ہے کہ اپنے دل کو اس فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت کے صوفیہ کرام کے طریقے کے مطابق پاک کرے اور اپنے آپ کی اصلاح کرے اور اپنے آپ کو سنوارے اور اس آخری رکن کی فرضیت استحسانی (زائد) ہے پہلے دو فرائض کے برعکس، کہ وہ دونوں پہلے ایسے رکن ہیں کہ اسلام کی بنیاد ان دونوں رکنوں کے ساتھ مربوط ہے۔

الخ (ج ۱ ص ۱۵۷/۱۵۸)

پھر فرماتے ہیں ۷۳ فرقوں میں سے جنتی فرقہ اہلسنت وجماعت ہے اور باقی فرقے دوزخی ہیں اور قابل مذمت۔ فرقہ ناجیہ علماء اہلسنت وجماعت ہیں۔

(ج ۱ ص ۱۷۶ مکتوب نمبر ۱۷۱)

پھر مکتوب نمبر ۲۱۳ میں فرماتے ہیں کہ

"علماء اہلسنت وجماعت ہی فرقہ ناجیہ (جنتی گروہ) ہیں ان کی متابعت وپیروی کرنا چاہیئے اور غیر سنی علماء، علماء سُو (گمراہ علماء) ہیں جو علم کو ذلیل دنیا کے حصول کا ذریعہ بنائے پھرتے ہیں (محض دنیوی مفاد کے لئے اپنے عقائد چھوڑ دیتے یا عقائد میں ڈھیلے جاتے ہیں۔)

(ج ۱ ص ۲۴۲)

فرقہ ناجیہ اور جماعت

امام احمد اور امام ابوداؤد نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

وان هذه الامة ستفترق علی ثلث وسبعین فرقة ثنتان وسبعون فی النار وواحدة فی الجنة وهی الجماعة (سنن ابی داود ج ۲ ص ۲۷۵)

اور بے شک یہ اُمت عنقریب ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی۔ بہتر دوزخ میں ہیں اور ایک جنت میں اور وہ (جنتی فرقہ) جماعتِ اہلسنت ہے۔

اور واضح ہو کہ بہتر فرقوں کا دوزخ میں جانا عقائد کی خرابی سے ہوگا۔ اور وہ سب کے سب یعنی ان کا ہر ایک فرد دوزخ میں جائے گا۔ اور اہلِ سنت کے بعض گناہگار غیر تائب عملی کوتاہی کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے اور عقائد کی خرابی کا عذاب عمل کی خرابی سے زیادہ سخت ہوگا۔ اور اگر اعتقاد کی خرابی کفر کی حد تک ہوگی جیسے روافض (شیعہ) و مرزائی اور وہابیہ جنہوں نے اپنی کتابوں میں اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گستاخیاں اور بے ادبیاں کیں۔ اور ضروریات دین کے منکر ہوئے وہ کفر و ارتداد کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

(اعاذنا اللہ من شرورھم)

---

https://t.me/faizanealahazrat

فرقۂ معتزلہ

فرقۂ معتزلہ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ انہوں نے یہ نیا عقیدہ گھڑا کہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب نہ تو مؤمن رہتا ہے۔ اور نہ ہی کافر ہو جاتا ہے، بلکہ وہ ایمان اور کفر کے درمیان ہوتا ہے۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کو جب ان کے اس عقیدہ کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا "ھٰؤُلَآءِ اعْتَزَلُوْا" یعنی یہ لوگ اجماعِ اسلام سے کنارہ کش ہو گئے، جب سے ان کا نام "معتزلہ" رکھا گیا یعنی مسلمانوں کے ایک اجماع اور متفق علیہ عقیدہ سے منحرف ہونے والے کیونکہ صحابہ و تابعین کا اسبات پر اجماع و اتفاق چلا آرہا تھا۔ کہ مکلف (انسان ہو جن) یا مؤمن ہے یا کافر، ان کا یہ عقیدہ اس اجماع کے خلاف تھا، (کما فی مذاہب الاسلام صفحہ) شرح عقائد میں ہے، کہ اس مذہب کا بانی و اصل بن عطاء حضرت امام حسن بصری علیہ الرحمۃ کی مجلس میں حاضر ہوتا تھا، تو جب اس نے اہل اسلام کے اجماعی و متفق علیہ عقیدہ کے برعکس یہ نیا عقیدہ اختیار کیا تو امام صاحب نے اسے یہ کہکر "اِعْتَزَلَ عَنَّا" کہ ہم سے الگ ہو جاؤ، دور ہو جاؤ، تو وہ اور اس کے ہم عقیدہ لوگ فرقۂ معتزلہ کے نام سے موسوم و مشہور ہو گیا (شرح عقائد مطبع مصر صفحہ ۲۰) نیز فرقۂ معتزلہ کے لوگ جہاں اس اجماعی مسئلہ سے منحرف ہوئے وہاں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفضیل کے بھی قائل ہوئے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم سے افضل سمجھنے لگے، اس لئے یہ لوگ شیعہ بھی ٹھہرے مولانا نجم الغنی فرماتے ہیں "یہ بات بہت کم ہے، کہ کوئی شخص معتزلی ہو اور شیعہ نہ ہو (مذاہب الاسلام صفحہ ۱۰۲) علاوہ ازیں ان کی گمراہی میں سے ایک یہ بات بھی ہے، کہ یہ اولیاء اللہ کے لئے علمِ غیب نہیں مانتے، جب کہ اہلسنت انبیاء و رسل کرام علیہم السلام کے علاوہ مگر ان کے وسیلہ سے اولیاء کے لئے بھی علم غیب مانتے ہیں (ملاحظہ ہو تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی ج ۳۰ صفحہ ۱۶۸/۱۶۹ تحت آیت فلا یظھر علی غیبہ احدا و ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج ۷ صفحہ ۱۱۸ تحت

https://t.me/faizanealahazrat

آیت عندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو) لیکن معتزلہ نے اپنا نام "اصحاب العدل والتوحید" رکھا یعنی عدل وتوحید والے (شرح عقائد صفحہ ۲۰)

فرقۂ شیعہ

فرقۂ شیعہ کا عقیدہ ہے، کہ حضرت علی و دیگر ائمہ اہلبیت رضی اللہ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا باقی تمام نبیوں اور رسولوں سے بہتر اور بلند درجہ رکھتے ہیں چنانچہ شیعہ فاضل نعمۃ اللہ موسوی انوار نعمانیہ میں لکھتے ہیں (ملاحظہ ہو جلد صفحہ ۲۱) اور اہلسنت کے نزدیک یہ عقیدہ کفر ہے، کیونکہ اس میں انبیاء و رسل کرام علیہم السلام کی توہین ہے، اور توہین انبیاء کفر ہے۔ اسی طرح یہ لوگ سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی خلافت کو نہیں مانتے بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ ان تینوں نے ناجائز طور پر اور جبر و زیادتی کے ذریعے خلافت پر قبضہ کر لیا تھا۔ درحقیقت حضور کے بعد کسی فصل کے بغیر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی حقدار خلافت ہونے کی وجہ سے خلیفہ تھے اور ان سے پہلے کے تینوں خلفاء ظالم اور غاصب تھے، اس لئے یہ لوگ ان تینوں بزرگوں کی توہین و تنقیص کو نہ صرف جائز ٹھہراتے ہیں۔ بلکہ اسے ثواب اور ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں۔ جسے یہ اپنی اصطلاح و محاورہ میں تبری کہتے ہیں۔ ان کے عقیدے میں تولی اور تبری دونوں جزو ایمان ہیں، تولی کے معنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان سے محبت کرنا اور تبری سے مراد خلفاء ثلاثہ اور ان کے ماننے والوں سے اظہار نفرت و عداوت ہے۔ اور ایمان و اسلام کے مصداق میں فرق کرتے ہیں جو دل میں اخلاص و سچائی رکھتا ہو، اسے مؤمن کہتے ہیں اور جو بہ ظاہر ایمان کا مدعی ہو، مگر دل میں کفر رکھتا ہو، اسے یہ لوگ "مسلم" یا "مسلمان" کہتے ہیں۔ جس کے دوسرے معنی منافق کے ہیں۔ اس لئے شیعہ لوگ اپنے آپ کو مؤمن اور غیر شیعہ کو مسلم کہتے ہیں۔ نیز قرآن کریم کو بھی ناقص کہتے ہیں، اور رجعت کے بھی قائل ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قیامت سے قریب دنیا میں واپس آئیں گے۔ اور تقیہ کے بھی قائل ہیں۔ یعنی دل میں جو کچھ ہو زبان سے اس کے برعکس ظاہر کرنا۔ بلکہ تقیہ کو دین کی روح رواں قرار دیتے ہیں۔ یہ لوگ

https://t.me/faizanealahazrat

اپنی آذانوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ گواہی دیتے ہیں، کہ وہ بلافصل خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ یعنی خلفاءِ ثلاثہ خلیفے نہ تھے۔ بلکہ جھوٹے تھے۔ (معاذ اللہ) شیعہ مذہب کا بانی دراصل عبداللہ بن سبا تھا۔ جو یہودی تھا پھر مکاری سے مسلمان ہو کر شیعہ مذہب کا بانی بنا۔

فرقۂ خوارج

فرقۂ خوارج جنہیں خارجی بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے باغی ہو گئے تھے اور ان کو بُرا کہنے لگ گئے، اور حضرت معاویہ کے بھی خلاف ہو گئے۔ جب دونوں بزرگوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری و حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو اپنے درمیان حکم مقرر کیا اور طے کیا کہ یہ دونوں حکم جو حکم دیں گے۔ دونوں فریق اسی پر عمل کریں گے تو فرقۂ خارجیہ نے دونوں بزرگوں پر مشرک ہونے کا فتویٰ لگا دیا کہ یہ قرآن اور اللہ تعالےٰ کے نافرمان ہو گئے، کیونکہ اللہ تعالےٰ قرآن میں فرماتا ہے " اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ " کہ اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں، اور علی و معاویہ نے غیر اللہ کو حکم مان کر شرک کیا ہے۔ اور مرتد ہو گئے، مسلمانوں پر یہ پہلا فتویٰ مشرک ہونے کا خارجیوں نے صادر کیا اور آج ان کی سنت پر چلتے ہوئے۔ فرقۂ وہابیہ (خواہ دیوبند کے وہابی ہوں یا نجد کے) اہلسنت مسلمانوں پر شرک کے فتوے صادر فرماتے ہیں۔ خارجیوں کے اس شرک کے فتویٰ کی تفصیل ملاحظہ ہو، البدایہ والنہایہ حافظ ابن کثیر اور الکامل امام مبرد و دیگر کتب تاریخ میں موجود ہے۔ نیز خارجی لوگ ہر ایسے مسلمان کو جس سے گناہ کبیرہ سرزد ہو، کافر اور ہمیشہ کے لئے جہنمی ٹھہراتے ہیں (الملل والنحل شہرستانی)

نواصب

نواصب یا ناصبی وہ فرقہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں توہین و تنقیص کرتا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی اور یزید کو برحق اور جنتی کہتے ہیں۔ خارجیوں اور ناصبیوں میں سب سے بڑا فرق یہ ہے

https://t.me/faizanealahazrat

کہ خارجی ان تمام صحابہ کرام کو جن کے درمیان لڑائیاں ہوئیں کافر قرار دیتے ہیں۔ جیسے حضرت علی و معاویہ و عمرو بن عاص و طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین اور ناصبی فرقہ حضرت علی اور ان کی اولاد سے بغض و عداوت رکھتا ہے (مذاہب الاسلام)

فرقۂ مرزائیہ یا قادیانیہ

مرزا غلام احمد قادیانی جو ۱۹۰۹ء کو فوت ہوا، اس نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا اس کے ماننے والے مرزائی یا قادیانی کہلاتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کے نزدیک اسلام سے خارج ہیں۔ پاکستان کی قومی اسمبلی نے بھی ان کے کفار و مرتدین ہونے کا فیصلہ صادر کیا تھا، تاہم علماء دین تو پہلے ہی سے اس کو اور اسے مسلمان سمجھنے والوں کو کافر و مرتد کہہ ہی چکے تھے

فرقۂ پرویزیہ

یہ فرقہ غلام احمد پرویز کا پروکار ہے یہ حال ہی میں فوت ہوا۔ یہ منکر حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ شریعت کی تعبیر کا حق ملک کی پارلیمنٹ کو دیتا تھا۔ جو سمجھ میں آتا اسی کو مانتا تھا اور جو سمجھ میں نہ آتا اسے نہ مانتا خواہ اس کے دلائل کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہوں، اپنے مطلب کی حدیثیں مانتا تھا اور ان کے حوالے دیتا تھا۔ اور خلاف مطلب حدیثوں کا منکر تھا، ان کو ضعیف یا موضوع یا قرآن کے خلاف قرار دیکر رد کر دیتا تھا۔ اسی ذہنیت کے بہت سے لوگ اب بھی موجود ہیں، جن میں سے پروفیسر طاہر القادری بھی ہیں۔ محمد حنیف ندوی جو فوت ہو گئے، یوسف گورایہ، امین احسن اصلاح، جاوید غامدی وغیرہم یہ سب قریب قریب ذہنیت رکھتے ہیں۔ اور حدیث و سنت اور اجماع کے معاملہ میں اسلاف کے نظریات سے ہٹ چکے، اور راہ حق سے بھٹک کر رہ گئے ہیں۔ اسی طرح عبداللہ چکڑالوی اور اس کے فرقہ کے لوگ بھی سنت کے منکر ہیں۔ لیکن شاید دوسرے لوگ تو کچھ اس قدر خطرناک نہیں جس قدر پروفیسر طاہر القادری اہلسنت کے لئے خطرناک ہے۔ کہ وہ پیر پرستی، میلاد النبی اور تصوف اور عشق رسول کا نعرہ بلند کر کے سادہ لوح سینوں کو فریب دیئے ہوئے تھے۔

https://t.me/faizanealahazrat

دیوبندی عقائد

خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے بلکہ ہر بُرا کام کر سکتا ہے

۱۔ خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ بلکہ ہر بُرا کام کر سکتا ہے۔

"امکانِ کذب، بہ ایں معنیٰ کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مگر بہ اختیار خود اس کو نہ کرے گا،

(فتاویٰ رشیدیہ جناب گنگوہی صاحب صـ۸۴ طبع کراچی)

۲۔ "خلاف علماء کا جو دربارہ وقوع وعدم وقوعِ خلافِ وعید ہے جس کو صاحبِ براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے وہ دراصل کذب نہیں، صورتِ کذب ہے۔ اس کی تحقیق میں طول ہے، الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالےٰ ہے ——— کذب داخل تحتِ قدرت باری تعالےٰ ———

کذب داخل تحت قدرت باری تعالےٰ جَلَّ وَعَلٰی ہے۔ کیوں نہ وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے)۔

(فتاویٰ رشیدیہ صـ۹۲ طبع کراچی)۔

دیوبند کے مولا و مرشد جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کی مصدقہ و جناب انبیٹھوی کی مؤلفہ کتاب براہین قاطعہ میں ہے۔

۳۔ "مسئلہ خلافِ وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے، "امکان کذب" کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے، کہ خلفِ وعید آیا جائز ہے کہ نہیں (صـ۶)

پھر انبیٹھوی صاحب مولانا عبدالسمیع صاحب رامپوری علیہ الرحمۃ پر طعن کرتے ہوئے کہ انہوں نے امکانِ کذب کا رد کیا تھا، لکھتے ہیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

۴ - " اس سیزدہم صدی کے مبتدعین نے کذب باری تعالیٰ کو ناممکن کہا ہے اور عجز قادر مطلق کے مقر ہوئے اور اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کے خلاف عقیدہ ٹھہرایا " صفحہ ۶

یعنی تیرھویں صدی کے اہل بدعت (دیوبندی وہابی، سنی علماء کو اہل بدعت یا مبتدعین کہتے ہیں، بمطابق محاورہ (اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے) خدا تعالیٰ کے حق میں یہ عقیدہ رکھ کر، کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا، جھوٹ سے بالذات پاک ہے، قادر مطلق کی عاجزی کا اقرار کر رہے ہیں اور " اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کے برعکس اپنا مسلک ٹھہرالیا ہے۔

پھر براہین قاطعہ میں لکھتے ہیں:

۵ - اور مؤلف انوار ساطعہ (یعنی مولانا عبدالسمیع صاحب رامپوری علیہ الرحمۃ) اس پر افسوس نہیں کرتا (کہ اس نے علماء دیوبند کا سا عقیدہ کیوں نہ اختیار کیا) اور امکان کذب کہ خلف وعید کی فرع ہے جو قدماء میں مختلف فیہ ہو چکا ہے اس پر طعن کرتا ہے۔" (صفحہ)

۶ - پھر یہی انبیٹھوی صاحب براہین قاطعہ میں لکھتے ہیں۔

" (خدا تعالیٰ وعدہ خلافی کر سکتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ خلاف وعدہ کے قدرت میں داخل ہونے سے کذب کا داخل قدرت ہونا لازم آتا ہے بلکہ حدیث میں مصرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلاف وعدہ وعہد کو کذب سے تعبیر کیا، چنانچہ قصۂ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں جو ان کو شیطان لعین کے ساتھ غلہ صدقہ میں پیش آیا الخ (صفحہ ۲۷)

پھر لکھتے ہیں (براہین قاطعہ دیوبند)

۷ - " اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے یعنی محدثات و ممکنات خواہ برے ہوں یا

https://t.me/faizanealahazrat

اچھے سب اس کی قدرت میں ہیں (ص ۲۷۹)

اس کے واضح معنی یہ ہوئے کہ خدا تعالیٰ ہر برا کام کر سکتا ہے۔ (معاذ اللہ)

علماء دیوبند کے مولا و مرشد اور ان کے حضرت جناب محمود حسن صاحب مدرس اول مدرسہ عربیہ دیوبند و خلیفہ و مرید گنگوہی صاحب۔ اپنی کتاب "ابجد المقل" میں لکھتے ہیں۔

۸۔ "صدق و کذب کلام لفظی صفات افعال میں داخل ہے۔" (ص ۱۲ ج ۱)

یعنی اللہ تعالیٰ کے کلام لفظی کا سچا اور جھوٹا ہونا خدا تعالیٰ کی صفات فعلیہ میں داخل ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

پھر لکھتے ہیں:

۹۔ صدور قبائح اور قدرت علی القبائح میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ افعال قبیحہ کو قدرت قدیمہ حق تعالیٰ سے کیونکر خارج کہہ سکتے ہیں۔" (ص ۴۱ ج ۱)

وہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے آدم کو نہیں بھیجا۔ اسی طرح پھر اسی ابجد المقل میں لکھتے ہیں۔

۱۰۔ قضیہ غیر واقعی کا عقد و اصدار قدرت باری تعالیٰ جل سلطانہ میں داخل ہے۔"

(ص ۴۲ جلد ۱)

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ یعنی وہ دیدہ دانستہ ایسا جملہ بول سکتا ہے، جو واقعہ کے برعکس ہو مثلاً یہ واقعہ ہے کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بھیجا یہ واقعہ ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کی۔ تو اللہ تعالیٰ یہ بات کہہ سکتا ہے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت نہ کی یا اس نے خدا کی نافرمانی نہ کی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ وتعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا موصوف خود بھی ایک مثال دیتے ہیں۔

۱۱۔ "مثلاً حالت قعود زید (زید کے بیٹھے ہونے کی حالت) جناب باری تعالیٰ کو اس کے قعود (بیٹھنے) کا علم تام ضروری ہے اور قضیہ زَیْدٌ قَائِمٌ (زید

https://t.me/faizanealahazrat

کھڑا ہے) کے خلاف واقع ہونے کا پورا پورا انکشاف ہے مگر باوجود اس کے بالقصد والاختیار جملہ زید قائم (زید کھڑا ہے) کا منعقد فرمانا اور لباس حروف والفاظ عطا کرکے ملائکہ وعباد پہ نازل کردینا ایزد متعال (اللہ تعالیٰ) کی قدرت قدیمہ میں داخل ہے۔"

(المہند المفند صـ۴۴ ج-۱)

پھر لکھتے ہیں :-

"خلاصہ یہ نکلا کہ مابہ النزاع بین الفریقین امکانِ کذب فی الکلام اللفظی ہے امکانِ کذب فی العلم ہرگز نہیں۔" (المہند المفند صـ۴۴ ج-۱)

یعنی علماء دیوبند وعلماء اہلسنت میں اس بات پر اختلاف ہے کہ خدا تعالیٰ کا کلام لفظی جھوٹا ہوسکتا ہے یا نہ علماء اہلسنت کہتے ہیں نہیں ہوسکتا اور علماء دیوبند کہتے ہیں ہوسکتا ہے لیکن کذب فی العلم کو کوئی ممکن نہیں مانتا۔

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ علمائے دیوبند اس عقیدہ کا واضح اقرار کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام جھوٹا ہوسکتا ہے اور اس کی خبر بھی خلاف واقعہ اور جھوٹی ہوسکتی ہے۔

دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی کا عقیدہ کہ خدا جھوٹ سکتا ہے۔ **دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی کا**

عقیدہ کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔

دیوبندیوں اور غیر مقلدوں (نام نہاد اہلحدیثوں) کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنے معروف رسالہ "یک روزہ" میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ لہٰذا فرشتوں اور نبیوں پر نازل ہونے والا کلام الٰہی جھوٹ ہوسکتا ہے ورنہ بندہ کی طاقت خدا تعالیٰ کی طاقت سے بڑھ جائے گی۔

مقدمہ قضیہ غیر مطابقہ مواقع والقائے	خلاف واقعہ خبر دینا (جھوٹ بولنا)
آں بر ملائکہ انبیاء خارج از قدرت	اور اُسے فرشتوں اور نبیوں پہ
الٰہیہ نیست والا لازم آید کہ	نازل کرنا اللہ تعالیٰ سے سرزد

https://t.me/faizanealahazrat

قدرت انسانی از یداز قدرت ربانی باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقاء آں بر مخاطبین در قدرت اکثر افراد انسانی است (یکروزہ ص۱۷)

ہو سکتا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ انسان کی طاقت اللہ تعالےٰ کی طاقت سے بڑھ جائے، کیونکہ اکثر انسان خلاف واقعہ خبر (جھوٹ) مخاطبین (سامعین) کے آگے بول سکتے ہیں۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی علماء دیوبند اور غیر مقلدوں کے پیشوا کی دلیل قارئین نے سُن لی کہ اگر یہ کہا جائے کہ خدا تعالےٰ جھوٹ نہیں بول سکتا اور فرشتوں اور پیغمبروں پر جھوٹ پر مبنی کلام نازل نہیں کر سکتا۔ تو انسان کی طاقت اللہ تعالےٰ کی طاقت سے بڑھ جائے گی۔ کیونکہ اکثر انسان دوسرے انسانوں کے آگے جھوٹ بول سکتے ہیں، اسی لئے مولوی محمود الحسن دیوبندی، خلیل احمد انبیٹھوی براہین قاطعہ میں کہہ چکے۔ اور اوپر حوالے بھی گذر چکے، کہ اس میں جھوٹ کی کیا تخصیص ہے، اللہ تعالےٰ برا کام کر سکتا ہے۔ قارئین غور فرمائیں۔ ہر برا کام کر سکتا ہے۔" کے جملہ میں کونسی برائی نہیں آتی، زنا، چوری، شراب خوری، ظلم و تعدی وغیرہ وغیرہ من القبائح الخبیثۃ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وتعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔

کیا ہم ڈاکٹر پروفیسر اور علامہ ایسے القاب سے حامل طاہر القادری سے سوال کر سکتے ہیں کہ جناب یہ جو فرما رہے ہیں کہ

"تمام اسلامی فرقوں کے درمیان بنیادی و اعتقادی قدریں سب مشترک ہیں"

(فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے ص۵۹)

کیا اللہ تعالےٰ کی ذات پر ایمان لانے کے ساتھ اُسے تمام عیوب و نقائص سے پاک اعتقاد کرنا ضروری نہیں، اگر نہیں تو قرآن میں جو اللہ تعالےٰ کی صفت "سبحان اور قدوس" آئی ہے اس کا کیا مطلب ہے اور اگر اُسے عیوب و نقائص سے پاک اعتقاد کرنا ضروری ہے۔ تو اللہ تعالےٰ سے جھوٹ بلکہ تمام برے کاموں

https://t.me/faizanealahazrat

کے سرزد ہونے کو ممکن ماننے کے باوجود تمام اسلامی فرقوں کے درمیان بنیادی و اعتقادی قدریں سب کس طرح بھیڑیں ۔

امکان کذب کی دلیل اور اس کا جواب

مولوی اسمٰعیل دہلوی یکروزہ میں لکھتے ہیں :۔

کذب مذکور منافی حکمت اوست پس ممتنع بالغیر است (ص۱۷)	کہ کذب باری تعالےٰ اس کی حکمت و دانائی کے خلاف ہے لہٰذا یہ ممتنع بالغیر ہے ۔

اور اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ :۔

امتناع بالغیر داخل قدرت الٰہیہ است ۔	ممتنع بالغیر اللہ تعالےٰ کی قدرت میں داخل ہے ۔

(یکروزہ ص۷)

اور یہ بھی فرمایا چکے ۔ کہ اگر اللہ تعالےٰ کو جھوٹ پر قادر نہ مانا جائے تو عجز و کمزوری لازم آئے گی اور بندے کی قدرت اس کی قدرت سے بڑھ جائے گی ۔ جبکہ یہ بالکل غلط ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ کذب کی نسبت اگر خدا تعالےٰ کی طرف ہو تو اس کو ہم اہلسنت محال بالذات قرار دیتے ہیں ۔ یعنی کذب باری تعالےٰ نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی ممتنع بالغیر بلکہ محال بالذات ہے ۔ اور ہاں اگر تنزلاً اسے بالغیر ممتنع بالغیر مان لیا جائے تو بھی ممتنع بالغیر پر قدرت نہ ماننے سے اللہ تعالےٰ کی عاجزی ثابت نہیں ہوتی ، چنانچہ خیالی شرح شرح عقائد میں ہے کہ

ان عدم القدرة بناء علی الامتناع بالغیر لیس بعجز فانه	امتناع بالغیر کی بنا پر قادر نہ ہونا عجز نہیں ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ

https://t.me/faizanealahazrat

تعالیٰ لا یقدر علی اعدام المعلول مع علتہ التامۃ	علت تامہ کے باوجود معلول کو معدوم کرنے پر قادر نہیں۔

(ص ۶۷)

علامہ خیالی علیہ الرحمۃ نے گروہِ وہابیہ، دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے پیشوا اسمٰعیل دہلوی و محمود حسن مدرس اول مدرسہ دیوبند کے اس توہم کا کامل ازالہ کر دیا کہ جھوٹ چونکہ ممتنع بالغیر ہے اور ممتنع بالغیر تحت قدرت ہوتا ہے اگر اسے تحت قدرت نہ مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کا عجز و ضعف لازم آئے گا۔ علامہ نے واضح فرما دیا کہ ممتنع بالغیر پر قدرت نہ ہونے سے کوئی عجز و ضعف لازم نہیں آتا۔ جیسے علت تامہ کے وجود کی وجہ سے معلول کا معدوم کرنا ممتنع لغیرہ ہے اور یہ تحت قدرت باری تعالیٰ نہیں، اسے کوئی بھی عجز قرار نہیں دیتا۔ کیونکہ عجز، ممکنات محضہ پر قدرت نہ ہونے کو کہتے ہیں چنانچہ حاشیۂ خیالی میں علامہ امام عبدالحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

ان عدم القدرۃ علی الممتنع بالغیر لیس بعجز لانہ لیس محلا للقدرۃ اذھی یتعلق بالممکنات الصرفۃ الا تری انہ تعالیٰ لا یقدر علی اعدام المعلول مع وجود علتہ التامۃ۔	بلاشبہ ممتنع بالغیر پر قادر نہ ہونا عجز نہیں ہے۔ کیونکہ ممتنع بالغیر قدرت کا محل نہیں ہے، کیونکہ قدرت ممکنات محضہ سے متعلق ہوتی ہے کیا یہ بات نہیں دیکھی جاتی کہ اللہ تعالیٰ علت تامہ کے ہوتے ہوئے معلول کے معدوم کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔

(حاشیہ امام عبدالحکیم سیالکوٹی ص ۷)

الحمد للہ امام عبدالحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمۃ نے تو دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے پیشوا اسمٰعیل دہلوی کی جہالت کو بے نقاب کر ڈالا۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہابیوں (دیوبندیوں

https://t.me/faizanealahazrat

اور غیر مقلدوں) نے اپنے عقائد کی عمارت کسی بنیاد کے بغیر محض ہوا پر ہی کھڑی کر رکھی ہے اور یہ کہ ان کے عقائد مسلمانِ اہلسنت کے قطعاً خلاف و برعکس ہیں۔

علمائے دیوبند کے مرشد گنگوہی صاحب کا عقیدہ کہ خدا تعالیٰ سے جھوٹ سرزد ہو گیا

عام وہابیہ تو امکانِ کذب کے قائل تھے ہی لیکن جناب اسمٰعیل دہلوی کے مقلد و متبع جناب رشید احمد گنگوہی صاحب نے تو امکانِ کذب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے وقوعِ کذب کو بھی تسلیم کر لیا۔ چنانچہ ان سے فتویٰ طلب کیا گیا کہ شخص جو وقوعِ کذب باری کا قائل ہے۔ اس کا کیا حکم ہے تو موصوف نے اس کو گمراہ و فاسق و کافر کہنے سے منع کیا اور ساتھ ہی وقوعِ کذب کے معنی کے درست ہونے کی تصریح بھی کر دی۔

چنانچہ رسالہ "صیانۃ الناس" مطبوعہ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ ۱۳۰۸ھ کے آخری ورق میں جناب رشید گنگوہی صاحب کی مہر بھی تھی، علامۂ زمان مولانا نذیر احمد خاں محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے پاس تھا وہ اپنی کتاب "امطار الحق" میں لکھتے ہیں کہ

"مولوی رشید احمد گنگوہی نے خود وقوعِ کذب کے معنی درست ہونے کی تصریح کی چنانچہ رسالہ صیانۃ الناس مطبوعہ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ ۱۳۰۸ھ کے آخری ورق میں یہ فتویٰ مولوی رشید احمد گنگوہی کا مطبوع ہو چکا ہے اور ان کے ہاتھ کا اصل فتویٰ لکھا ہوا ان کی مہر کی ہوئی بھی ہمارے پاس موجود ہے، اس کی عبارت تھوڑی سی یہ ہے۔

"بعض علماء وقوعِ خلف وعید کے قائل ہیں اور یہ بھی واضح ہے کہ خلف وعید خاص ہے اور کذب عام ہے کیونکہ کذب بولتے ہیں خلاف واقع کو سو وہ گاہ وعید ہوتا ہے۔ گاہ وعدہ گاہ خبر اور سب کذب کے انواع ہیں اور وجود نوع کا جنس کو مستلزم ہے اگر انسان

https://t.me/faizanealahazrat

ہوگا تو حیوان بالضرور ہوگا۔ لہٰذا وقوعِ کذب کے معنی درست ہوگئے اگرچہ بعض کسی فرد کے ہو پس بناءً علیہ اس ثالث کو (جس نے اس مسئلہ میں اختلاف کرنے والے دو فریقوں کے درمیان بطور ثالث کے وقوعِ کذب کا قول کیا) کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیئے۔

(امطار الحق صفحہ ۳۰ - ۲۱ طبع بمبئی ۱۳۱۴ھ)

دیوبندیوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کوئی کلام بھی جھوٹ سے خالی نہیں

دیوبند کے مولا و مرشد جناب گنگوہی صاحب کی اس عبارت سے صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ کذب عام ہے اور وعدہ و وعید اور خبر خاص اور کذب کے انواع ہیں، جب وعدہ و وعید اور خبر کذب کے انواع ہوئے تو کذب، وعدہ و وعید اور خبر کی جنس ہوا اور جنس اپنی نوع کی جُز ہوتی ہے، جب کذب جنس خبر ہوا تو وعدہ و وعید اور خبر کی ماہیت میں داخل ہوا تو دیوبند کے امام رشید احمد گنگوہی صاحب کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ہر وعدہ و وعید اور خبر میں کذب داخل ہوا (نعوذ باللہ من ذٰلک) جیسے حیوان اپنے تمام انواع کی ماہیت میں داخل ہیں اور جناب گنگوہی نے اہل معقول کی اصطلاح اور اُن کے مسلک کے مطابق کذب کو جنس اور وعدہ و وعید اور خبر کو انواع قرار دیا۔ اسی لئے یہ مثال دی کہ انسان ہوگا تو حیوان ضرور ہوگا۔ پس گنگوہی صاحب کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ و وعید اور خبر کذب سے خالی نہیں ہے بلکہ کذب سے خالی ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ جب کذب وعدہ و وعید اور خبر کا جنس و جُز ہوا تو وعدہ و وعید اور خبر کا جنس و جُز کے بغیر پایا جانا محال ہے، چنانچہ خود گنگوہی صاحب نے کہدیا کہ انسان ہوگا تو حیوان ضرور ہوگا۔ جس سے واضح ہے کہ انسان کا حیوان کے بغیر پایا جانا محال ہے تو جب اللہ تعالیٰ کے وعدہ و وعید اور خبر میں کذب کا پایا جانا

https://t.me/faizanealahazrat

ضروری ہوا تو اس کے وعدہ و وعید اور خبر میں اس کا صدق جو کذب کی نقیض ہے محال ہوگیا۔ کیونکہ ایک ہی محل میں دو نقیضوں کا جمع ہونا محال ہے تو علماء دیوبند کے پیر و مرشد اور ہادی و قطب رشید احمد گنگوہی صاحب کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے تمام وعدے وعیدیں اور خبریں جھوٹی ٹھہریں۔ (نعوذ باللہ من ذلک وتعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا) اور گنگوہی صاحب کے شاگرد و مرید و خلیفہ جناب محمود حسن صاحب مدرس اول مدرسہ دیوبند بھی اپنے مرشد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فرماتے ہیں۔

خلف وعدہ و وعید منجملہ افراد کذب ہیں۔ اس کے چند سطروں کے بعد پھر لکھتے ہیں۔ "خلف مذکور کذب کی فرد ہے جس سے کذب کا مقدور باری ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

(ملاحظہ ہو: جہد المقل ج۔ ا صفحہ)

اس میں محمود حسن صاحب نے خلف وعد و خلف وعید کو کذب کے افراد قرار دیا یعنی کذب نوع ہوا اور خلف وعدہ و وعید اس کے افراد ہوئے اور قاعدہ یہ ہے کہ کوئی فرد اپنی نوع کے بغیر نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ نوع اپنے افراد کی ماہیت کا عین ہوتی ہے۔ تو جب خلف وعد اور خلف وعید ان کے بقول ممکن ہوئے تو کذب بھی ممکن ہوا۔ لیکن ساتھ ہی فرما رہے ہیں کہ اگرچہ جھوٹ ظلم وغیرہ برے کام اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں وہ کر سکتا ہے مگر کرے گا نہیں (جہد المقل ج۔ ا صفحہ)

اور یہی معتزلہ کا مذہب ہے۔ مرید تو امکان کی حد سے آگے نہیں بڑھے۔ لیکن پیر و مرشد گنگوہی صاحب، امکان امکان کرتے کرتے "وقوع کذب باری تعالیٰ کا عقیدہ اختیار کر لیا۔

اور یہ عقیدہ فرمان خداوندی " ومن اصدق من اللہ قیلا " آیت قرآن مجید کے برعکس اور کفر ہے، کس قدر افسوس ہے علماء دیوبند پر کہ امکان امکان کرتے کرتے وقوع کذب کے قائل ہو گئے اور تصریح کر دی کہ " وقوع کذب کے معنی درست

https://t.me/faizanealahazrat

ہوگئے۔" یہ کفر و گمراہی وہابیوں کے امام ہندی جناب اسمٰعیل دہلوی کی تقلید و پیروی کے باعث علماء دیوبند میں آئی۔ اس کے بعد ان کی علمیت و تحقیق پر صد افسوس جو ان عقائد کے باوجود اسلامی فرقوں کے درمیان اختلافات کو محض فروعی قرار دیتے پھر رہے ہیں۔

عقائد علماء دیوبند میں عقیدۂ معتزلہ وغیرہ کی ملاوٹ

علماء دیوبند کے عقائد کا بغور و بہ تحقیق مطالعہ کرنے سے علماء اہلسنت اس نتیجہ پر پہنچے ہیں بلکہ ہر سمجھدار اور ہر دانشور اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ علماء دیوبند کے عقائد میں بہت سے ان فرقوں کے عقائد کی آمیزش اور ملاوٹ ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کی رُو سے بہتر کی تعداد میں جہنمی اور دوزخی ہیں۔ اور اہلسنت کے مقابلہ میں اُن کی ہر بات کی کڑی ان بہتر جہنمی فرقوں میں سے کسی نہ کسی سے جا ملتی ہے۔ مثال کے طور پر وہابی عقائد کی آمیزش ہی نہیں مکمل طور پر انہیں وہابی عقائد سے اتفاق ہے، چنانچہ جناب گنگوہی صاحب کے فتاویٰ رشیدیہ کے حوالہ سے گذرا۔ ان کے علاوہ اللہ تعالےٰ کے بارے میں ان کا عقیدہ کہ خدا تعالےٰ جھوٹ بول سکتا ہے، بلکہ ہر برا کام کر سکتا ہے یہ اُن کی معتزلہ کے عقائد سے موافقت و مطابقت ہے، کیونکہ یہی عقیدہ معتزلہ کا ہے، چنانچہ امام علی بن سلطان القاری علیہ الرحمۃ البادی شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

انہ لا یوصف اللہ تعالیٰ	بے شک اللہ تعالےٰ کے بارے
بالقدرۃ علی الظلم لان المحال	میں نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ظلم پر
لا یدخل تحت القدرۃ وعند	قادر ہے۔ کیونکہ محال تحت قدرت

https://t.me/faizanealahazrat

المعتزلة انه یقدر ولکن لا یفعل (شرح فقہ اکبر ص۱۳۸ طبع مصر)

نہیں اور معتزلہ کے نزدیک وہ ظلم پر قادر ہے۔ لیکن کرے گا نہیں۔

الحمد للہ امام علی بن سلطان القاری علیہ رحمۃ الباری نے واضح فرمایا کہ ظلم پر قدرت کا عقیدہ معتزلہ کا عقیدہ ہے اہلسنت کا نہیں اور علماء دیوبند نے مسلک اہلسنت کو چھوڑ کر معتزلہ کا عقیدہ اختیار کر لیا ہے

محمود حسن دیوبندی کی بددیانتی

قارئین علماء دیوبند کی بددیانتی بھی ملاحظہ فرماتے جائیں کہ محمود حسن صاحب دیوبندی مدرس اول دیوبند و شاگرد رشید احمد گنگوہی نے جہد المقل میں علامہ خفاجی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ

قال المحقق هو لا یفعل الظلم لمنافاته الحکمة لا القدرة الخ (جہد المقل ج ۱ ص۸۵)

محقق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرے گا۔ کیونکہ ظلم اس کی حکمت کے خلاف ہے۔ قدرت کے خلاف نہیں۔

اسی عبارت سے محمود حسن صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ کوئی اہلسنت کے محقق ہیں جو عقیدۂ اہلسنت بیان کر رہے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ اس لئے ظلم نہیں کرے گا کہ یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے۔ قدرت کے خلاف نہیں۔ یعنی وہ اس پر قادر ہے کہ کسی پر ظلم کرے۔ جبکہ امام خفاجی کی مراد "محقق" سے علامہ امام زمخشری معتزلی ہے، جو فرقہ معتزلہ کا امام و محقق ہے اس کا اہل سنت سے تعلق نہیں۔ اور علامہ امام خفاجی نے اس کے بعد مسلک اہل سنت اس کے برعکس بتایا جسے محمود حسن صاحب نے چھوڑ دیا۔ (ملاحظہ ہو

https://t.me/faizanealahazrat

حاشیہ خفاجی علی البیضاوی ج ۳ ص ۱۳۶/۱۳۷)

اور یہی عبارت جسے معتزلہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے امام خفاجیؒ نے نقل کیا بعینہٖ تفسیر کشاف میں موجود ہے ملاحظہ ہو۔

وانہ لا یفعل لاستحالۃ فی الحکمۃ لا لاستحالۃ فی القدرۃ	یعنی اللہ تعالےٰ ظلم نہیں کرے گا کیونکہ یہ اس کی حکمت میں محال ہے۔ اس کی قدرت میں محال نہیں ہے۔

(تفسیر کشاف ج ۱ ص ۵۲۷)

علماء دیوبند پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ لوگوں کو دھوکہ دیتے اور گمراہی کے پھیلانے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں، اس سلسلے میں بڑی بد دیانتی سے بھی باز نہیں آتے، جناب طاہر القادری اور محترم جسٹس صاحب کی حالت بھی قابل رحم ہے جو ان اختلافات کو فروعی قرار دے رہے ہیں، جن کا تعلق اللہ تعالےٰ کی شان تقدیس کے ساتھ ہے گویا خدا تعالےٰ کے کذب کا امکان بلکہ اس کا وقوع بھی ان کے نزدیک فروعی مسئلہ ہے۔ ہے حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ارشاد علامہ احمد سعید الکاظمی علیہ الرحمۃ

قارئین کرام، اس سلسلے میں علامہ امام احمد سعید الکاظمی علیہ الرحمۃ کا ارشاد گرامی بھی ملاحظہ فرماتے ہیں۔ جو انہوں نے علماء دیوبند کے اس عقیدۂ فاسدہ کے بارے میں فرمایا۔

"اہلسنت کہتے ہیں کہ کذب کے تحت قدرت باری تعالےٰ ہونے سے بندوں کے جھوٹ کی تخلیق اور اس کے باقی رکھنے یا نہ رکھنے پر قدرت خداوندی کا ہونا مراد ہے یا یہ مقصد ہے کہ اللہ تعالےٰ بذات خود صفت کذب سے متصف ہو سکتا ہے۔ اگر پہلی

https://t.me/faizanealahazrat

شق مراد ہے تو اس میں آج تک کسی سنی نے اختلاف نہیں کیا۔ پھر یہ کہنا کہ امکانِ کذب کے مسئلہ میں شروع سے ہی اختلاف رہا ہے باطل محض اور جہالت و ضلالت ہے۔ اور اگر دوسری شق مراد ہو تو اس سے بڑھ کر شانِ الوہیت میں کیا گستاخی ہو سکتی ہے کہ معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے متصف بالکذب ہونے کو ممکن قرار دیا جائے اہل سنت کے نزدیک ایسا عقیدہ کفر خالص ہے۔ اعاذنا اللہ منہا۔

(الحق المبین صـ۴۸)

لیجئے علامہ امام احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ نے عقیدۂ علماء دیوبند کو کہ خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ نہ صرف گمراہی قرار دیا ہے بلکہ اسے کفر خالص ٹھہرایا ہے۔ اب جناب طاہر صاحب جو اپنے آپ کو سنی قرار دیتے پھر رہے ہیں پھر ان اختلاف کو فروعی ٹھہراتے جا رہے ہیں واضح فرمائیں کہ فرقہ دیوبندی اہلسنت سے الگ فرقہ اور باقاعدہ ایک الگ مسلک ہوا یا نہ؟ پھر ان کا انٹرویو میں کہنا کہ "دیوبندی" کوئی فرقہ نہیں، طاہر صاحب کی جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر اپنے ادارہ منہاج القرآن میں دیوبندی مسلک کے لوگوں کو ممبر بنانا۔ اس بات کا ثبوت نہیں کہ یہ ادارہ اہلسنت کا نہیں بلکہ گمراہی کا گڑھ ہے۔

علماء دیوبند معتزلہ کی طرح علم الٰہی کے منکر

دیوبندی حضرات کے مولا و مرشد جناب رشید احمد گنگوہی کے شاگرد رشید اور خلیفہ و جانشین جناب حسین علی ساکن واں بھچراں، ضلع میانوالی اور ان کے شاگرد غلام اللہ خاں راولپنڈی اور بعض دیگر علماء دیوبند نے معتزلہ کے اس عقیدہ کی کہ:-

https://t.me/faizanealahazrat

" اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے کاموں کا پہلے سے علم نہیں ہوتا بلکہ بندوں کے کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو ان کے کاموں کا علم ہوتا ہے۔" تائید و حمایت کر کے معتزلہ کی طرح علمِ الٰہی کے منکر ہو گئے، چنانچہ حسین علی صاحب اپنی تفسیر " بلغۃ الحیران " میں جو انہوں نے اپنے شاگرد غلام اللہ خاں راولپنڈی کو قلم بند کرائی ہیں، فرماتے ہیں۔

" اور انسان خود مختار ہے، اچھے کام کرے یا نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کو پہلے سے کوئی بھی علم نہیں کہ کیا کریں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کو ان کے کرنے کے بعد بعد معلوم ہوگا۔"

اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

" اور آیاتِ قرآنیہ جیسا کہ ولیعلم الذین وغیرہ بھی اور احادیث کے الفاظ بھی اس مذہب پر منطبق ہیں۔" (تفسیر بلغۃ الحیران ص۱۵۸۔ ۱۵۸)

یہاں یہ کہنا کہ اس عبارت میں مولوی حسین علی صاحب نے اپنا مذہب بیان نہیں کیا ہے انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ اس لئے کہ جب مولوی صاحب مذکور نے قرآن و حدیث کو اس مذہب پر منطبق مانا تو اس کی حقانیت کو تسلیم کر لیا خواہ معتزلہ کا مذہب ہو یا کسی دوسرے کا قرآن و حدیث جس پر منطبق ہے اس کا انکار کیوں کر سکتا ہے؟۔

(الحق المبین ص۴۷)

جبکہ اہلسنت کے نزدیک ایسی آیات کی تاویل کی گئی ہے۔ مثلاً علم بمعنی تمیز بھی کیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو صحیح بخاری ج۔۲ ص۷۰۳)

حالانکہ اہلسنت کے نزدیک علمِ الٰہی کا منکر اسلام سے خارج ہے۔ چنانچہ امام علی بن سلطان القاری علیہ الرحمۃ الباری فرماتے ہیں:۔

من اعتقد ان اللہ لا یعلم	جو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ
الاشیاء قبل وقوعھا فھو کافر	چیزوں کو ان کے واقع ہونے

https://t.me/faizanealahazrat

وان عد قائله من اهل البدعة — سے پہلے نہیں جانتا وہ کافر ہے اگرچہ اس عقیدہ کا قائل اہل بدعت سے شمار کیا گیا ہو۔ (شرح الفقہ الاکبر صـ۶۳ مصری)

اس سے معلوم ہوا کہ علماء دیوبند کے عقائد کفریہ ہیں اور اس اختلاف کو فروعی اختلاف شمار کرنا خود کفریہ عقیدہ اختیار کرنا ہے اور طاہر القادری وغیرہ جو ان اختلافات کو محض باہمی غلط فہمیاں یا محض تحریر و قلم کی فروگزاشت اور بے احتیاطی سے تعبیر کرتے ہیں۔ دانستہ یا نادانستہ کفریہ عقائد کی حمایت کر کے مسلک اہل سنت سے بیزاری یا بے خبری کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

علماء دیوبند مجسمہ فرقہ بھی ہیں

نیز علماء دیوبند کے عقائد میں جہاں معتزلیہ کفریہ عقائد کی آمیزش ہے وہاں فرقہ مجسمہ (جو اللہ تعالیٰ کے جسم ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں) کے عقائد باطلہ کفریہ کی آمیزش بھی ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ یہ امام ابن تیمیہ کو بھی اپنا پیشوا اور بزرگ مانتے ہیں اور وہ مجسمہ فرقہ کی طرح خدا تعالیٰ کے جسم ہونے کا قائل بھی تھا، چنانچہ علامہ امام عبدالحلیم انصاری لکھنوی والد ماجد مولانا عبدالحی لکھنوی "القول الاسلم علی شرح المسلم" میں فرماتے ہیں۔

رد علی قول ابن تیمیة من المجسمة حیث قال ان اللہ متمکن علی العرش وھو مکانہ (القول الاسلم صـ۳)

علامہ عبدالشکور بھاری علیہ الرحمۃ کا "لایحد" کہنا مجسمہ میں سے ابن تیمیہ کا رد ہے کہ اس نے کہا کہ بیشک اللہ تعالیٰ عرش پر رہتا ہے اور وہ اس کی جگہ ہے۔

اسی طرح امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ حدیثیہ میں ابن تیمیہ اور اس کے

https://t.me/faizanealahazrat

شاگرد ابن قیم کو گمراہ اور گمراہ کن ٹھہرایا ہے لیکن علماء دیوبند اُسے اپنا بزرگ قرار دیتے ہیں۔

علمائے دیوبند شانِ قرآن کے منکر

قارئین کرام کو یہ معلوم کر کے شاید تعجب ہوگا کہ علماء دیوبند شانِ قرآن کریم کے بھی منکر ہیں، مسلمانوں کے عام و خاص سب سمجھتے بلکہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنا کلام یعنی قرآن کریم نازل کیا وہ ایسا فصیح و بلیغ کلام ہے کہ کفار ایسا فصیح و بلیغ کلام لانے سے عاجز و قاصر رہ گئے۔ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت معجزانہ حد تک مسلم ہے لیکن علماء دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ قرآن کریم نے کفار کو اپنی فصاحت و بلاغت سے عاجز نہیں کیا تھا اور یہ کہ فصاحت و بلاغت سے عاجز کرنا علماءِ دیوبند کے نزدیک کوئی کمال بھی نہیں، چنانچہ دیوبندی علماء کے مولا و مرشد جناب رشید گنگوہی کے شاگرد و مرید و خلیفہ و جانشین جناب حسین علی صاحب اپنی کتاب بلغۃ الحیران میں فرماتے ہیں۔

یہ خیال کرنا چاہیئے کہ کفار کو عاجز کرنا کوئی فصاحت و بلاغت سے نہ تھا۔ کیونکہ قرآن خاص واسطے کفار فصحاء بلغاء کے نہیں آیا تھا اور یہ کمال بھی نہیں۔" (بلغۃ الحیران صـ۱۲)

امام احمد سعید الکاظمی علیہ الرحمۃ کا فرمان ذی شان

علامہ امام سعید الکاظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

"اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم نے یقیناً اپنی فصاحت و بلاغت سے کفار فصحاء عرب کو عاجز کیا تھا اور قرآن کی یہ شانِ اعجاز قیامت تک باقی رہے گی، جو شخص اس اعجاز قرآنی کا منکر ہے اور قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کو کمال نہیں سمجھتا وہ

https://t.me/faizanealahazrat

ملحد و بے دین، خارج از اسلام ہے۔" (الحق المبین ص۴۷)

جناب طاہر القادری اور جسٹس صاحب جو ان اختلافات کو فروعی قرار دے رہے ہیں عبرت حاصل کریں کہ کیا فروعی اختلاف کی وجہ سے کسی کو ملحد و بے دین اور اسلام سے خارج قرار دیا جاتا ہے؟

علمائے دیوبند شانِ رسالت کے منکر اور مرزائیوں کے ہم عقیدہ ہیں

شانِ الوہیت اور شانِ قرآن کے انکار کے ساتھ ساتھ علمائے دیوبند نے شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی انکار کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں وہ سوءِ ادبیاں اور گستاخیاں کیں ہیں کہ آج تک کسی کافر کو بھی اس کی ہمت نہیں پڑی نیز انہوں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت پر بھی ہاتھ صاف کر ڈالا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے دعوائے نبوت آسان بنا دیا بلکہ اس کے لئے راستہ کھول دیا چنانچہ دیوبند کے بانی جناب نانوتوی صاحب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل شدہ کلام الٰہی "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" میں لفظ "خاتم النبیین" کے اجماعی معنی کا انکار کر دیا۔ جبکہ یہ معنی موجودہ چودہ سو سال سے مسلم و قطعی و اجماعی چلا آرہا تھا اور وہ معنی ہے "آخری نبی" جس کا انکار کیا گیا اور اسے عوام کا خیال ٹھہرایا گیا۔

ملاحظہ فرمائیے بانی دارالعلوم دیوبند جناب محمد قاسم نانوتوی اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھتے ہیں:۔

"بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی "خاتم النبیین" کے معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بہ ایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاءِ سابق کے زمانہ کے بعد ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

اور سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم
یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں
"وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" فرمانا اس صورت میں
کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔" (تحذیر الناس طبع دیوبند صـ۳)

حالانکہ قرآن مجید میں جو لفظ "خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" وارد ہوا۔ اس کا معنی جو
چودہ سو سال سے منقول و متواتر چلا آرہا ہے وہ آخر النبیین "ہی ہے یعنی "آخری نبی"
جو شخص اس کو محض عوام کا خیال قرار دیتا ہے وہ قرآن کریم کے معنی منقول و متواتر کا
منکر ہے اور بانی دارالعلوم دیوبند نے اس معنی کا انکار اور دیگر دیوبند علماء نے اس سے
اتفاق اور اس کی حمایت کر کے کفر کا ارتکاب کیا۔

خاتم النبیین کا من گھڑت معنی

اس کے بعد آپ جناب نانوتوی نے "خاتم النبیین" کا جو من گھڑت معنی کیا
ہے۔ وہ یہ کہ

"آپ موصوف بہ وصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف
بہ وصف نبوت بالعرض، اوروں کی نبوت آپکا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض
نہیں۔" (تحذیر الناس صـ۳)

پھر لکھتے ہیں:

"بالجملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصف نبوت میں موصوف بالذات ہیں اور سوا
آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض

(صـ۵)

اب موصوف نے چونکہ "خاتم النبیین" کا معنی ہی بدل ڈالا اور اس کا معنی یہ کیا کہ آپ

https://t.me/faizanealahazrat

کی نبوت بالذات اور دوسرے نبیوں کی بالعرض ہے اور اس کی مزید وضاحت بھی کردی کہ آپ کی نبوت کی مثال سورج کی سی ہے، جس کا نور ذاتی ہے اور دوسرے نبیوں کی نبوت کی مثال ستاروں کی سی ہے، جن کا نور ذاتی نہیں بلکہ سورج ہی کے نور کا فیض ہے۔ اور موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ سب کے کمالات آپ میں جمع ہیں اور وہ کمالات کا سلسلہ آپ پر ختم ہو جاتا ہے۔ بایں معنی آپ خاتم النبیین ہیں۔" (صفحہ) اس کے بعد فرماتے ہیں۔

" قدرِ ضرورت پر اکتفا کر کے عرض پرداز ہوں کہ اطلاقِ خاتم اسبات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیاء کا سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہوتا ہے۔ جیسے انبیاء گزشتہ کا وصفِ نبوت میں حسب تقریر مسطور اس لفظ سے آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا اس میں انبیاء گزشتہ ہوں یا کوئی اور، اور اگر اسی طرح اگر فرض کیجئے آپ کے زمانے میں بھی اس زمین میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا۔ اور اس کا سلسلہ نبوت بہرطور آپ پر منتہم (اختتام پذیر) ہوگا اور کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے۔ جب علم ممکن و للبشر ہی ختم ہو گیا۔ تو سلسلہ علم و عمل کیا ہے۔ غرض اختتام اگر بہ ایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

(تحذیر الناس صفحہ ۱۴/۱۳)

قارئین نے سمجھ لیا ہوگا کہ بانی دارالعلوم دیوبند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانہ کے اعتبار سے آخری نبی تسلیم نہیں کر رہے ہیں بلکہ مرتبہ و کمالات اور آپ کے وصفِ نبوت کے ساتھ بالذات متصف ہونے کے اعتبار سے آپ کو آخری مانتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ حضور کے زمانۂ اقدس میں کسی اور نبی کے فرض کئے جانے کو آپ کی ختم نبوت کے

https://t.me/faizanealahazrat

خلاف نہیں سمجھتے اور نہ ہی بعد میں کسی نبی کے فرض کئے جانے کو حضور کی شان خاتمیت کے منافی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

اگر خاتمیت بہ معنی اوصاف ذاتی بہ وصف نبوت لیجئے جیسا کہ چندان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پہ آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی۔ افراد مقدرہ پر آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (تحذیر الناس صـ۲۵)

لیکن اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں ضرور فرق آئے گا۔ جیسا کہ بفرض محال اللہ تعالےٰ کے ساتھ کوئی دوسرا اللہ پایا جائے تو توحید باری تعالےٰ میں ضرور فرق آئے گا۔ جو شخص اس فرق کا منکر ہے وہ توحید باری تعالےٰ کا بھی منکر ہے اور ختم نبوت کا بھی۔

عُلماء دیوبند کے عقیدے میں سات خاتم النبیین

قارئین:۔ بانیٔ دارالعلوم دیوبند نے "خاتم النبیین" کا جو گمراہ کن اور کفری معنی کیا اب بنائے فاسد علی الفاسد کے طور پر اس پر مزید عمارتیں کھڑی کرتے چلے جا رہے ہیں، پہلے کہہ چکے ہیں کہ حضور کے زمانہ میں بھی بالفرض کوئی اور نبی ہو جب بھی آپ کی خاتمیت میں فرق نہ آئے گا۔ کیونکہ آپ کے زمانہ یا آپ کے بعد کے نبی آپ کے ہی فیضان کے محتاج ہوں گے، چونکہ فیضان آپ کا ہی ہوگا اس لئے کہ وصف نبوت کیساتھ متصف بالذات اور کمالات و مرتبہ میں سب سے آخری نبی آپ ہی ہیں، اس لئے آپ کے ساتھ یا آپ کے بعد کوئی اور نبی بھی ہوں تو آپ کی ختم نبوت میں فرق نہ آئے گا۔ اس کے علاوہ بانی دارالعلوم

https://t.me/faizanealahazrat

دیوبند کے نزدیک روئے زمین پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ چھ خاتم النبیین اور بھی ہیں اس طرح کل سات خاتم النبیین ہوئے۔ حالانکہ آج تک جملہ اہل اسلام کا متفق علیہ اور اجماعی و قطعی عقیدہ چلا آ رہا ہے کہ عرش الٰہی سے تحت الثریٰ تک، مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک کے درمیان واحد خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ مگر بانی دارالعلوم دیوبند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھ خاتم النبیین اور بھی مانتے ہیں (ملاحظہ ہو تحذیر الناس صفحہ ۲۷/۲۸/۲۹/۳۰/۳۱) لکھتے ہیں۔

"ہر زمین میں اس زمین کے انبیاء خاتم ہیں پر ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے خاتم۔" (ص ۳۱)

"ہر زمین کا خاتم اگرچہ خاتم ہے پر ہمارے خاتم النبیین کا تابع ہے۔" (ص ۳۱)

قارئین غور فرمائیں کہ کیا ختم نبوت فروعی مسئلہ ہے تو غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو اسلام سے کیوں خارج ٹھہرایا گیا ہے اور اگر اصولی ہے تو بانی دارالعلوم دیوبند اور اس کے پیروکار دیوبندی علماء کو کیوں مستثنیٰ کیا جائے، جناب طاہر صاحب اور محترم جسٹس صاحب اسے فروعی مسئلہ قرار دے کر اپنے ایمان و اعتقاد کی خبر لیں اور خدائے قدوس کے حضور پیش ہونے سے پہلے ہی اپنی اصلاح کر لیں۔ پھر محترم جسٹس صاحب کا فرمانا کہ "نانوتوی صاحب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت زمانی کے منکر نہیں ہیں، خود ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ نانوتوی صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھ خاتم النبیین اور بھی تسلیم کر رہے ہیں، پھر بھی مان لیا جائے کہ ختم زمانی پر یقین رکھتے ہیں ع ایں چہ ابوالعجبی ست

---

www.KitaboSunnat.com

https://t.me/faizanealahazrat

علمائے دیوبند کا عقیدہ کہ شیطان کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ (معاذ اللہ)

قارئین! ان اختلافات کو فروعی اختلاف ٹھہرانے والوں کی نادانی پر تعجب آتا ہے۔ غور فرمائیے وہابیوں کے گروہ میں سے فرقہ دیوبندیہ کے بزرگ عالم جناب خلیل احمد انبیٹھوی شاگرد و خلیفہ، جناب رشید احمد گنگوہی اپنی کتاب براہین قاطعہ کے صفحہ ۱۰ پر جو گنگوہی صاحب کی مصدقہ بھی ہے۔ لکھتے ہیں کہ

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اردو زبان علماء دیوبند سے معاملہ کر کے سیکھی۔ پھر کہتے ہیں کہ سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔" (ملخص) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیوبند سے اردو زبان سیکھنا اس مدرسہ کی اور اس کے علماء کی عظمت کی دلیل ہے۔ لاحول ولا قوۃ۔ کیا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہیں ہے؟

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۵ پر لکھتے ہیں کہ "معاذ اللہ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کے اور اپنے انجام تک کا علم نہ تھا۔ پھر لکھتے ہیں:۔

"شیخ عبدالحق (حدیث) روایت کرتے ہیں کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔" علماء دیوبند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کی تنقیص کے لئے یہاں تک زور لگا رہے ہے کہ جھوٹ بولنے اور بہتان لگانے سے بھی نہیں چوکتے۔ چنانچہ یہاں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ پر بہتان لگا دیا۔ حالانکہ شاہ صاحب مدارج النبوۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک

https://t.me/faizanealahazrat

کی وسعت بیان کرتے ہوئے مخالف کی طرف سے اعتراض بیان کرتے ہیں کہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے دیوار کے پیچھے کا علم نہیں، پھر اس اعتراض کا یہ جواب دیتے ہیں کہ

"ایں سخنے اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ" کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں اور ایسی کوئی صحیح روایت نہیں آئی (مدارج نبوت ج ۱: ۱ صـ)

پھر لکھتے ہیں:۔

"الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصّہ ہے؟ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔ (براہین قاطعہ صـ۵۵)

علماء دیوبند نے اس عبارت میں شیطان اور ملک الموت کے علم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ مانا پھر عجیب بات یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زمین کا محیط علم شرک قرار دیا۔ پھر اسی کو شیطان و ملک الموت کے لئے نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اُسے قرآن و سنت کے نصوص و عبارات سے ثابت بھی مانا گویا شیطان و ملک الموت خدا تعالیٰ کے شریک ٹھہرے اور ان کا شریک ہونا قرآن و سنت سے ہی ثابت ہوا۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) اور ان کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں شیطان اور ملک الموت کو زیادہ علم والا ماننا، درج ذیل عبارت سے بھی صراحت کے ساتھ ثابت ہو رہا ہے۔

"اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونیکی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں

https://t.me/faizanealahazrat

ملک الموت کے برابر ہو چہ جائیکہ زیادہ۔" (براہین قاطعہ صـ۵۶)

حالانکہ ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے کہ فلاں کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے وہ کافر ہو گیا چنانچہ آگے حوالہ آتا ہے۔

علمائے دیوبند کا اپنی طرف نبوت کی نسبت پر تسلی و اطمینان

علمائے دیوبند کے حکیم الامت جناب اشرف علی تھانوی صاحب کے ایک مرید نے لکھا ہے کہ اس نے خواب میں کلمہ پڑھا مگر محمد رسول اللہ کی جگہ اپنے پیر و مرشد تھانوی صاحب کا نام لیتا رہا اور لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ" کہتا رہا پھر بیدار ہوا۔ اور اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے بیداری میں درود شریف پڑھ کر اس غلطی کا تدارک کرنا چاہا لیکن درود میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی بجائے اشرف علی تھانوی زبان پر آتا رہا اور یوں کہتا رہا۔" اللھم صل علیٰ سیدنا و نبیّنا و مولانا اشرف علی" حالانکہ بیدار تھا۔ لیکن کہتا ہے کہ زبان قابو میں نہ تھی۔" اس کا جواب تھانوی صاحب نے یہ دیا "اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہٖ تعالیٰ متبع سنت ہے۔" ۲۴ شوال ۱۳۲۵ھ"

(رسالہ الامداد ماہ صفر ۱۳۳۶ھ تھانہ بھون ج ۳ صـ۳۵)

اس کے بعد تھانوی اور ان کے مرید مذکور کا معاملہ ۱۳۳۸ھ کو علماء حرمین شریفین کے پیش ہوا۔ جس پر انہوں نے دونوں کی تکفیر کی اور اسے رسالہ کی صورت میں "الجبل التانوی علی کلوۃ التھانوی" کے تاریخی نام سے شائع کیا گیا۔

پھر یہی تھانوی صاحب جن کے نام پر لاہور میں علماء دیوبند نے "جامعہ اشرفیہ" کے نام سے مدرسہ بھی قائم کر رکھا ہے۔ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی تنقیص کی

https://t.me/faizanealahazrat

وہ لکھتے ہیں۔

"آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (کہ آپ غیب جانتے ہیں) اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے، یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی کیا تخصیص، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات کے لئے بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان صفحہ طبع دیوبند)

اس سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک سے شیطان و ملک الموت کا علم زیادہ بتایا گیا تھا اب "ایسا" کا کلمہ جو اردو میں تشبیہ کے لئے ہوتا ہے استعمال کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو بچوں، پاگلوں اور تمام جانوروں کے علم جیسا بتایا جا رہا ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ، اسپر امام شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمۃ کا فرمان ملاحظہ ہو۔

من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادعابہ ونقصہ کان یقول فلان اعلم منہ صلی اللہ علیہ وسلم او الحق بہ نقصا فی نفسہ او مما یتعلق بخلقہ وخلقتہ او نسبہ (الی ان قال) فانہ کفر (حاشیہ نسائی از محدث سورتی علیہ الرحمۃ نزہ ج ۱ صفحہ ۱۷ بحوالہ نسیم الریاض)	جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شان بات کی یا آپ کی طرف عیب کی نسبت کی یا آپ کی تنقیص کی مثلاً یوں کہا کہ فلاں کا علم حضور کے علم سے زائد ہے یا آپ کی ذات شریف کی طرف کسی نقص کی نسبت کی یا آپ کے خلق یا خلقت یا نسب شریف کی طرف عیب کی نسبت کی وہ بلاشبہ کافر ہو گیا۔

اس تحقیق کے بعد علماء دیوبند کے مذکورہ بالا عقائد کے کفر ہونے میں کونسا شک باقی رہ گیا۔ جس کی بنا پر ان خلافات کو جو سنی اور وہابی دیوبندی کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ فروعی ٹھہرایا جا رہا ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب رحمۃ للعالمین کی توہین

علماء دیوبند کے مولا و مرشد جناب گنگوہی صاحب فتاویٰ رشیدیہ میں فرماتے ہیں۔

"لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء و انبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں۔ اگرچہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں۔ لہٰذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بول دیوے تو جائز ہے۔"

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۷ طبع کراچی)

حالانکہ رحمۃ للعالمین کے معنی سارے جہانوں کے لئے رحمت ہونے کے ہیں۔ بیشک ہر نبی اور ولی اللہ کی طرف سے لوگوں کے لئے رحمت ہیں۔ مگر جب اس کی اضافت عالمین کی طرف جائے گی۔ تو اس کا استعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کیلئے بھی کسی طرح درست نہ ہوگا بلکہ اس کو حضورؐ کی شان میں تنقیص تصور کیا جائے گا۔ جیسے "رب" کے معنی مالک کے ہیں۔ اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کے لئے بھی ہوا مثلاً "رب المال" یعنی مال کا مالک "ربّ الدار" گھر کا مالک، لیکن جب اسے "عالمین" کی طرف مضاف کریں گے تو اس وقت اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے درست نہ ہوگا۔ بے شک مجازی معنی ہی مراد لیں تب بھی۔ مثلاً "رب العالمین" مجازاً بھی کسی کو نہیں کہہ سکتے اسی طرح "رحمۃ للعالمین" بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے، لیکن علماء دیوبند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص القاب و اوصاف اپنے علماء کو دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تنقیص کے مرتکب ہوتے ہیں۔ چنانچہ جامعہ اشرفیہ کے بانی مفتی محمد حسن کے انتقال پر ان کی سوانح چھاپی گئی تو اس میں انکو رحمۃ اللعالمین کا خطاب دیا گیا ملاحظہ ہو:

"آج نماز جمعہ کے موقع پر خبر جانکاہ سن کر دل حزیں پر بے حد چوٹ لگی کہ

https://t.me/faizanealahazrat

حضرت قبلہ رحمۃ اللعالمین" دنیا سے سفر آخرت فرما گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔" (تذکرہ حسن ص ۲۰۶ مرتبہ وکیل احمد جامعہ شرفیہ لاہور ۱۳۸۱ھ)

حضرات محترم بلاشبہ یہ عقائد وہابیہ نجدیہ و دیوبندیہ، تھے جن پر علماء عرب و عجم نے کفر کے فتوے عائد کر کے اپنی دینی شرعی ذمہ داریوں کا ثبوت دیا (ملاحظہ ہو حسام الحرمین، الصوارم الھندیہ، الحق المبین، العبیل الشانوی وغیرہ) اور ان عقائد کو قادیانیوں اور رافضیوں کے عقائد کی طرح قطعاً کفریہ ٹھہرایا اور ایسا کفریہ کہ اس میں ادنیٰ سا شک بھی بجائے خود کفر قرار پایا۔

شیعہ عقائد میں بڑی بات یہ ہے کہ یہ لوگ بارہ اماموں کو انبیاء سابقین علیہم السلام سے افضل سمجھتے ہیں اور یہ کفر ہے۔ یعنی غیر نبی کو نبی سے افضل کہنا نبی کی توہین ہے لہٰذا ایسے شیعہ انبیاء علیہم السلام کی توہین کے مرتکب ہو کر کافر ٹھہرتے ہیں اور دوسری وجہ کفریہ ہے کہ شیعہ حضرات قرآن کریم کو ناقص قرار دیتے ہیں یہ بھی کفر ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں روافض جو قرآن کریم میں کمی بیشی کے قائل ہیں۔ ائمہ اطہار کو انبیاء سابقین میں سے کل یا بعض پر فضیلت دیتے ہیں وہ کافر و مرتد ہیں اور آج کل عامہ روافض اسی قسم کے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۸۲)

اب جناب طاہر جو روافض و شیعہ کی ممبر شپ پر فخر کرتے ہیں اور ساتھ ہی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ہم عقیدہ بھی بنتے ہیں اپنے گریباں میں منہ ڈال کر اپنے دل کی آواز سنیں کہ کہاں تک سینوں کو فریب دے رہے ہیں۔

حرفِ حجت

غرض یہ کہ جناب طاہر اور ان کے ہمنواؤں کا یہ خیال کہ تمام اسلامی فرقوں میں بنیادی قدریں سب مشترک ہیں۔ ایمان باللہ، ایمان بالرسل، ایمان بالکتاب

https://t.me/faizanealahazrat

ایمان بالملائکہ، ایمان بالیوم الآخر اور ایمان بالتقدیر پر متفق اور یکساں ایمان رکھتے ہیں ہماری گزشتہ تحقیق کی روشنی میں جو حرفِ حجت کی حیثیت رکھتا ہے، خیال غلط ثابت ہُوا۔ کیونکہ ایمان باللہ میں یہ ضرور ہے کہ اس کی تمام صفتوں کو قدیم و ازلی و ابدی، دائمی اور لازوال مانا جائے اور ہر صفت کو عیب و نقص سے پاک و منزہ جانا جائے، صدق بھی اس کی صفت ہے اور یہ صفت کمال و لازوال ہے اور کذب ایک عیب و نقص ہے مگر جب اسمٰعیل دہلوی، رشید احمد گنگوہی، محمود حسن اور خلیل انبیٹھوی نے نہ صرف خدا تعالےٰ کو جھوٹ پر قادر ٹھہرایا بلکہ وقوعِ کذب تک کے قائل ہو گئے۔ بلکہ کذب کو اس کے ہر وعدہ و وعید و خبر کے لئے جنس اور بالفاظ محمود حسن نوع قرار دیا تو خدا تعالےٰ کا صدق سرے ہی محال ہو گیا۔ نعوذ باللہ من ھذ الضلال و النکال۔ تو خدا تعالےٰ پر ایمان کیسے متصور ہوا؟ اسی طرح ایمان بالرسل میں ان کی تعظیم و توقیر کا بجالانا بھی شامل ہے جس کا تعلق ان کی ذات سے بھی ہے اور صفات سے بھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں آپ کی خاتمیتِ زمانیہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ ورنہ لفظ خاتم النبیین پر تو قادیانی بھی یقین رکھتے ہیں۔ لیکن قرآن "نظم اور معنی" دونوں کے مجموعہ کا نام ہے کسی ایک کا انکار دوسرے کا ہی انکار ہے۔ جب "خاتم النبیین" کے معنی "ختم زمانی" کا انکار کر دیا جو اُمت کا اجماعی عقیدہ ہے اور متواتر منقول ہو کر ہم تک پہنچا ہے اور قطعی ہے، تو لفظ "خاتم النبیین" کا بھی انکار لازم آگیا تو مسلمان کہا اور ایمان کیسے متصور ہوا۔

مسائلِ ضروریہ کی دو قسمیں

جناب طاہر صاحب اور ان کے ہمنوا اس حقیقت سے باخبر ہوں گے کہ مسائل ضروریہ کی دو قسمیں ہیں۔

ایک وہ جو ضروریاتِ دین اسلام کہلاتے ہیں۔ جن میں سے کسی ایک کا انکار بلکہ

https://t.me/faizanealahazrat

اس میں ادنیٰ سا شک بھی کفر قطعی اور ارتداد یقینی ہے وہ وہی مذکورہ بالا چھ ہیں مع تفصیلات کے جو عقائد میں مذکور و مسطور ہیں، بعض اسلام کے دعویدار فرقوں نے اگرچہ بظاہر ان چھ کا اقرار تو کیا لیکن کتاب و سنت سے ثابت ہونے والے دوسرے تفصیلی متعلقہ مسائل سے انکار کیا۔ جیسے شیعہ نے قرآن کریم کے کتاب کامل ہونے، انبیاء سابقین علیہم السلام کے بارہ اماموں سے افضل ہونے اور خلافت شیخین سے انکار کیا یہ کفر ہے، اس لئے اہلسنت وجماعت نے اپنے آپ کو ان فرقہ باطلہ سے ممتاز رکھنے کے لئے اور صراط مستقیم بتانے کے لئے ان مسائل کی تفصیل بڑی شرح وبسط سے فرمائی اور جو ضروریات مذہب اہل سنت سے شمار کئے گئے، جن میں سے کسی کا انکار ابتداع فی الدین گمراہی اور مذہب اہلسنت سے خروج شمار کیا گیا۔ آج کل وہابیہ (دیوبندی وغیر مقلدین) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطلق علم غیب کے منکر ہیں۔ بلاشبہ یہ بھی کفر ہے۔ اور اولیاء کے علم غیب کے قائل نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات جسمانی کے قائل نہیں، استمداد کے قائل نہیں، جواز ندائے غیر ولی کے قائل نہیں، یہ مسائل اہلسنت کے متفقہ مسائل ہیں، وہابیہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ لہٰذا وہ اہلسنت سے جدا اور مبتدع و گمراہ شمار کئے گئے۔

هكذا حققه علماؤنا رحمهم الله تعالىٰ

جناب طاہر اور ان کے ہمنواؤں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم اہلسنت کا دوسرے فرقوں سے اختلاف فروعی مسائل میں بھی ہے اور اصولی مسائل میں بھی۔ ہم اہلسنت نے فروعی مسائل میں کسی کو کافر و مرتد نہیں کہا اور اب پھر سن لیجئے کہ فاتحہ و میلاد کا انکار، عرس و گیارہویں کا انکار، قیام میلاد کا انکار، جواز ندائے یا رسول اللہ کا انکار، امداد کا انکار، مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ کے تمام جزئیات کے علم تفصیلی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کفر ہے نہ ارتداد۔ ہاں اصولی مسائل میں بیشک کفر کا فتویٰ دیا گیا۔ آپ ہی بتلائیے کہ خدا کے لئے امکان کذب کا قائل ہونا ختم زمانی کا انکار، حضور کے علم سے شیطان کے علم کو زیادہ بتانا، بچوں، پاگلوں، جانوروں، چوپایوں جیسا علم قرار دینا تو کیا ہوا، نہ ہوا، کفر نہیں، کفر

https://t.me/faizanealahazrat

نہیں، ارتداد نہیں اور کیا یہ مسائل بھی آپ کے نزدیک فروعی مسائل ہیں۔ آپ کو یہ بھی خبر نہیں کہ فروعی مسائل کسے کہتے ہیں۔ اور اصولی مسائل کسے کہتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ ذات وصفات باری تعالیٰ اور ذات وصفات نبی سے تعلق رکھنے والے مسائل اصولی مسائل ہیں، شریعت مطہرہ نے جو ان کی تفصیل پیش کی ہے۔ اس میں ذرہ برابر کمی ایمان کو تضاد ہے

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ارشادِ گرامی

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کے جواب میں ارشاد فرمایا "اولاً مصنف عیار کا اتنا لکھنا ہی اس کی بدمذہبی و غیر مقلدی کے اظہار کو بس تھا کہ وہ لامذہبوں کو جن کا نام اس نے لامذہبوں سے سیکھ کر اہلحدیث و محمدیین رکھا ہے اور حنفیہ کرام کو ایک پلڑے میں رکھتا ہے اور ان کا اختلاف مثل اختلاف صحابہ کرام و ائمہ عظام رضی اللہ عنہم صرف فروعی بتاتا اور دونوں فریق میں اتحاد مناتا ہے، حالانکہ غیر مقلدین کا ہم سے اختلاف صرف فروعی نہیں بلکہ بکثرت اصول دین میں ہمارا ان کا اختلاف ہے، ہماری تمام کتب اصول مالا مال ہیں کہ ہمارے اور جملہ ائمہ اہلسنت کے نزدیک اصول شرع چار ہیں، کتاب وسنت واجماع وقیاس لامذہبوں لامذہبوں نے اجماع وقیاس کو بالکل اڑا دیا۔ ان کا پیشوا صدیق حسن بھوپالی لکھتا ہے۔ قیاس باطل واجماع بے اثر آمدان کی تمام کتابیں اس سے پُر ہیں کہ وہ سوا قرآن پاک کے کسی کا اتباع نہیں کرتے اور اجماع وقیاس کے سخت منکر ہیں۔ اور ہمارے ائمہ نے اجماع وقیاس کے ماننے کو ضروریات دین سے کہا ہے اور ان کے منکر کو ضروریات دین کا منکر کہا ہے اور ضروریات دین کا منکر کافر ہے، پھر ان کا ہمارا اختلاف فروعی کیسے ہو سکتا ہے، مواقف و شرح مواقف موقف اول مرصد خامس مقصد سادس میں ہے - کون الاجماع حجۃ قطعیۃ معلوم بالضرورۃ من الدین" یعنی اجماع کا حجت قطعی ہونا ضروریات دین سے ہے کشف البزدوی شریف میں ہے قد ثبت بالتواتر

https://t.me/faizanealahazrat

إن الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم عملوا بالقیاس وشاع وذاع ذٰلك فیما بینهم من غیر ردو انکار یعنی تواتر سے ثابت ہوا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قیاس پر عمل فرماتے تھے۔ اور یہ ان میں مشہور و معروف تھا جس پر کسی کو اعتراض و انکار نہ تھا۔ اسی میں امام غزالیؒ سے ہے۔ قد ثبت بالقواطع من جمیع الصحابة الاجتهاد والعمل بالرأی والسکوت عن القائلین به وثبت ذلك بالتواتر فی وقائع مشهورة ولم ینکرها احد من الامة فاورث ذلك علما ضروریا فکیف یترك المعلوم ضرورة یعنی قطعی دلیلوں سے ثابت ہے کہ جمیع صحابہ کرام اجتہاد و قیاس کو مانتے تھے۔ اور اس کے ماننے والوں پر انکار نہ کرتے تھے اور یہ مشہور واقعوں میں تواتر کیساتھ ثابت ہوا اور امت میں کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔ تو اس سے علم ضروری پیدا ہوا تو جو بات ضروریات دین سے ہے کیونکر چھوڑی جائے گی۔ درمختار باب البغی باب المرتد میں ہے۔ الکفر تکذیبه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی شئ مما جاء به من الدین ضرورة۔ یعنی ضروریات دین نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی شے کا انکار کفر ہے۔ بالخصوص امام الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمہ، سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے قیاس سے ان گمراہوں کو جس قدر مخالفت ہے عالم آشکار ہے۔ ان کی کتابیں ظفر المبین وغیرہ امام و قیاسیات امام پر طعن سے مملو ہیں۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد ثانی صـ۹۴ میں ہے۔ رجل قال قیاس ابی حنیفة حق لیست یکفر کذا فی التاتارخانیة۔ یعنی جو شخص کہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قیاس حق نہیں وہ کافر ہو جائے گا۔ ایسا ہی تاتارخانیہ میں ہے۔ ثانیاً یہ چالاک مصنف خود اقرار کرتا ہے کہ اُسے کسی فریق سے مخالفت نہیں یہ بات لامذہب بیدین ہی کی ہو سکتی ہے، جسے دین و مذہب سے کچھ غرض نہیں ورنہ دو متخالف فریقوں میں مخالف نہ ہوئی۔ کیونکر معقول

https://t.me/faizanealahazrat

ثالثاً لامذہبوں کا اہل سنت کے ساتھ اختلاف مثل اختلاف صحابہ کرام بتانا صراحۃً انہیں اہلسنت بتانا ہے، حالانکہ ہمارے علماء صاف فرماتے ہیں کہ وہ گمراہ بدعتی جہنمی ہیں۔" (الفضل الموھبی اعلیحضرت ص۵۰-۵۱ طبع الہ آباد انڈیا)

طاہر القادری کا عوام کو کھلا دھوکہ

جناب طاہر صاحب سے جب پوچھا جاتا ہے کہ اگر آپ کا عقیدہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے عقیدے کے مطابق ہے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے درج ذیل فتاویٰ کی اعلانیہ تائید و تصدیق شائع کریں۔

فتاویٰ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ

کفر اصلی سے ارتداد بدتر ہے، کفر اصلی کی ایک سخت قسم نصرانیت ہے مجوسیت اور اس سے بدتر بت پرستی، اس سے بدتر وہابیت، ان سے بدتر اور خبیث تر دیوبندیت

(فتاویٰ رضویہ ج۶ ص۷)

وہابی سنیوں کو غیر مسلم مانتے ہیں (ج۔ ص۵)

روافض

ھولاء القوم (الی الروافض) خارجون عن ملۃ الاسلام وَاحکامھم احکام المرتدین (ج ۶ ص۲۵)

غیر المقلدین

بلاشبہ طائفۂ تالفۂ غیر مقلدین گمراہ بددین اور بحکم فقہ کفار و مرتدین (ج۔ ص۳۳) مبتدعین مثل وہابیہ و رافضہ و غیر مقلدین اُمتِ اجابت سے نہیں، کافروں کی طرح

https://t.me/faizanealahazrat

امت ۔ دعوت سے ہیں (لہٰذا اجماع میں ان کا خلاف معتبر نہیں (کمافی کتب الاصول)۔
(ج ۶۔ ص ۳۲)

جیسا کہ عرف الجادی مصنفہ نواب صدیق خاں میں ہے کہ

اجماع چیزی نیست قیاس مصطلح کہ آنرا دلیل رابع قرار دادہ اند خود مکفی المؤنۃ شد و نماند مگر آنکہ اولہ دین اسلام و ملت حنفیہ خیر الانام منحصر در دو چیز ست یکے کتاب عزیز و دیگر سنت مطہرہ و ماورائے این ہر دو کدام حجت نیرہ و برہان قاطع نیست۔ (صفحہ ۳)

اجماع کوئی چیز نہیں قیاس اصطلاحی جسے فقہاء نے چوتھی دلیل قرار دیا ہے خود ہی ناکارہ ہو گیا اور باقی نہ رہا مگر دین اسلام اور ملت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل دو چیزوں میں منحصر ہیں ایک قرآن کریم اور سنت مطہرہ اور ان دو کے سوا کوئی چیز روشن حجت اور قطعی دلیل نہیں۔

یہ فرقہ غیر مقلدین، جنہیں وہابی کہا جاتا ہے اور جو خود کو اہلحدیث کہتے ہیں کے پیشوا جناب نواب صدیق حسن خان بھوپالی کی تحریر اور اس فرقہ کے مسلک و اعتقاد کی ترجمانی ہے کہ اجماع و قیاس کوئی چیز نہیں ہیں۔ شریعت کے احکام کا ماخذ صرف دو چیزیں ہیں قرآن اور سنت۔

امام اہلسنت شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

اور آئمہ کرام و علمائے اعلام، حجیت اجماع کو ضروریات دین سے کہتے اور مخالفت اجماع قطعی کو کفر ٹھہراتے ہیں (ج ۶ ص ۳۶) اور (غیر مقلدین) فقہ کے منکر ہیں۔ علمائے کرام فرماتے ہیں۔ قیاس و فقہ کی حجیت بھی ضروریات دین سے ہے تو اس کا انکار ضرور کفر ہونا لازم۔

بالجملہ بحکم فقہ بلکہ بحکم حدیث بھی طائفہ غیر مقلدین پر بوجوہ کثیرہ حکم کفر ہے۔

https://t.me/faizanealahazrat

شیعہ و رافضی

بلاشبہ رافضی تبرائی بحکم فقہاء کرام مطلقاً کافر و مرتد ہے (ج ۶ ص ۳۶۵)
تبرائی کا معنی ہے، اصحاب ثلاثہ یعنی سیدنا ابوبکر صدیق و سیدنا عمر فاروق اعظم و سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم سے بری یعنی ان سے بیزاری اور دشمنی رکھنے والا۔ اصول شیعہ میں تبری دتولی ایمان کا جز ہیں یعنی خلفاء ثلاثہ سے بری ہونا اور دشمنی رکھنا اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا۔

غیر مقلد و دیوبندی

اب جو اہلحدیث کہلاتے ہیں ضرور اسمٰعیلی و گمراہ ہیں اور دیوبندیہ ان سے گمراہ تر، صریح مرتدین ہیں، علماء حرمین شریفین نے ان کی نسبت تصریح فرمائی کہ مَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ فَقَدْ کَفَرَ جو ان کے (کفریہ) اقوال سے باخبر ہو کر انہیں کافر نہ جانے بلکہ ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے (ج - ۶ ص ۷)
قاسم نانوتوی صاحب نے لکھ دیا کہ "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔" یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت سے صاف انکار ہے اور آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کی صریح تکذیب ہے (ج - ۶ ص ۴۲)
جب یہ معلوم ہوا کہ دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے پھر ان کے پیچھے نماز جنازہ پڑھنا ہے۔ اسے مسلمان نہ کیا جائے گا کہ پیچھے نماز پڑھنا اس کی ظاہر دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے۔ اسی لئے علماء حرمین شریفین نے بالاتفاق دیوبندیوں کو کافر

https://t.me/faizanealahazrat

مرتد لکھا اور صاف فرمایا کہ مَنْ شَکَّ فِیْ کفرہٖ وَعَذَابِہٖ فَقَدْ کَفَرَ (ترجمہ) جو ان کے عقائد پر مطلع ہو کر انہیں مسلمان جانے اور کہے ان کے کفر میں شک ہی کرے وہ بھی کافر اور جن کو اس کی خبر نہیں اجمالاً اتنا معلوم ہے یہ بُرے لوگ بدعقیدہ بد مذہب ہیں وہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے اشد گناہگار ہوتے ہیں اور ان کی وہ نمازیں سب باطل و بیکار۔ واللہ تعالےٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج۔ ۶ ص۷۷)

اعلیٰ حضرت پھر فرماتے ہیں۔ جو شخص دیوبندیوں کو مسلمان ہی جانے یا ان کے کفر میں شک کرے یہ فتویٰ علمائے حرمین شریفین ایسا آدمی خود کافر ہے کہ مَنْ شَکَّ فِیْ کفرہٖ وَعَذَابِہٖ فَقَدْ کَفَرَ۔ پھر سردارِ مسلمانان ——— (یعنی مولانا اور سید) کیسے ہو سکتا ہے۔ گیارہویں کی نیاز کھا لینا (یا میلاد پڑھا لینا) دلیلِ اسلام نہیں۔ بڑے بڑے کٹر وہابی جو اسے حرام و شرک کہتے ہیں کھانے کو آپ سب دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں، ایسا شخص جب تک وہابیہ اور خصوصاً ان دیوبندیوں کو جنہیں علماء حرمین شریفین نے کافر لکھا نام بنام بالاعلان کافر نہ کہے اس کی توبہ صحیح نہیں ہو سکتی۔ (فتاویٰ رضویہ ج۔ ۶ صفحہ ۸۸)

تو جناب طاہر صاحب اس کا گول مول جواب دیتے ہیں کہ میں ہر گستاخ رسول کو کافر سمجھتا ہوں۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر صاف صاف فرقہ دیوبندیہ و فرقہ رافضہ شیعہ و فرقہ غیر مقلدین کا نام نہیں لیتے۔ بلکہ ان کو تو اپنے ادارہ کا ممبر بنایا ہوا ہے۔ ان سے ماہانہ چندے لیتے ہیں، پھر اس مکتب فکر کا نام کیونکر لے سکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ موصوف دوغلہ پالیسی اور منافقانہ چال چل رہے ہیں۔ ایسا شخص کھلے بیدینوں اور گمراہوں سے بدتر ہے۔

فتویٰ تکفیر کی اہمیت

علماء دیوبند کے ترجمان جناب مرتضیٰ حسن دربھنگی (فاضل دیوبند) فرماتے ہیں۔

https://t.me/faizanealahazrat

"جیسے کسی مسلمان کو اقرار توحید و رسالت وغیرہ عقائد اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنا کفر ہے۔ کیونکہ اس نے اسلام کو کفر بتایا۔ اسی طرح کسی کافر کو عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔ کیونکہ اس نے کفر کو اسلام بنادیا۔ حالانکہ کفر، کفر ہے اور اسلام، اسلام ہے، اس مسئلہ کو مسلمان خوب اچھی طرح سمجھ لیں، اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں حالانکہ احتیاط یہی ہے جو منکر ضروری دین ہو اُسے کافر کہا جائے کیا منافقین توحید و رسالت کا اقرار نہ کرتے تھے؟ پانچوں وقت قبلہ کی طرف نماز نہ پڑھتے تھے؟ مسیلمہ کذاب وغیرہ مدعیان نبوت اہل قبلہ نہ تھے؟ انہیں بھی مسلمان کہو گے؟ اہل قبلہ کے یہی معنی ہیں کہ تمام ضروریات دین کو تسلیم کرتا ہو۔ (اس سے چند سطور پہلے اسی صفحہ کے شروع میں ہے) اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ احتیاط شک کی جگہ ہوتی ہے، قطع اور یقین میں احتیاط نہیں ہو سکتی۔ اگر ایک چیز دور سے پوری طرح سے نظر نہیں آتی اور شک ہے کہ شیر ہے یا انسان تو احتیاط کا مقتضی یہی کہ گولی نہ مارے۔ مگر جب قریب سے خوب اچھی طرح دیکھ رہا ہے کہ شیر آرہا ہے خود بھی جانتا ہے اور دوسرے ہزارہا آدمی بھی کہہ رہے ہیں کہ شیر آرہا ہے مگر بھی شکاری صاحب گولی نہیں مارتے اور یہ فرماتے ہیں کہ میں احتیاط کرتا ہوں۔ کہیں یہ آدمی نہ ہو تو یاد رہے کہ اس احتیاط کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بے احتیاطی سے اپنی جان اور مسلمانوں کی جان کھو دے گا۔ یہ احتیاط نہیں بے احتیاطی ہے جب ایک شخص نے قطعاً یقیناً ایک ضروری دین کا انکار کیا اور وہ انکار محقق ہو گیا تو اب اس کو کافر نہ کہنا تو خود بے احتیاطی سے کافر اور مرتد ہونا ہے۔۔۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کرنی اور توہین نہ کرنا ضروریات دین سے ہے۔" (اشد العذاب صـ۹) پھر فرماتے ہیں: اصل بات یہ عرض کرنی تھی کہ بریلوی تکفیر اور علماء اسلام کا مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر کہنا آسمیں زمین آسمان کا فرق ہے اگر (مولانا شاہ احمد رضا) خان صاحب اور دوسرے علی اہلسنت مع علماء حرمین شریفین کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خان صاحب اور علماء حرمین شریفین و دیگر علمائے اہلسنت پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی ناگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے۔" "کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔" (اشد العذاب صـ۱۳/۱۴)

https://t.me/faizanealahazrat

وھابی کون ھیں؟ اور ان کے عقائد کیا ہیں؟

حضرات علمائے دیوبند کے قطب وغوث جناب رشید احمد گنگوہی فتاوی رشیدیہ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ وہابی کون ہیں اور ان کے عقائد کیسے ہیں۔

"محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ ان کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آگیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں الخ

(فتاوی رشیدیہ ج ۱ ص ۱۱۱ طبع دہلی)

وھابی عقائد

اس کے بعد وہابی عقائد ملاحظہ فرمائیں۔ جنہیں علمائے دیوبند کے قطب وغوث عمدہ قرار دے رہے ہیں۔ یہ عقائد وہابی حضرات کی مشہور کتاب "کتاب التوحید" مصنفہ ابن عبدالوہاب نجدی متوفی ۱۲۰۶ھ اور اس کی متعدد شروحات خصوصاً ابن عبدالوہاب نجدی کے پوتے شیخ عبدالرحمن بن حسن متوفی ۱۲۸۵ھ کی تصنیف فتح المجید شرح کتاب التوحید اور قرۃ عمدۃ الموحدین اور الجامع الفرید سے نقل کئے جارہے ہیں اور الجامع الفرید چھ کتابوں پر مشتمل ہے۔ ۱۔ کتاب التوحید از شیخ محمد بن عبدالوہاب۔ ۲۔ الزیارۃ مصنفہ شیخ ابن تیمیہ ۳۔ ماہکذا العظم الآثار مصنفہ شیخ عبدالعزیز بن باز ۴۔ تطہیر الاعتقاد شیخ صنعانی ۵۔ شرح الصدور شیخ شوکانی اور الرد علی شبہات المستغیثین بغیر اللہ شیخ احمد بن

https://t.me/faizanealahazrat

ابراہیم اِس مجموعہ کو سعودی حکومت کی طرف سے طبع کرا کر مفت تقسیم کیا جاتا ہے

وہابی عُلما کے نزدیک اس اُمت کے اکثر لوگ مشرک ہیں

شیخ عبدالرحمٰن بن حسن بن شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی متوفی ۱۲۰۶ھ فتح المجید شرح کتاب التوحید مطبوعہ قاہرہ ۱۳۷۶ھ ملاحظہ ہو۔ وہ اپنے فرقہ وہابیہ کے سوا دنیا بھر کے سب مسلمانوں کو ابوجہل سے بھی بدترین مشرک قرار دیتے ہیں

وہابی مذہب کا بانی امام ابن تیمیہ ہے

چنانچہ فتح المجید شرح کتاب التوحید کے مقدمۃ الطبع شق دادم میں لکھتے ہیں۔

" اور مسلمانوں کا معاملہ صوفیہ کی وجہ سے ہمیشہ زوال پذیر رہا۔ یہاں تک کہ باطل، حق اور حق، باطل ہو کر رہ گیا اور سنت، بدعت اور بدعت سنت سے بدل گئی۔ حتیٰ کہ ساتویں اور آٹھویں صدی میں شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ پیدا ہوئے اور انہوں نے اور ان کے شاگرد ابن قیم نے کتابیں تصنیف کیں اور کما حقہٗ جہاد کیا پھر ان کے پیروکار مسلسل جہاد کرتے رہے حتیٰ کہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب (۱۱۱۵ - ۱۲۰۶) نے دین کی تجدید کی اور کما حقہٗ جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے آلِ سعود کی تلوار کو ان کا ساتھی کر دیا اور اس کے ذریعے انہیں قوت دی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کی زبان اور آلِ سعود کی تلواروں کی دھار کے ذریعے دین کا بول بالا کر دیا۔ اس طرح جزیرۂ عرب میں اللہ کا دین اور اس کی نعمت کی تکمیل ہوئی اور اسلام کے نئے سورج کی شعاع سے جزیرۂ عرب جگمگا اُٹھا۔ توحید کا غلبہ ہوا اور شرک ذلیل و خوار ہو گیا۔ مقدمۃ الطبع (و)

https://t.me/faizanealahazrat

اسی کتاب فتح المجید شرح کتاب التوحید میں لکھتے ہیں۔

۱۔ اس امت کے اکثر متاخرین ایسے ہی شرک میں مبتلا ہو گئے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل جاہلیت کے دور میں لوگ شرک میں مبتلا ہو گئے (صفحہ ۲۰)

۲۔ اصحاب قبور کو وسیلہ ماننے والوں جو اس امت کا اکثر حصہ ہیں، نے خدائی شان کو جس کی قرآن میں مخلوق سے نفی کی گئی تھی اہل قبور کے لئے تسلیم کر کے حقیقتِ معنی کو الٹ دیا۔ جب ان کے سب سے بڑے متکلم پیشوا فخر الدین رازی بھی الٰہ (خدا) کے معنی کو نہیں سمجھ سکا۔ تو ان کے عوام کا کیا کہنا (صفحہ ۳۵)

۳۔ ان پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کے زمانوں کے شرک زمانہ جاہلیت کے مشرکوں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ وہ تو آرام و راحت کے زمانہ میں اپنے بتوں کو پوجتے اور شرک کے مرتکب ہوتے تھے۔ مگر مصیبت میں اپنے معبودوں کو پکارنا بھول جاتے اور خدا تعالیٰ کو پکارتے تھے۔ لیکن یہ لوگ جو کلمہ پڑھتے ہیں۔ آرام و راحت کے علاوہ تکلیف و مصیبت میں بھی اہل قبور کی محبت اور ان کے پکارنے سے باز نہیں آتے اس طرح یہ دونوں صورتوں میں شرک کرتے ہیں (صہ ۳۸/۳۹)

۴۔ قرونِ ثلاثہ (صحابہ و تابعین اور اتباع تابعین) کے بعد اس اُمت کے اکثر لوگ شرک میں مبتلا ہو گئے (۴۵/۸۲)

۵۔ جس نے میت (صاحب قبر بزرگ) سے یا کسی غائب سے کسی چیز کا سوال کیا وہ مشرک ہو گیا (صفحہ ۷۰)

۶۔ یہ قبریں بت ہیں۔ اس کے باوجود کہ حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد علیہ السلام پیغمبر ہیں۔ ان کو بھی خطرہ تھا کہ کہیں شرک میں نہ مبتلا ہو جائیں تو دوسروں کا کیا حال ہو گا جس شرک سے ابراہیم علیہ السلام ڈرتے تھے قرونِ ثلاثہ کے بعد اس اُمت اکثر لوگ (حتیٰ کہ

https://t.me/faizanealahazrat

ان کیساتھ ناواقف لوگ بھی اس شرک میں مبتلا ہو گئے اور قبروں کا احترام کیا جانے لگا اور ان پر گنبد بنا لئے گئے اور اس فعل کو دین ٹھہرا لیا گیا اور یہ قبریں اس طرح کے بت ہیں جس طرح کے قوم نوح کے اور مشرکین عرب کے لات، عُزّٰی اور منات بُت تھے۔ (ص۷۴)

۷۔ بلاشبہ اکثر لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ چاروں قطب اور ان کے اوپر ایک قطب غوث ہے وہ کائنات میں تصرف کرتے ہیں۔ شعرانی کی کتابیں پڑھئے اور دباغ کی "الابریز" اور نتیجانیہ وغیرہ ایسے گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کی کتابیں پڑھ لیجئے ان کی کتابوں میں تمہیں وہ شرک ملے گا، جو ابوجہل اور اس کے مشرک بھائیوں کے دلوں پر بھی نہ کھٹکا تھا۔ (۷۵)

۸۔ آج کے زمانہ میں روئے زمین کے اکثر علماء مشرکانہ عقائد کے سوا توحید میں سے کچھ بھی نہیں جانتے۔ (ص۷۶)

۹۔ جس نے کسی میت (قبر والے) کو یا غائب کو پکارا اور اس کی طرف رُخ کیا یا دل سے متوجہ ہوا، اس کی محبت سے یا اس سے ڈر کر، خواہ اس سے کوئی سوال کیا یا نہ کیا، بس اسی بات سے مشرک ہو گیا اور اس کا یہ شرک وہی شرک ہے جسے اللہ تعالیٰ معاف نہ کرے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کسی کو شفاعت کا ذریعہ بنانے کو حرام ٹھہرایا اور اُسے توحید کے خلاف قرار دیا۔ (ص۷۷، ۷۸)

۱۰۔ اس میں ان مشرکوں کی تردید ہے جو بزرگوں کی کرامات کے قائل ہیں۔ (ص۹۳)

۱۱۔ شرک یہی نہیں کہ بتوں کی پوجا کی جائے۔ نفع کے حصول یا نقصان سے بچنے کی غرض سے اللہ کے سوا کسی نبی و صالح اور فرشتہ کو، قبر والوں اور غائب کو بھی پکارنا شرک ہے وہ شرک کہ جسے اللہ تعالیٰ معاف نہ کرے گا۔ (۹۸۔۱۰۴)

۱۲۔ صالحین اور بزرگوں کو پکارنے اور ان کے وسیلے کے ساتھ خدا سے مدد طلب کرنے والے یا اس خیال سے بزرگوں سے مدد مانگنے والے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے تصرف و امداد کی طاقت بخشی ہے، مشرک ہیں (ص۹۹)

https://t.me/faizanealahazrat

۱۳۔ سلسلوں والے صوفیہ ہی وہ لوگ ہیں، جنہوں نے اپنے مریدوں اور پیروکاروں کی نظروں میں شرک اور اللہ و رسول کے ساتھ کفر کو مزین اور خوبصورت بنا ڈالا۔ ان کے شیطانی طریقے کی بنیاد ہی اپنی تعظیم و تکریم کرانا اور اپنے بارے میں مریدوں کو ڈرانا اور انہیں اس بات کا معتقد بنانا ہے کہ وہ اپنے مرید کے دل کے حال کو جانتے ہیں۔ لہٰذا وہ ان کی زندگی میں اور ان کے مرنے کے بعد اُن کی تعظیم کریں۔ اس قسم کی گمراہی اور کفر شعرانی کی کتابوں میں بھرا پڑا ہے اور جیسے قیامت کے دن بُت اپنے پجاریوں سے بری ہو جائیں گے۔ یوں ہی۔ (اہل بیت میں سے) حسینؓ اور اس کے بھائی اور اس کا باپ (علیؓ) اور اس کے بیٹے امام شافعیؒ مصر میں اور ابو حنیفہؒ اور عبدالقادرؒ بغدادی اور ایسے ہی ان کے بڑے، قیامت کے دن ان مشرکوں (سنیوں) سے برائت کا اظہار کریں گے۔ (صـ۱۰۹)

۱۴۔ صالحین اولیاء اللہ کو پکارنے والے مشرک ہیں اور ان کا یہ شرک۔ شرک اکبر (سب سے بڑا شرک اور کفر ہے (صـ۱۱۴)

۱۵۔ ہمارے زمانہ کے مشرک اپنے خداؤں سے جنہیں وہ اولیاء کہتے ہیں، اللہ سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں، بلکہ جاہلیت اولیٰ کے مشرکین جو اپنے خداؤں سے محبت کرتے تھے یہ ان سے بڑھ کر اپنے خداؤں سے محبت کرتے ہیں (۱۱۵)

۱۶۔ جس نے کسی درخت یا پتھر یا کسی جگہ یا کسی قبر وغیرہ کو بابرکت سمجھا وہ مشرک و کافر ہو گیا (من تبرك بشجر أو حجر ونحوهما كبقعة وقبر ونحو ذلك اى فهو مشرك) (صـ۱۳۳)

صالحین کی قبروں کو بابرکت سمجھنا ایسے شرک ہے جیسے لات (وعزیٰ اور منات (مشرکین کے بتوں) کی عبادت کرنا بلکہ یہ مشرکین کے اس شرک سے بھی بڑھ کر شرک ہے (صـ۱۳۶)

۱۷۔ بہت سے علماء (اہل سنت) اور عوام اس زمانہ میں قبروں کے ساتھ جو زیارت

https://t.me/faizanealahazrat

وادب واحترام وتبرک کا) معاملہ کرتے ہیں۔ یہ وہ گناہ (شرک) ہے جسے خدا تعالےٰ معاف نہ کرے گا۔ جب بعض صحابہ کرام تک شرک کو اچھا سمجھنے اور اس میں مبتلا ہونے لگے تھے (مگر انہیں حضور نے منع کر دیا) تو باقی اُمت کا کیا ہوگا، مصر میں حسین و زینب رضی اللہ عنہما کی قبریں ہیں۔ جہاں شرک ہوتا ہے اور عبدالعزیز دباغ جیسے گمراہ کا عقیدہ ہے کہ ایک ولی اللہ کے تین سو ساٹھ (مثالی) جسم ہو سکتے ہیں اور مصر کے علاوہ دوسرے ملکوں میں قبروں پر شرک ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ ان کو جلدی ایسے ہی شرک سے پاک کرے جیسے حجاز (عرب) کو جلالۃ الملک عبدالعزیز آلِ سعود کے ہاتھ سے پاک کیا (ص ۱۳۹)

یہ مشرکین قبروں پر عرس اور ان کے یوم پیدائش مناتے ہیں۔ جیسے مصر میں احمد بدوی کا یوم پیدائش منایا جاتا ہے۔ یہ شرک ہے بلکہ شرک سے بڑھ کر ہے۔ (ص ۱۰۰)

۱۹۔ جو شخص کسی نبی یا ولی کو یوں پکارے (یا سیدی فلان انصرنی او اغثنی (الی ان قال) فکل هذا شرک وضلال یستتاب صاحبه فان تاب والا قتل) یا سیدی فلاں میری مدد کیجئے۔ یہ شرک اور گمراہی ہے۔ ایسا کہنے والے سے کہا جائے گا کہ توبہ کرے اگر وہ توبہ کرے تو بہتر ورنہ اُسے قتل کر دیا جائے گا۔ (ص ۱۶۷)

۲۰۔ تیجانی مشرک خبیث اور ابن عربی حاتمی وحدۃ الوجود کا سب سے بڑا داعی اور ابن الفارض اور ان جیسے جنہیں لوگ ولی معبود سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان کی قبروں پر عظیم الشان گنبد بنائے گئے۔ الخ (فتح المجید ص ۱۷۹)

۲۱۔ امام بوصیری قصیدہ بردہ شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں :- ع

یا اکرم الخلق مالی من الوذ به

سواک عند حلول الحادث العمم

https://t.me/faizanealahazrat

۱۳۔ سلسلوں والے صوفیہ ہی وہ لوگ ہیں، جنہوں نے اپنے مریدوں اور پیروکاروں کی نظروں میں شرک اور اللہ و رسول کے ساتھ کفر کو مزین اور خوبصورت بنا ڈالا۔ ان کے شیطانی طریقے کی بنیاد ہی اپنی تعظیم و تکریم کرانا اور اپنے بارے میں مریدوں کو ڈرانا اور انہیں اس بات کا معتقد بنانا ہے کہ وہ اپنے مرید کے دل کے حال کو جانتے ہیں۔ لہٰذا وہ ان کی زندگی میں اور ان کے مرنے کے بعد اُن کی تعظیم کریں۔ اس قسم کی گمراہی اور کفر شعرانی کی کتابوں میں بھرا پڑا ہے اور جیسے قیامت کے دن بُت اپنے پجاریوں سے بری ہو جائیں گے۔ یوں ہی۔ (اہل بیت میں سے) حسینؓ اور اس کے بھائی اور اس کا باپ (علیؓ) اور اس کے بیٹے، امام شافعیؒ مصر میں اور ابو حنیفہؒ اور عبد القادرؒ بغدادی اور ایسے ہی ان کے بڑے، قیامت کے دن ان مشرکوں (سنیوں) سے برائت کا اظہار کریں گے۔ (ص ۱۰۹)

۱۴۔ صالحین اولیاء اللہ کو پکارنے والے مشرک ہیں اور ان کا یہ شرک۔ شرک اکبر (سب سے بڑا شرک اور کفر ہے (ص ۱۱۴)

۱۵۔ ہمارے زمانہ کے مشرک اپنے خداؤں سے جنہیں وہ اولیاء کہتے ہیں، اللہ سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں، بلکہ جاہلیتِ اولیٰ کے مشرکین جو اپنے خداؤں سے محبت کرتے تھے یہ ان سے بڑھ کر اپنے خداؤں سے محبت کرتے ہیں (۱۱۵)

۱۶۔ جس نے کسی درخت یا پتھر یا کسی جگہ یا کسی قبر وغیرہ کو بابرکت سمجھا وہ مشرک و کافر ہو گیا (من تبرك بشجر أو حجر ونحوهما كبقعة وقبر ونحو ذلك اى فهو مشرك) (ص ۱۳۳)

عالمین کی قبروں کو بابرکت سمجھنا ایسے شرک ہے جیسے لات (وعُزّیٰ اور منات (مشرکین کے بتوں) کی عبادت کرنا بلکہ یہ مشرکین کے اس شرک سے بھی بڑھ کر شرک ہے (ص ۱۳۶)

۱۷۔ بہت سے علماء (اہل سنت) اور عوام اس زمانہ میں قبروں کے ساتھ جو زیارت

https://t.me/faizanealahazrat

وادب واحترام وتبرک کا) معاملہ کرتے ہیں۔ یہ وہ گناہ (شرک) ہے جسے خدا تعالےٰ معاف نہ کرے گا۔ جب بعض صحابہ کرام تک شرک کو اچھا سمجھنے اور اس میں مبتلا ہونے لگے تھے مگر انہیں حضور نے منع کر دیا) تو باقی اُمت کا کیا ہوگا، مصر میں حسین و زینب رضی اللہ عنہما کی قبریں ہیں، جہاں شرک ہوتا ہے اور عبدالعزیز دباغ جیسے گمراہ کا عقیدہ ہے کہ ایک ولی اللہ کے تین سو ساٹھ (مثالی) جسم ہو سکتے ہیں اور مصر کے علاوہ دوسرے ملکوں میں قبروں پر شرک ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ ان کو جلدی ایسے ہی شرک سے پاک کرے جیسے حجاز (عرب) کو جلالۃ الملک عبدالعزیز آلِ سعود کے ہاتھ سے پاک کیا (صـ۱۳۹)

یہ مشرکین قبروں پر عرس اور ان کے یوم پیدائش مناتے ہیں۔ جیسے مصر میں احمد بدوی کا یوم پیدائش منایا جاتا ہے۔ یہ شرک ہے بلکہ شرک سے بڑھ کر ہے۔ (صـ۱۰۰)

۱۹۔ جو شخص کسی بھی ولی کو یوں پکارے (یاسیدی فلان انصرنی او اغثنی (الی ان قال) فکل هذا شرك وضلال يستتاب صاحبه فان تاب والا قتل۔) یا سیدی فلاں میری مدد کیجئے۔ یہ شرک اور گمراہی ہے۔ ایسا کہنے والے سے کہا جائے گا کہ توبہ کرے اگر وہ توبہ کرے تو بہتر ورنہ اُسے قتل کر دیا جائے گا۔ (صـ۱۶۷)

۲۰۔ تیجانی مشرک خبیث اور ابن عربی حاتمی وحدۃ الوجود کا سب سے بڑا داعی اور ابن الفارض اور ان جیسے جنہیں لوگ ولی معبود سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان کی قبروں پر عظیم الشان گنبد بنائے گئے۔ الخ (فتح المجید صـ۱۷۹)

۲۱۔ امام بوصیری قصیدہ بردہ شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں :-

یا اکرم الخلق مالی من الوذ به

سواک عند حلول الحادث العمم

https://t.me/faizanealahazrat

کہہ کر شرک کا مرتکب ہوا۔ (فتح المجید ص۲۲۶/۲۲۰)

۲۲۔ محی الدین ابن عربی روئے زمین کا سب سے بڑا کافر تھا (فتح المجید ص۲۲۱)

۲۳۔ جو لوگ کلمہ گو ہو کر قبروں اور اولیاء سے روحانی امداد اور حصول برکات کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ بت پرستوں سے بڑھ کر مشرک ہیں۔ ان کی نیتوں کا کوئی اعتبار نہیں کہ ہم ان کو دل میں خدا کا شریک اعتقاد نہیں کرتے یہ لوگ ہر صورت مشرک ہیں بلکہ مشرکوں سے بھی بدتر کافر اصلی ہیں (الجامع الفرید ص۵۰۳ مطبوعہ جدہ سعودی عرب)

یہ وہابیوں کے عقائد ہیں جن کی رو سے روئے زمین کا کوئی اہلسنت مسلمان مشرک قرار پائے بغیر نہیں رہتا۔

۲۴۔ اس امت کے اکثر متاخرین شرک میں مبتلا ہو گئے۔ جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جاہلیت کے لوگ مبتلا ہوئے، متاخرین اُمت قبروں، زیارت گاہوں کی عبادت میں لگ گئے، جیسے جاہلیت کے لوگ لات وعزیٰ منات اور ہبل وغیرہ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اور انہوں نے اس شرک کو دین ٹھہرایا جاہلیت کے دور کے مشرک اس اُمت کے اکثر لوگوں کی نسبت "لا الہ الا اللہ" کے معنی کو زیادہ جانتے تھے، خصوصاً اس اُمت کے متاخرین علماء سے بھی بڑھ کر ان علماء میں سے ایسے بھی ہیں (امام فخر الدین زاریؒ جیسے) جنہیں بعض احکام اور علم کلام پر خاصا درک وفہم حاصل ہے تو یہ علماء توحید عبادت سے جاہل رہے تو توحید کے خلاف جاہلیت میں جا گرے، اس اُمت کے اکثر متاخرین (صحابہ وتابعین وتبع تابعین کے بعد والوں) کی عبادت میں شرک اور بدعت شامل ہو گئی (الجامع الفرید ص۶)

۲۵۔ اس اُمت کے آواخر (صحابہ وتابعین وتبع تابعین کے بعد والے) شرک لوگ اس توحید کے منکر ہو گئے، جس کے جاہلیت کے دور کے لوگ منکر ہوئے تھے۔

(الجامع الفرید ص۱۱)

https://t.me/faizanealahazrat

۲۶۔ "اور یہ یقین جانا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔" تقویۃ الایمان مصنفہ اسمٰعیل دہلوی صـ۱۲)

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔" (تقویۃ الایمان صـ۳۴)

"حضور علیہ السلام بے حواس ہو گئے، (تقویۃ الایمان صـ۴۶)

"انبیاء کرام بالخصوص حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بڑے بھائی ہیں اور ہم آپ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کرنا چاہیئے۔"

اولیاء اللہ و انبیاء و امام نادہ پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہوئے (تقویۃ الایمان صـ۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان کہ آپ نے فرمایا کہ میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔" (صفحہ ۵۰)

"جیسا کہ ہر قوم کا چوہدری اور ہر قوم کا سردار سو ان معنوں کر ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔" (تقویۃ الایمان صـ۵۳)

اس تقویۃ الایمان کتاب کے بارے میں علماء دیوبند کے مرشد جناب رشید احمد گنگوہی صاحب فرماتے ہیں کہ

"بندے کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں اور تمام تقویۃ الایمان پر عمل کرے۔" (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ صـ۱۱۴)

"اولیاء کرام کو انبیاء کا شاگرد بھی کہہ سکتے ہیں اور ان کا ہم استاد بھی کہہ سکتے ہیں اور ان کے باطن پر وحی بھی نازل ہوتی ہے۔ (صراط مستقیم اسمٰعیل دہلوی صـ۶۵)

"نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل میں خیال لانا اپنے گدھے اور بیل کی صورت میں مستغرق ہونے سے بھی برا ہے۔ (صراط مستقیم صـ۱۲۶)

https://t.me/faizanealahazrat

یہ وہ عقائد ہیں جو ابن عبدالوہاب نجدی سے لے کر ہندوستان کے اسمٰعیل دہلوی جنہیں شاہ اسمٰعیل شہید کہتے ہیں تک وہابیوں میں آرہے ہیں۔ پھر علماء دیوبند نے ان عقائد کو اپنے مرشد رشید احمد گنگوہی کے ذریعے قبول کیا۔ ان کے علاوہ غضب در غضب یہ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں وہ گستاخیاں اور بے ایمانیاں کیں کہ کسی کھلے کافر کو بھی اس کی مجال نہ تھی اور وہ گستاخیاں اُن کے عقائد میں بدل گئیں۔

علماء و مشائخ اہلسنت کی تکفیر

قارئین کرام! ان وہابی حضرات کے خیالات آپ نے ملاحظہ فرمائے تھے کہ ان کی نظروں میں خود ان کی اپنی ذات (وہابی عقیدہ والوں) کے سوا دنیا میں کوئی مسلمان نہیں ہے، سب سے سب مشرک اور کافر بلکہ زمانۂ جاہلیت کے مشرکین اور کفار سے بھی بڑھ کر مشرک و کافر ہیں۔ اور ساتھ ہی اکابرین ائمہ اہلسنت حضرت شیخ امام عبدالوہاب شعرانی، حضرت امام تیجانی، حضرت امام عبدالعزیز دباغ، حضرت امام فخرالدین رازی اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی صاحب فتوحات مکیہ اور حضرت امام شرف الدین بوصیری صاحب قصیدہ بردہ شریف رضی اللہ عنہم کو ان کے نام لے کر سب سے بڑے مشرک اور سب سے بڑے کافر ٹھہرا رہے ہیں تو باقی مسلمانوں کا کیا عالم ہوگا۔ جو ان بزرگوں کو اپنا روحانی پیشوا مانتے ہیں، حنفی، شافعی و مالکی و حنبلی چاروں فقہ والے ان مشائخ و علماء حق کے علوم و معارف سے اکتساب فیض کرنے والے ہیں، یہ سب کے سب مشرک و کافر ہوگئے۔ اس کے بعد ان وہابیوں کے سوا جو پوری دنیا کے مسلمانوں کے مقابلہ میں مٹھی بھر ہیں کون مسلمان رہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ کیا اس کو فروعی اختلاف کہتے ہیں۔ جناب طاہر صاحب اور جسٹس صاحب غور فرمائیں کہ کیا کفر و اسلام کی نوعیت کا اختلاف بھی فروعی نوعیت کا ہوتا ہے؟ تو پھر اصولی اختلاف کیا ہوگا؟

https://t.me/faizanealahazrat

امام عبدالغنی نابلسی کا ان ائمہ کرام اور انکے منکرین کے بارے میں فرمان

اب امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ استاذ و شیخ امام ابن عابدین صاحب علیہ الرحمۃ فتاوی شامیہ کا ان ائمہ دین اور اُن کے منکرین کے بارے میں فرمان بھی ملاحظہ فرمائیں: امام ابن عربی، ابن الفارض، ابن سبعین، عفیف تلمسانی، جیلانی، رومی کے منکر گمراہ اور منافق ہیں۔

کما وقع من المنکرین علی ابن العربی وابن الفارض وابن سبعین والعفیف التلمسانی والجیلی والجلال الرومی وامثالھم فان من انکر علیھم فقد انکر العلم الباطن ومن انکر العلم الباطن ومن انکر العلم الباطن فقد انکر اسرار الشریعۃ المحمدیۃ فھو مبتدع وضال وانما ھو مؤمن بحسب ظاھر الشریعۃ کایمان المنافق

اس کا مفہوم یہ ہے کہ (کچھ علماء ظاہر علم باطن کے منکر ہیں جو اہل معرفت کو نہیں مانتے) جیسے ان منکروں میں سے امام ابن العربی، ابن الفارض، ابن سبعین والعفیف التلمسانی و جیلانی اور جلال رومی ایسے اہل معرفت کے منکرین ہیں، بلاشبہ جو ان کا منکر ہو وہ علم باطن کا منکر۔ اور جو علم باطن کا منکر ہے وہ شریعت کے رموز کا منکر ہے۔ پس وہ بدعتی (اہلسنت سے خارج) اور گمراہ ہے اور وہ ظاہر شریعت کے اعتبار سے ہی مؤمن ہے جیسا کہ منافق کا ظاہری ایمان ہے۔

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ)

(ج ۱ ص ۲۴۸/۲۴۹)

یہ علامہ امام عبدالغنی نابلسی حنفی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۱۴۳ھ علامہ امام سید ابن

https://t.me/faizanealahazrat

عابدین شامی علیہ الرحمۃ کے استاذ و شیخ ہیں۔ فرماتے ہیں، امام محی الدین ابن العربی امام ابن الفارض و ابن سبعین و امام عفیف تلسمانی و امام السید الشیخ عبدالقادر جیلانی غوثِ اعظم و امام جلال الدین رومی صاحب مثنوی ایسے مشائخ اہلسنت کے منکر اہلسنت سے خارج اور گمراہ ہیں اور ان کا ایمان منافقوں کے ایمان کی طرح محض ظاہری ہے۔ گویا وہابی لوگ اسلام میں محض کلمہ گو ہیں۔ یعنی زبانوں سے کلمہ پڑھنے والے نہ کہ دل سے اس لئے یہ اختلاف ہرگز فروعی نہیں بلکہ اصولی ہے۔ لہٰذا یہ لوگ زندیق و بے دین ہی ٹھہرے۔

تبلیغی جماعت کے بزرگوں کا اقرار کہ وہ وھابی ہیں۔

اس کے بعد تبلیغی جماعت کے بزرگوں جو دیوبندی مذہب کے اکابر ہیں، کا اقرار بھی ملاحظہ فرمائیے کہ وہ وہابی ہیں۔ علماء دیوبند کے معروف بزرگ عالم جناب منظور احمد نعمانی اپنے ماہنامہ الفرقان میں لکھا ہے، جو لکھنؤ سے نکلتا ہے کہ انہوں نے علماء دیوبند کے شیخ الحدیث زکریا سے کہا کہ

"ہم خود اپنے بارے میں بھی صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت "وہابی" ہیں۔" (ماہنامہ الفرقان لکھنؤ مولانا محمد یوسف نمبر ص۲۳) وسوانح مولانا محمد یوسف ص۱۹۱)

انہوں نے جواب دیا۔ "میں خود تم سے بڑا "وہابی" ہوں"۔

(ماہنامہ الفرقان مذکور ص۲۴ وسوانح مولانا محمد یوسف ص۱۹۱)

https://t.me/faizanealahazrat

پروفیسر طاہر القادری کی بشارتوں اور اِن کے عروج سے غلط فہمی

بعض حضرات شاید یہ سمجھیں کہ پروفیسر طاہر القادری اگر غلط ہوتے تو اُن کو ان دنوں میں اس قدر عروج کیوں کر حاصل ہوتا اس کے علاوہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارتیں کیوں نصیب ہوتیں اور ان کو منہاج القرآن کی تعمیر کی بشارتیں کیوں دی جاتیں ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک اُس کے عروج کا تعلق ہے وہ ایک مشاہداتی چیز ہے جسے تسلیم کیا جائے گا، مگر اس کے وجوہات و اسباب ہیں لیکن ان زیارتوں اور بشارتوں کی صداقت کی دلیل کونسی ہے ؟

اور رہا یہ سوال کہ ان کا دنوں میں جگہ جگہ منہاج القرآن کی شاخیں قائم کرنا اور تھوڑے ہی عرصہ میں دوسرے ملکوں میں پہنچ کر منہاج القرآن کے دفاتر قائم کرنا اور تبلیغ کرنا جو لوگوں کا دھڑا دھڑ ان کی مالی معاونت کرنا یہ بھی کوئی معمولی نوعیت کی بات نہیں ہے ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ساری باتیں اپنے اندر کچھ اور اسباب پر مبنی بھی ہو سکتی ہیں۔ ضروری نہیں کہ یہ خدا اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کوئی خاص لطف و کرم ہو جبکہ دنیا میں بحمدہٖ تعالےٰ اکثریت اہلسنت وجماعت کے لوگوں کی ہے۔ اتفاق مسجد کی خطابت، وزیر اعلیٰ صاحب کی نسبت، ان کے بین الملکی و بین الاقوامی تعلقات سے تعارف و تعاون، ٹی وی پہ فہم قرآن کے نام سے مسلسل پروگرام اور خصوصاً وزیر اعلیٰ صاحب کا ان کی سفارشات سے لوگوں کے کام کرنا مثلاً ایک شخص نے اُن کی سفارش سے وزیر اعلیٰ صاحب کے دستخط کرا کر ایک کروڑ روپے کمالئے تو وہ ایک

https://t.me/faizanealahazrat

کروڑ سے دس بیس یا تیس لاکھ روپیہ منہاج القرآن کے نام جناب طاہر صاحب کو کیوں نہیں دے گا۔ ضرور دے گا اور باخبر ذرائع کے مطابق اس کی مثالیں موجود ہیں، ایسی صورت میں پاکستان بھر میں اور دوسرے ممالک میں منہاج القرآن کی شاخیں قائم کرنا اور کانفرنس کرنا کونسا مشکل کام ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ ہم میں سے کچھ ایسے علماء بھی ہیں جنہیں یہ سہولتیں اور وزیر اعلیٰ صاحب کی یہ عنایتیں میسر آجائیں تو وہ ادارہ بنانے اور اس کی دنیا بھر میں شاخیں قائم کرنے میں طاہر القادری کو بھی پیچھے چھوڑ جائیں اور وہ اس سے بھی مختصر عرصہ میں زیادہ بہتر کام کر سکتے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر صلاحیت رکھتے ہیں، اس کے علاوہ قارئین کو یاد ہوگا کہ پچھلے سالوں قومی اتحاد کے زمانہ میں سُنّی حضرات نے جناب رفیق باجوہ کو اپنا سٹیج دے دیا تھا تو وہ ایسے مقبول عوام مقرر ثابت ہوئے کہ ان کی تقریر سننے کے لئے دوسرے شہروں سے بسیں بھر بھر کر لوگ اس قدر کثرت سے لاہور پہنچتے تھے کہ شاید طاہر القادری کے لئے اس قدر نہیں آتے ہوں گے۔ اگر وہ بھٹو سے ملاقات نہ کرتے اور نورانی صاحب اس بنا پر ان کو جمعیت سے الگ نہ کرتے تو شاید آج پاکستان میں رفیق باجوہ سب سے بڑے لیڈر اور راہنما سمجھے جاتے۔ لیکن اُن کے ماتھے پر ایسا کلینک کا ٹیکہ لگ گیا کہ وہ قوم میں ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے۔ لہٰذا یہ طاہر القادری کا کمال نہیں ہے۔ یہ دراصل عوام سنیوں کی سادہ لوحی ہے کہ وہ جسے اپنانا چاہیں اُسے دنوں میں عرش نشین بنا دیتے ہیں اور جب اُسے گرا دیتے ہیں تو اس کی خاک بھی نہیں ملتی۔

بشارات کے مقابلہ میں بشارات رہا طاہر القادری کی زیارتوں اور بشارتوں کا سوال تو اس کا جواب اگر کوئی شخص ویسی ہی بشارت سے دینا چاہے تو پھر کیا ہوگا۔ اس سلسلے میں راقم اپنے بارے میں عرض کرتا ہے لیکن طاہر القادری کی طرح شہرت حاصل نے اور سادہ لوح قوم کی دولت لوٹنے کیلئے

https://t.me/faizanealahazrat

اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کو اخبارات اور ڈائجسٹوں میں چھاپنے کیلئے نہیں بلکہ مسلکِ حق کے تحفظ کے لئے اور خدائے قدوس کے فضل و کرم اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرہ نوازیوں کے اظہار کے لئے بہ امرِ مجبوری عرض کرتا ہے۔

اگر ظاہر القادری صاحب اپنے مخصوص مفادات کے لئے جھوٹی زیارتوں اور جھوٹی بشارتوں کا اخبارات و رسائل کے ذریعے ڈھنڈورہ پیٹ سکتے ہیں تو احقاقِ حق و ابطالِ باطل کے لئے میرے جیسا فقیر بے نوا اثبات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ وہ اپنے ان حقائق و واقعات کا تذکرہ کرے جو اُسے عالمِ رؤیا (خواب) میں خدائے قدوس جل شانہٗ نے مشاہدہ کرائے۔ اور راقم خدائے قدوس کو گواہ کر کے اور اپنے کلمہ ایمان کو بھی گواہ بنا کر کے عرض کرتا ہے کہ یہ مشاہدات راقم کے علم کے مطابق حق ہیں۔ اور راقم ان کو کچھ اختصار کے ساتھ صحیح صحیح عرض کر رہا ہے۔

راقم کے مشاہدات

کافی عرصہ پہلے کی بات ہے کہ راقم نے خواب میں دیکھا کہ میں علمائے دیوبند سے بعض مسائل میں، جو ان کے اور اہل سُنّت کے درمیان زیرِ بحث آتے رہتے ہیں، گفتگو کر رہا ہوں، اتنے میں وہ جھگڑا کرنا شروع کر دیتے ہیں اور راقم خوف کے مارے وہاں سے چلا جاتا ہے۔ لیکن پھر معلوم ہوتا ہے کہ دیوبندی حضرات راقم کو پریشان کرنے کے لئے راقم کے پیچھے پیچھے بھاگے آ رہے ہیں۔ راقم پناہ کی تلاش میں اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو سامنے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ اقدس نظر آتا ہے تو راقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر دیوبندی علماء کی شکایت کرتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیوبندی علماء پر ناراض ہوتے اور ارشاد فرماتے ہیں کہ "یہ جھوٹے ہیں" "یہ جھوٹے ہیں" "یہ جھوٹے ہیں" تین بار یہ کلمات ارشاد فرمائے۔ پھر راقم بیدار ہو گیا۔

۲۔ دوسری بار ۱۹۸۰ء میں راقم پر ملی شریف (انڈیا) گیا۔ راقم کے ساتھ

https://t.me/faizanealahazrat

جناب صوفی گلزار حسین صاحب قادری ضیائی اور جناب قاری محمد غفار بخش صاحب بھی بھی تھے۔ راقم نے خواب میں دیکھا کہ بادشاہی مسجد لاہور میں ہوں اور اس کے تمام دیواروں پر "یارسول اللہ" لکھا ہوا ہے اور وہاں ایک دیوبندی عالم آجاتے ہیں ان صاحب سے راقم نے کہا کہ یہ مسجد ایک ایسے بادشاہ نے تعمیر کی جو ہم اہلسنت کا ہم مسلک تھا۔ جیسا کہ اس کے زمانہ کے ترتیب دیئے فتاویٰ عالمگیری اور تفسیرات احمدیہ کی بعض عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے اور یہ کہ اس مسجد کی دیواروں پر جگہ جگہ "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا ہے، اتنے میں راقم کو انوار گھیر لیتے ہیں اور اس قدر انوار کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ زبان و قلم میں اس کے بیان کی طاقت نہیں۔ انہیں انوار میں کتاب فتاویٰ عالمگیری اوپر سے ہوا میں نیچے کی طرف آتی ہے اور ساتھ ہی ندا آتی ہے کہ "یہ فتاویٰ عالمگیری" ہے اور تمہیں خوشخبری ہو کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا نیز تم جو "یا رسول اللہ" کے قائل ہو جتنی گروہ ہو اور جو "یارسول اللہ" کے منکر ہیں ان کا انجام بُرا ہوگا۔" راقم پھر بیدار ہو گیا اور تہجد کا وقت تھا اور یہ خواب راقم نے اس کمرے میں دیکھا جو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ رحمۃ محدث بریلوی کی لائبریری (کتب خانہ) کے اوپر ہے۔ راقم نے بیدار ہونے کے بعد اپنے دونوں ساتھیوں سے اس کا تذکرہ کیا۔ پھر تاجدار اہلسنت صاحبزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند سید نا و مرشدنا شاہ مصطفےٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس کا تذکرہ کیا آپ نے اس بشارت پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور اس کے چار پانچ سال بعد بادشاہی مسجد میں "یارسول اللہ" کانفرنس ہوئی اور سُنیوں نے اس کے در و دیوار پر یارسول کے کلمے لکھے، تو اس واقعہ سے راقم کے اس خواب کی تصدیق بھی ہو گئی۔ الحمد للہ الحمد للہ۔

۳۔ شاید اسی سال یعنی ۱۹۷۸ء میں لیکن یقینی یاد نہیں رہا یا اس سے پہلے

https://t.me/faizanealahazrat

یا اسی سال یا اس کے قریب قریب بعد میں راقم نے خواب دیکھا کہ حضرت قبلہ غزالیٔ زماں سیّدی و شیخی و استاذی سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اور راقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے تو روضہ اقدس کا دروازہ کھل گیا، سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور تھی وہ بھی کھل گئی، میں نے دیکھا کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہیں۔ آپ کے چہرۂ انور کی تابانی اور چمک کا عالم نہ پوچھئے، آپ نے ہمیں اپنی قبر انور میں آنے کا حکم دیا۔ حضرت قبلہ کاظمی صاحب علیہ الرحمۃ اور یہ راقم تعمیل حکم اقدس کرتے ہوئے قبر انور میں اُتر گئے، پھر قبر انور اوپر باہم مل گئی۔ اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور یہ ناچیز اور حضرت قبلہ کاظمی صاحب علیہ الرحمۃ۔ آپ نے ارشاد فرمایا تمہارے لئے امن اور امان ہے اور ان کے لئے بھی جو تمہارے ساتھ ہوں گے یعنی ہم مسلک ہوں گے، پھر آنکھ کھل گئی۔

۴۔ ایک بار خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک کمرہ میں ہیں۔ اور میں باہر ہوں۔ ایک شخص آکر کہتا ہے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں، راقم کمرے میں داخل ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے ہوئے ہیں اور تین یا دو حضرات آپ کے دائیں اور تین آپ کے بائیں طرف بیٹھے ہیں، راقم نے آپ کے پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔ اس بوسے سے جو روحانی سرور نصیب ہوا اور پاؤں مبارک کی جو لطافت محسوس ہوئی وہ کبھی فراموش نہ ہوگی۔ آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا کہ آپ کا کوئی کام ہے۔ راقم نے کچھ عرض کرنا خلاف ادب سمجھا۔ بس ایک کام تھا، جس کا فوراً دل میں خیال آیا اور وہ کام ایک شخص سے تھا جو کرنے سے انکاری تھا۔ آپ دل کے خیال سے مطلع ہوئے اور پاس بیٹھے ہوئے حضرات میں سے ایک صاحب سے فرمایا کہ اس شخص سے کہو مفتی صاحب کا کام کر دے پھر راقم بیدار ہو گیا، کچھ عرصہ بعد اس شخص سے ملاقات ہوئی، تو وہ اس دوران حضور کی نظر کرم سے راضی ہو چکا تھا چنانچہ وہ کام ہو گیا۔

https://t.me/faizanealahazrat

۵۔ آج سے قبل ایک سال کی بات ہے کہ راقم خواب میں دیکھتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چارپائی پر سفید چادر اوڑھے لیٹے ہوئے ہیں۔ راقم کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں وہ راقم کو امام کی طرح آگے کھڑا کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کی درخواست کرتے ہیں، تو راقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے۔ تو وہ پیچھے دست بستہ ویسے ہی پڑھتے ہیں جیسے راقم سے سنتے ہیں۔ تقریباً ۳ منٹ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چارپائی پر بیٹھ جاتے ہیں اور وہ لوگ از راہ ادب و جلال و غلبہ انوار سے کچھ پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ تقریباً پچاس فٹ کے فاصلہ پر پیچھے ہٹ کر کھڑے ہوتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے راقم کو اپنے قریب حاضری کا اشارہ کیا جونہی راقم قریب ہوا آپ کی چارپائی ہوا میں بلند ہو گئی۔ اس قدر بلند ہو گئی کہ کرسی پر پاؤں رکھ کر آپ کی چارپائی کو چھوا جا سکتا تھا۔ راقم نے دیکھا کہ قریب ہی کرسی پڑی ہے جس پر کھڑے ہو کر راقم نے ہوا میں معلق سرکار کی چارپائی تک ہاتھ لے جا کر آپ کے مبارک پاؤں کو چھوا۔ پھر چارپائی از خود نیچے فرش پر آ گئی اور راقم فرش پر بیٹھ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے کی ٹوپی زیب سر فرمائی ہوئی تھی اور منہ مبارک میں کوئی چیز چبا رہے تھے جیسے کوئی پان والا پان کھاتا ہے، راقم کے دل میں خیال آیا کہ حضور اپنے دہن اقدس سے کچھ تبرک عطا فرماتے تو اچھا ہوتا۔ آپ اس خیال سے خود ہی مطلع ہو گئے اور چھالیہ کی مانند ناخن کی چوتھائی کے برابر ٹکڑا زبان مبارک سے اٹھا کر راقم کو عطا فرمایا جسے راقم نے کر کھانے لگا تو دیکھا کہ پیچھے راقم کی اہلیہ بھی بیٹھی ہیں جو بڑی حسرت و تمنا سے کچھ مانگتی ہیں راقم نے اس میں سے کچھ حصہ اپنی اہلیہ کو دیا اور باقی اپنے منہ میں ڈال کر چبانے لگا۔ پھر راقم کے دل میں خیال آیا کہ کاش حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا لعاب مبارک عطا فرماتے آپ اس خیال سے بھی مطلع ہوئے اور راقم کو منہ کھولنے کا اشارہ فرمایا۔ راقم نے اپنا منہ کھولا تو آپ نے اپنے دہن اقدس کی بقیہ چیز زبان اقدس سے

https://t.me/faizanealahazrat

ذریعے راقم کے منہ میں ڈال دی، راقم نے اُسے تناول کرنے کا شرف حاصل کیا اور اس کا ذائقہ میٹھا اور معطر تھا کہ دنیا کی کوئی نعمت اس طرح کی کبھی سُننے اور دیکھنے میں نہیں آئی۔

۶۔ راقم نے ہارون آباد میں ایک مرتبہ فتویٰ صادر کیا کہ سنیوں کو شیعوں کا جنازہ نہیں پڑھانا چاہیئے اگر کسی نے پڑھا ہے تو وہ توبہ کرے کہ ان کے عقائد کفریہ ہیں۔ اس پر شیعہ حضرات نے راقم کے خلاف دفعہ ۱۲۔ ۵۰۵/۸۱ کے تحت پرچہ درج کرا دیا جس پر راقم کی گرفتاری عمل میں آئی اور یہ بھٹو صاحب کا دور تھا۔ تو راقم کو سنٹر جیل بہاولنگر بھیج دیا گیا۔ جہاں ایک ہفتہ رہنے کے بعد ضمانت پر رہائی ہوگئی۔ اس ہفتہ جیل میں راقم کو ایک رات خواب میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی۔ آپ سفید لمبے کُرتہ کو زیب تن کئے ہوئے تھے اور سر پر کپڑے کی سفید ٹوپی تھی اور چہرہ اقدس نہایت نورانی، آپکے ساتھ ایک شخص کو بھی دیکھا، معلوم نہیں کہ وہ کون تھے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے پوچھا کہ آپ ان کو پہچانتے ہیں کہ یہ کون ہیں؟ میں نے عرض کی نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کا فتویٰ حق ہے آپ فکر نہ کریں۔ آپ نے اپنا حق ادا کر دیا۔ پس اس کے بعد راقم بیدار ہوگیا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

۷۔ ۱۹۸۰ء میں خاکسار راقم حج کو گیا اور مدینہ منورہ میں حاضری دی تو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضری نصیب ہوئی، بڑے بڑے بزرگان دین، اولیاء و علماء و مشائخ جو گزر گئے اور جو اس وقت زندہ تھے ان میں سے بہت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے

https://t.me/faizanealahazrat

راقم نے صرف دو بزرگوں کو پہچانا۔ ایک امام الفقہاء قدوۃ الاولیاء سیدنا و مرشدنا مفتی اعظم ہند فنافی الغوث الاعظم شاہ مصطفےٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ بریلوی قادری (اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے) کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں قریب ترین نہایت ہی ادب کے ساتھ دو زانوں گردن جھکائے پایا حتیٰ کہ داڑھی شریف فرش کو چھوتی نظر آتی تھی۔ آپ کے پیچھے اور ہوا میں تھوڑے سے بلند حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ پھر خواب سے بیدار ہو گیا۔

۸۔ وہاں مدینہ منورہ کے قیام کے دوران کچھ اہل وعیال سے خط و کتابت کا سلسلہ نہ رہا نہ ہی فون ہو سکا۔ کچھ تفکر کے عالم میں روضۂ اقدس پر حاضری دی اور دل ہی دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خیریتِ اہل وعیال کے بارے میں تفکر پیش کیا پھر رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شرف باریابی حاصل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے بچوں کو میرے سامنے کر کے فرماتے ہیں دیکھ لیجئے یہ خیریت سے ہیں۔ بس خواب سے بیدار ہو گیا اور صبح کو خط بھی خیریت کا مل گیا۔ جس سے خواب کی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کی عینی و عیانی تصدیق ہو گئی۔ جبکہ خواب میں ایمانی تصدیق تو پہلے ہی حاصل ہو گئی تھی۔

۹۔ ۱۹۸۳ء میں راقم صبح کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے قیام کے دوران بھی کچھ مشاہدات ہوئے۔ مگر ان سے طوالت ہو جائے گی۔ اس لئے انہیں چھوڑتا ہوں اور کئی ایک رموز ناقابلِ افشا ہیں۔

۱۰۔ ۱۹۸۴ء میں مرزائیوں کے ساتھ مناظرہ کے لئے جنوبی افریقہ کے سنی مسلمانوں کی دعوت پر نیروبی سے ہوتا ہوا جنوبی افریقہ پہنچا۔ وہاں کے ساحلی شہر ڈربن میں الامین مسجد میں قیام رکھا۔ جہاں مولانا احمد مقدم صاحب کی رہائش بھی تھی۔ راقم

https://t.me/faizanealahazrat

یہاں سے چار فروری ۸۴ء کو روانہ ہوا۔ اور جب کو وہاں پہنچا تو آٹھ تاریخ کو غالباً بدھ کا روز تھا۔ ظن غالب کے طور پر یاد آرہا ہے۔ رات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا آپ کا دورہ کامیاب ہوگا۔ راقم نے صبح کو مولانا احمد مقدم کو اور دوسرے رفقاء کو خوشخبری سنائی۔ پھر کیپ ٹاؤن پہنچے جہاں مرزائیوں کا مرکز ہے تو وہاں کے علماء کے ذریعے مرزائیوں کو گفتگو کی دعوت دی۔ خواہ عدالت میں یا کھلے طور پر عوام کے اجتماع میں۔ مگر مرزائیوں نے مقابلہ میں آنے سے انکار کر دیا۔ یہ بہت بڑی کامیابی تھی کہ سامنے آنے کی انہیں ہمت نہ ہوئی۔ جنوبی افریقہ کے مسلمانوں کو بہت اطمینان ہوا کہ یہ لوگ سچے ہوتے تو سامنے آتے۔ راقم پانچ ماہ وہاں رہا اس کے بعد یہ کہہ کر واپس وطن آگیا کہ اگر کبھی مرزائی مناظرہ و مباحثہ کو تیار ہوں تو مجھے پھر بلا لینا۔ راقم کے چلے آنے کے بعد مرزائیوں قادیانیوں نے سر اٹھایا اور اپنے مسلک کی صداقت و حقانیت کے دعوے کرنے لگے تو وہاں کی جماعت اہلسنت نے راقم کو جنوبی افریقہ بلایا۔ راقم نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابیں لاہور سے نیروبی روانہ کر دیں۔ خود عمرہ ادا کر کے مدینہ منورہ کی حاضری دے کر نیروبی پہنچا وہاں کتابیں لے کر جنوبی افریقہ گیا اور کیپ ٹاؤن میں قادیانیوں سے مناظرہ شروع ہوا تین دن کے بعد ان کے سب سے بڑے عالم سلیمان ابراہیم نے شکست تسلیم کرتے ہوئے مرزائیت سے توبہ کر لی۔ اس کا بہت بڑا اثر ہوا۔ وہاں کی جماعت اہل سنت نے اور عوام سنی مسلمانوں نے اس عظیم الشان کامیابی پر خوشی منائی۔ وہاں کے اخبارات و رسائل نے راقم کو خراج تحسین پیش کیا وہ تمام ریکارڈ مطبوعہ اور قلمی اور ٹائپ شدہ راقم کے پاس موجود ہے۔ اس مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کا بھی آپ نے راقم کو خواب میں ارشاد فرمائی تھا تم طور پر ظہور ہوا۔

۱۱۔ گزشتہ رمضان ۱۴۰۷ھ کی چار تاریخ کو راقم خواب میں دیکھتا ہے۔ حضور اکرم

https://t.me/faizanealahazrat

صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار شریف لگا ہے اس میں متعدد بزرگان دین حاضر ہیں۔ راقم کے سامنے ایک بزرگ بیٹھے تھے، سفید پگڑی اور سفید لباس عمر تقریباً چالیس پینتالیس سال۔ راقم کی طرف رُخ کئے ایک کرسی پر بیٹھے تھے۔ داڑھی کے بال سفید اور سیاہ ملے جلے تھے۔ راقم کے ساتھ دائیں طرف خالی کرسی پڑی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس محفل میں طاہر القادری کے دیت کے اجماعی مسئلہ پر شور مچا کہ پاکستان میں اسلامی نظام کے راستہ میں روڑے اٹکانے پر ناراضگی کا اظہار کیا جا رہا تھا۔ اور طاہر القادری کی اس نام نہاد تحریک منہاج القرآن اور طاہر القادری کے خلاف شدت کے ساتھ ناراضگی ظاہر کی جا رہی تھی، اتنے میں جناب میاں محمد شریف مدظلہ العالی چیئرمین اتفاق گروپ کو طلب کیا گیا۔ آپ آگئے اور راقم کے دائیں طرف کی خالی کرسی پر بیٹھ گئے۔ راقم کے سامنے بیٹھے ہوئے بزرگ نے راقم سے فرمایا کہ آپ میاں صاحب کو، میاں نواز شریف و میاں شہباز شریف کو کہہ دیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کی طرف سے طاہر القادری کے خلاف ناراضگی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اس سے اسلام کو نقصان پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے۔ آپ حضرات اس کی سرپرستی اور معاونت چھوڑ دیں ورنہ اس کے ہاتھوں دین کو پہنچنے والے نقصان میں آپ حضرات بھی برابر کے شریک ہوں گے، پھر راقم خواب سے بیدار ہو گیا اور میاں صاحب کی خدمت میں اس کی اطلاع بھجوا کر اپنا فرض ادا کر دیا۔ اس کو اتفاق مسجد میں خطبہ دینے کی اجازت دینا بھی اس کی معاونت کرنا ہے۔

۱۲۔ پھر اسی رمضان کے بعد ٹھیک ایک ماہ بعد شوال کی ۴ تاریخ کو پھر اسی طرح کا خواب دوبارہ دیکھا۔

۱۳۔ قریب قریب کچھ عرصہ ہوا کہ طاہر القادری کے نام نہاد منہاج القرآن کا بعض خود غرض پیروں اور مطلب پرست نام نہاد چند علماء نے دورہ کیا اور اس کی تحریک کو سراہا اور اخباری بیان جاری کئے، جس کا راقم کو رنج ہوا کہ ایک شخص نے کھلے بندوں اجماع

https://t.me/faizanealahazrat

سنت کی و اجماع صحابہ کی مخالفت کرتے ہوئے اُمت کے اجماعی موقف کے خلاف
ت کی دیت کے مسئلہ پر دین کا مذاق اڑایا، دین کی سنت کی توہین کی اور نصف دیت
ظلم قرار دیا، مرد کے عضو تناسل تک کے ساتھ اس کا تقابل دے کر نہایت بھونڈے
انداز میں اس اجماعی مسئلہ کی وہ مٹی پلید کی کہ آج تک دشمنانِ اسلام کو اس قدر جسارت نہ
ہو سکی۔ اس نے ائمہ کو فریق کہا ان کے حوالوں کو سند تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ یہ تمام باتیں
ٹیپ میں میرے پاس محفوظ ہیں ہر شخص سن سکتا ہے، جھوٹے پر خدا کی لعنت بلکہ ہر شخص اس بد
عقیدگی اور دین کی بے حرمتی اور ائمہ کی توہین و تنقیص پر مستوجب سزا تھا مگر تعجب ہے
دین کے درد رکھنے والے حضرات الحاج میاں محمد شریف صاحب مدظلہ العالی و میاں نواز شریف
صاحب و دیگر سنی عقیدہ کے دعویداروں حتیٰ کہ حضرت قبلہ سید طاہر علاؤ الدین صاحب
مدظلہ العالی نے ہماری طرف سے اطلاع پہنچانے کے باوجود اس شخص کو برداشت کیا ہوا
ہے اور یہ نام کے علماء دینی حمیت سے عاری ہو کر اس کے ادارہ نام نہاد منہاج القرآن
کے دورے کرتے پھر رہے ہیں اور اسے خراج تحسین دے رہے ہیں۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ، انا للہ وانا الیہ راجعون

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

بس اسی رنج و غم میں دن گزر گیا اور رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک کمرہ
ہے نہایت ہی نورانی اس کے بیچ میں حجاب اور پردہ ہے اور حجاب و پردہ کے
پیچھے ہماری اور سارے مسلمانوں کی ماں سیدہ طیبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تشریف
رکھتی ہیں، ام المومنین کی صورت مبارکہ دیکھنے میں نہیں آئی۔ کیونکہ آپ پس پردہ
تھیں۔ آپ نے وہاں سے راقم کو ارشاد فرمایا "فکر نہ کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم آپ سے خوش ہیں۔" اس کے بعد راقم بیدار ہو گیا۔ راقم کو اس خواب مستطاب
سے جو سکون اور روحانی طمانیت نصیب ہوئی بیان سے باہر ہے۔ یہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم

https://t.me/faizanealahazrat

کا کرم ہے کہ اس ناچیز کو مسلک و دین کا اس قدر جذبہ عطا کیا اور حمیت و غیرت نے
کہ راقم کے لئے کسی دشمن دین سے خواہ وہ اپنوں کے ہی روپ میں ہو بمقابلہ
و مصالحت ممکن نہیں رہی، الحمدللہ ثم الحمدللہ یہ در اصل اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا
خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کی برکت ہے ع ورنہ من آنم کہ من دانم
یہ مشاہدات ہیں جنہیں راقم نے آخرت کے دن کی جوابدہی کی ذمہ داری کے
ساتھ بیان کیا اور اس میں کہیں بھی افراط و تفریط سے کام نہیں لیا گیا۔ اگر کوئی
تسلیم کرے تو اس میں اس کی اپنی بھلائی ہے، ورنہ کم از کم یہ تو اظہر من الشمس
ہے کہ جو شخص عورت کی دیت جیسے اہم اور اجماعی مسئلہ اور اسی طرح دوسرے متفق
علیہ مسائل کا انکاری ہو جائے وہ راہِ راست پر کیسے ہو سکتا ہے، حدیث شریف
میں ہے کہ تم جماعت کے مسلک پر رہو جماعت کو چھوڑ کر ادھر اُدھر نہ ہو جانا اور
جو ادھر اُدھر ہوا، جماعت سے بچھڑ گیا وہ جہنم میں گیا۔

---

www.KitaboSunnat.com

https://t.me/faizanealahazrat

بُرے لوگوں کے ذریعے دین کی ترقی

نیز بالفرض اگر طاہر القادری صاحب کے ذریعے بعض لوگوں کی اصلاح ہوئی ہو یا کوئی غیر مسلم، مسلمان ہوا ہو یا دین کو کوئی فائدہ پہنچا ہو یا پہنچ رہا ہو، تو یہ اس کے خدا تعالیٰ کے ہاں مقبول ہونے کی علامت نہیں ہے۔ کیونکہ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ اللہ تعالےٰ بُرے لوگوں کے ذریعے بھی دین کو ترقی دے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ :-

اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ الدِّیْنَ بِاَقْوَامٍ لَا اَخْلَاقَ لَھُمْ ۔	بے شک اللہ تعالےٰ دین مدد بہم پہنچائے گا۔ ایسے لوگوں کے ذریعے جن کے لئے آخرت میں کوئی بھلائی نہیں

اس حدیث کو امام نسائی اور امام ابن حبان نے حضرت اُنس سے اور امام احمد اور طبرانی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ امام عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں۔ کہ

ومنھم عالم طالب للرياسة والقبول واقامة الجاه ونيل الثروة والعز والوقار وھو فی نفسه ھالك ويصلح بسببه الدين والخلق الخ (فیض القدیر ج ۲ صفحہ ۲۷۹)	ان میں سے وہ عالم بھی ہے جو بڑا بننے کا اور عوام میں مقبولیت اور رعب داب قائم کرنے اور دولت و عزت اور وقار کا طلبگار ہو، حالانکہ فی نفسہ (عند اللہ) ہلاکت میں ہو، اس کے سبب سے دین اور خلق کی اصلاح ہو (کوئی تعجب کی بات نہیں)

اس حدیث کے بعد طاہر القادری صاحب کی اس ظاہری ترقی پر نہیں بھولنا چاہیئے۔

https://t.me/faizanealahazrat